موت
اور
موت کے بعد

(سکرات الموت)

مصنف

حجۃ الاسلام الامام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

ابو انس چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور کراچی پاکستان

اخروی زندگی کو کامیاب بنانے کیلئے ایک نسخۂ کیمیا

موت اور موت کے بعد

(سکرات الموت)

مصنفہ

حجۃ الاسلام الامام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

ابو انس چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ۔ کراچی ۔ پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	موت اور موت کے بعد (سکرات الموت)
مصنف	امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	ابوانس چشتی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
سال اشاعت	اپریل 2015ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	TF72

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون:۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 37247350۔فیکس 042-37225085

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-32212011-32630411۔فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

فہرست

انتساب 7

پہلا حصہ

موت کے مقدمات اور صور پھونکے جانے تک اس کے توابع 12
موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرنے کی ترغیب 13
بندوں کی تین قسمیں 13
ہر حال میں موت کو یاد کرنے کے فضائل اور اجر 15
موت کے متعلق آثارِ صحابہ وتابعین 18
موت کی یاد کو پختہ کرنے کا طریقہ 21
امید کو مختصر رکھنے کے فضائل نیز امید کے طویل ہونے کے اسباب
اور علاج کا طریقہ 24
امید کو مختصر رکھنے کے فضائل 24
آثارِ صحابہ وتابعین 30
امید کے طویل ہونے کے اسباب اور اس کا علاج 38
طویل امید کا پہلا سبب دنیا کی محبت 39
طویل امید کا دوسرا سبب جہالت 40
طویل امید کا علاج 42
پہلا طریقہ دنیا کی محبت کا علاج 42
امید کے طویل اور مختصر ہونے کے سلسلہ میں لوگوں کے مراتب 43
عمل کرنے میں جلدی کرنا اور تاخیر کی آفت سے بچنا 47
موت کی سختی وشدت اور اس وقت کے مستحب احوال 55

موت کے وقت کی تین بڑی بڑی مصیبتیں ہیں 63
قریب المرگ انسان کے لیے مستحب احوال واعمال 69
ملک الموت سے ملاقات کے وقت زبانِ حال سے ظاہر ہونے والی
حسرت وندامت 73
حضور ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین کا وصال مبارک 81
رسول خدا ﷺ کا وصال مبارک 81
امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک 104
امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا وصال 108
امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا وصال 114
امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وصال مبارک 117
قریب المرگ خلفاء، امراء اور صالحین کے اقوال 120
صحابہ کرام، تابعین اور مابعد اہل تصوف میں سے خاص صالحین کے اقوال 125
جنازوں اور قبرستان میں کہے گئے اقوالِ عارفین اور زیارتِ قبور کا حکم 137
جنازوں میں شریک ہونے کے آداب 139
قبروں کے احوال اور ان کے پاس مختلف اسلاف کے اقوال 141
اولاد کی موت کے وقت مختلف مشائخ عظام کے اقوال 154
زیارتِ قبور، میت کے لیے دعا اور میت کے متعلقہ امور 157
زیارتِ قبور کے سلسلہ میں مستحب امور 161
دفن کے بعد میت کو تلقین کرنا 164
قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنا 165
موت کی حقیقت اور صور پھونکے جانے تک میت کو پیش آنے والے احوال 170
موت کے سبب انسان میں رونما ہونے والے تغیرات 172

میت کے ساتھ قبر کی گفتگو 185
قبر کا عذاب اور منکر ونکیر کے سوالات 188
عذاب قبر کی تصدیق کے تین مقامات 194
منکر ونکیر کا سوال، ان کی صورت، قبر کا بھینچنا اور عذاب قبر کے متعلق باقی بحث 201
خواب میں مکاشفہ کے ذریعے لوگوں کو معلوم ہونے والے مردوں کے احوال 205
مردوں کے احوال اور آخرت کے لیے مفید اعمال کو منکشف کرنے والے خوابیں 206
مشائخ عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے خواب 218

دوسرا حصہ

صور پھونکے جانے سے لے کر جنت یا دوزخ میں ٹھکانہ کرنے تک جملہ
احوال اور خطرات کی تفصیل 233
نفخہ صور 233
میدانِ حشر اور اہل محشر کی کیفیت 240
اہل محشر کے پسینہ کی کیفیت 243
روزِ قیامت کی طوالت کی کیفیت 246
روز قیامت اور اس کے مصائب کی کیفیت نیز قیامت کے مختلف نام 248
اعمال کے متعلق سوال کی کیفیت 257
میزان عدل کی کیفیت 267
جھگڑا کرنے والوں اور حقوق لوٹانے کی کیفیت 270
پل صراط کی کیفیت 280
شفاعت کی کیفیت 286
حوض کوثر کی کیفیت 295
جہنم، اس کی ہولناکیوں اور عذاب جہنم کی کیفیت 299

جہنم کے طبقات	303
دوزخیوں کا مشروب	305
دوزخیوں کا کھانا	306
دوزخیوں کی جسامت	311
جنت کی صفات اور اس کی نعمتوں کی اقسام کے متعلق بحث	319
جنتوں کی تعداد	323
جنت کے دروازے	323
جنت کے بالا خانے اور ان کی بلندی	326
جنتیوں کے لباس، بچھونوں، تختوں، پلنگوں اور خیموں کی شان وشوکت	331
جنتیوں کے کھانے کی کیفیت	333
حور عین اور ولدانِ جنت کی کیفیت	335
احادیث مبارکہ میں وارد اہل جنت کے متفرق اوصاف	338
رویت باری تعالیٰ اور اس کے دیدار کی کیفیت	342
خاتمہ کتاب	356

انتساب

والد محترم مرحوم کے نام!
جنہوں نے مجھے نیکی کے راستہ کی ترغیب دی اور
تحصیل علم میں میری مدد اور راہنمائی کی

ابو انس چشتی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے لیے ہیں جس نے موت کے ساتھ بڑے بڑے جابروں کی گردنیں توڑ دی ہیں۔ اس کے ذریعے کسراؤں یعنی ایرانی بادشاہوں کی کمریں جھکا دیں ہیں اور اِس کے ذریعے ان قیصروں یعنی رومی حکمرانوں کی امیدوں اور آرزوؤں کو مختصر اور کم کر دیا ہے؛ جن کے دل ہر وقت موت سے نفرت کرتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ جب ان کے پاس وعدۂ حق یعنی موت آ گئی تو اِس نے اِن کو قبروں میں پہنچا دیا وہ اپنے محلات کی بلندیوں سے اتر کر قبر کی گہرائیوں میں چلے گئے۔ شاہانہ پلنگوں کی چمک دمک کو خیر باد کہہ کر قبر کی تاریکیوں میں محبوس ہو گئے۔ اُنہوں نے لونڈیوں اور غلاموں کے ساتھ ملاعبت و دل لگی سے منہ پھیر کر قبروں کے کیڑوں مکوڑوں کے ساتھ دوستی اختیار کر لی ہے۔ مشروبات سے لطف اندوز ہونے کو چھوڑ کر قبروں کی مٹی میں لوٹ پوٹ ہونے لگے ہیں۔ دنیا والوں کے ساتھ اُنس و محبت چھوڑ کر تنہائیوں کی وحشت میں قید ہو چکے ہیں اور نرم و نازک خواب گاہوں کو چھوڑ کر مضرِ صحت بستروں پر لیٹ گئے ہیں۔

تم غور کرو! کیا موت سے محفوظ رہنے کے لیے اِن کو کوئی قلعہ یا پناہ گاہ ملی تھی۔ آیا وہ موت کے آگے کوئی حجاب اور آڑ بنا سکے تھے؟ اور تم غور کرو جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔

هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزًا ﴿۹۸﴾ (مریم:۹۸)

”کیا تم محسوس کرتے ہو اِن میں سے کسی کو یا سنتے ہو ان کی آہٹ“۔

پاک ہے وہ ذات جو قہر و استیلاء اور غلبہ میں یکتا ہے۔ ابدی بقا کا استحقاق صرف اُس کے لیے خاص ہے۔ اُس نے ساری مخلوق کے لیے فنا کا حکم لکھ کر اِسے خوار و رسوا کر دیا ہے۔ پھر اُس نے متقی لوگوں کے لیے موت کو دنیا کی قید سے رہائی کا ذریعہ بنایا ہے اور ان کے حق میں اسے محبوب کے ساتھ ملاقات کا وقت مقرر کر دیا ہے۔ جبکہ شقی و بد بخت لوگوں کے لیے قبر کو ایک قید خانہ اور فیصلہ و قضاء کے دن تک ایک تنگ و تاریک جیل بنا دیا ہے۔ مخلوق کو بے

شمار نعمتوں کے ساتھ نوازنا اُسی کے اِختیار میں ہے اور غالب بدلہ کے ساتھ انتقام لینا اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ آسمانوں اور زمین میں وہی شکر کے لائق ہے اور اول و آخر ساری تعریفیں اُسی کے لیے ہیں اور حضرت محمد ﷺ اور اُن کی آل و اصحاب پر درود اور سلام ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باہر معجزات اور واضح نشانیوں سے نوازا ہے۔

اَمَّا بَعْدُ!

جس آدمی کے بچھڑنے کا وقت موت، جس کی خواب گاہ مٹی، جس کے انیس و غم خوار کیڑے مکوڑے، جس کے جلیس و ہم نشین منکر و نکیر، جس کے سکون و قرار کی جگہ قبر، جس کا ابدی ٹھکانا زمین کا باطن، جس کا وعدہ قیامت اور جس کے وارد ہونے کی جگہ جنت یا دوزخ ہو وہ اس لائق ہے کہ وہ صرف اپنی موت کی فکر کرے، ہر وقت صرف اسی کا تذکرہ کرے، صرف اسی کے لیے تیاری کرے، اسی کے متعلق تدبیر کرے، ہر لمحہ اسی کی طرف نظر رکھے، اسی کی جانب اپنا جھکاؤ رکھے۔ اسی کا اہتمام کرے، اسی کے گرد گھومتا رہے اور اسی کا انتظار کرے اور اسی کے لیے رکا رہے اور وہ اس بات کا حق دار ہے کہ اپنے آپ کو مردہ لوگوں میں شمار کرے اور اصحاب قبور میں سے گمان کرے کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ہر آنے والا امر بہت قریب ہے اور بعید وہ ہے جو آنے والا نہیں ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

"سمجھ دار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا خود محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے"۔

کسی چیز کے لئے تیاری صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب تیاری کرنے والے کے دل میں اس چیز کا ذکر بار بار آئے اور ذکر کی تجدید اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس چیز کو یاد دلانے والی باتوں کی طرف کان لگا کر اور اس پر آگاہی فراہم کرنے والی باتوں میں غور و فکر کے ذریعے اسے یاد رکھا جائے۔

اب ہم موت کا معاملہ، اس کے مقدمات، آخرت اور قیامت کے احوال اور جنت و

دوزخ کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کا بار بار تذکرہ کرنا نیز غور و خوض اور سوچ بچار کے ذریعے ان پر دوام رکھنا بندے کے لئے از حد ضروری ہے تا کہ یہ بیان و تذکرہ ہمارے قارئین کو موت کی تیاری کرنے کی ترغیب دے۔ کیونکہ موت کے بعد کوچ کرنے کا وقت بہت قریب آچکا ہے اور عمر میں سے تھوڑا سا حصہ باقی ہے۔ جب کہ مخلوقِ خدا اس سے غافل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝١

"قریب آ گیا ہے لوگوں کے لئے ان کے (اعمال کے) حساب کا وقت اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں"۔ (الانبیاء:۱)

ہم موت کے متعلقہ امور کو دو حصوں میں بیان کریں گے۔

پہلا حصہ

موت کے مقدمات اور صور پھونکے جانے تک اس کے توابع

اس حصہ میں آٹھ ابواب ہوں گے۔

پہلا باب : موت کو یاد کرنے اور اس کی رغبت رکھنے کے فضائل

دوسرا باب : امید کے طویل اور مختصر ہونے کا بیان

تیسرا باب : موت کی سختیاں اور شدت نیز موت کے وقت مستحب احوال

چوتھا باب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا وصال مبارک

پانچواں باب: موت کے وقت مختلف خلفاء، امراء اور صالحین کا کلام

چھٹا باب: جنازوں اور قبروں کے متعلق عارفین کے اقوال اور زیارت قبور کا حکم

ساتواں باب: موت کی حقیقت اور صور پھونکے جانے تک میت کو قبر میں پیش آنے والے جملہ احوال

آٹھواں باب: مرنے والوں کے احوال جو حالتِ نیند میں لوگوں کو مکاشفہ کے ذریعے معلوم ہوئے ہیں۔

پہلا باب

موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرنے کی ترغیب

جان لو!

جو آدمی دنیا میں منہمک ہو، اس کے دھوکے پر اوندھا گرا ہوا اور اس کی خواہشات کے ساتھ محبت کرنے والا ہو یقیناً اس کا دل موت کی یاد سے غافل رہتا ہے اور وہ موت کو یاد نہیں کرتا اور جب اس کے سامنے موت کا ذکر کیا جائے تو وہ اسے ناپسند کرتا ہے اور اس سے نفرت کا اظہار کرتا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸ (الجمعہ)

"آپ (انہیں) فرمائیے یقیناً وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں مل کر رہے گی پھر لوٹا دیا جائے گا تمہیں اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر چھپے اور ظاہر کو پس وہ آگاہ کرے گا تمہیں ان (اعمال) سے جو تم کیا کرتے تھے"۔

بندوں کی تین قسمیں

لوگوں کی تین قسمیں ہو سکتی ہیں۔ دنیا کی محبت میں منہمک بندے، ابتدائی مرحلہ میں توبہ کرنے والے اور توبہ و موت کی معرفت و پہچان رکھنے والے بندے۔

جہاں تک دنیا کی محبت میں منہمک انسان کا تعلق ہے تو وہ موت کو یاد نہیں کرتا اور اگر اتفاق سے کسی وقت موت کو یاد کرے تو صرف اپنی دنیا کے جانے پر افسوس کرتے ہوئے اسے یاد کرتا ہے ایسا انسان موت کی مذمت بیان کرنے میں مشغول رہتا ہے اور اس طریقہ سے موت کو یاد کرنا اسے اللہ تعالیٰ سے مزید دور کر دیتا ہے۔

ابتدائی مرحلہ میں توبہ کرنے والا انسان موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرتا ہے تاکہ اس کی

وجہ سے اس کے دل میں خوف اور خشیت الٰہی پیدا ہو اور وہ توبہ کی تکمیل کو پورا کر سکے بعض اوقات وہ صرف اس خوف سے موت کو ناپسند کرتا ہے کہ اسے توبہ کی تکمیل کرنے سے اور اخروی زادِراہ کی اصلاح و درستگی کرنے سے پہلے ہی نہ اُٹھالیا جائے اور وہ موت کو اس وجہ سے ناپسند کرنے میں معذور ہوتا ہے اور وہ حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کا مصداق نہیں بنتا:۔

مَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ

''جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرے اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کرنے کو ناپسند فرماتا ہے''۔

کیونکہ یہ آدمی موت کو اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند نہیں کرتا بلکہ یہ تو اپنی کمی اور تقصیر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے محروم ہونے سے خائف ہے۔ اور یہ اس آدمی کی مانند ہے جو اپنے محبوب سے ملاقات کو اس لئے متاخر کرتا ہے کہ وہ محبوب کی مرضی اور پسند کے مطابق محبوب کے ساتھ ملاقات کرنے کی تیاری میں مشغول ہے۔ لہٰذا اسے ملاقاتِ الٰہی کو ناپسند کرنے والوں میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ملاقات کی تیاری کرنے میں مصروف ہو۔ اس کی کوئی اور مصروفیت نہ ہو ورنہ اسے دنیا میں منہمک لوگوں کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔

جب کہ موت و توبہ کی معرفت و پہچان رکھنے والا انسان موت کو ہمیشہ یاد کرتا رہتا ہے کیونکہ موت اس کے لیے محبوب کے ساتھ ملاقات کا وقت ہے اور محبّ اپنے محبوب کے ساتھ ملاقات کے وقت کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ یہ آدمی عام طور پر موت کی آمد کو آہستہ اور مؤخر سمجھتا رہتا ہے حالانکہ یہ اس کی آمد کو محبوب رکھتا ہے تاکہ یہ عاصیوں کے گھر یعنی دنیا سے چھٹکارا پا کر رب العالمین کے جوارِ رحمت میں منتقل ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا حبیب فاقہ کی حالت میں آیا ہے، جو پشیمان ہوا وہ کامیاب نہ ہوا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ مجھے فقر، مالداری سے زیادہ محبوب ہے، بیماری صحت سے زیادہ محبوب ہے اور موت

زندگی سے زیادہ محبوب ہے تو پھر مجھ پر موت کو آسان فرما تا کہ میں تجھ سے ملاقات کروں۔

گویا کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا مبتدی و تائب سالک موت کو ناپسند کرنے کے معاملہ میں معذور ہے اور معرفت و پہچان رکھنے والا موت کے ساتھ محبت اور اس کی تمنا کرنے میں بھی معذور ہے اور ان دونوں سے زیادہ اعلیٰ مرتبہ و مقام اس سالک کا ہے جو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور اپنے لئے موت اور زندگی میں سے کسی کا بھی انتخاب نہ کرے بلکہ اسے سب سے زیادہ محبوب وہی چیز ہو جو اس کے مولا اور خالق کو زیادہ پسند ہے ایسا آدمی محبت اور الفت کی افراط کی وجہ سے تسلیم و رضا کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور یہی سب سے بلند غایت اور مقامِ انتہا ہے۔ ہر حال میں موت کو یاد کرنے میں بہت زیادہ ثواب اور فضیلت ہے کیونکہ دنیا کی محبت میں منہمک انسان کو بھی موت کی یاد سے یہ فائدہ ضرور حاصل ہوتا ہے کہ وہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے کیونکہ اس پر دنیا کی نعمتیں بدمزہ اور اس کی لذتیں مکدر ہو جاتی ہیں اور جو چیز بھی انسان پر دنیا کی لذتوں اور خواہشات کو مکدر کر دے وہ اخروی فلاح اور نجات کے اسباب میں شمار ہوتی ہے۔

ہر حال میں موت کو یاد کرنے کے فضائل اور اجر

حضور ﷺ نے فرمایا

اَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ

"لذتوں کو کاٹنے یعنی ختم کرنے والی کا ذکر کثرت سے کیا کرو"۔

اس کا معنی یہ ہے کہ تم موت کے ذکر اور یاد کے ذریعے لذتوں اور خواہشات کو بدمزہ کر دو حتیٰ کہ تمہارا ان کی طرف سے میلان ختم ہو جائے اور تم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

لَوْ تَعْلَمُ الْبَهَائِمُ مِنَ الْمَوْتِ مَا يَعْلَمُ اِبْنُ آدَمَ مَا اَكَلْتُمْ مِنْهَا سَمِيْنًا

"اگر چوپایوں کو موت کے متعلق اس قدر علم ہو جائے جتنا ابن آدم یعنی انسان

موت کے متعلق جانتا ہے تو تم ان میں سے کوئی موٹا جانور نہ کھا سکو"۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا قیامت کے دن کسی آدمی کو شہداء کے ساتھ بھی اٹھایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

نَعَمْ مَنْ يَّذْكُرُ الْمَوْتَ فِي الْيَوْمِ وَ اللَّيْلَةِ عِشْرِيْنَ مَرَّةً

"ہاں! جو آدمی رات اور دن میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرتا ہے"۔

اس ساری فضیلت کا سبب یہ ہے کہ موت کی یاد دار الغرور (یعنی دھوکے کے گھر) سے کنارہ کشی اختیار کرنے کو لازم کر دیتی ہے اور آخرت کے لئے تیاری کرنے کا تقاضا کرتی ہے جب کہ موت سے غفلت انسان کو دنیا کی خواہشات میں منہمک ہونے کی دعوت دیتی ہے۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ

"موت مومن کے لیے ایک تحفہ ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس لئے فرمایا ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے کیونکہ مومن دنیا میں ہمیشہ اپنے نفس کو سدھانے، اپنی شہوات اور خواہشات کو رام کرنے اور شیطان سے اپنا دفاع کرنے کی مشقت اور تھکاوٹ میں ہی مبتلا رہتا ہے اور موت اسے اس عذاب اور مشقت سے رہائی دلاتی ہے اور یہ رہائی اس کے حق میں تحفہ ہے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَوْتُ كَفَّارَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

"موت ہر مسلمان کے لئے کفارہ ہے"۔

اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد حقیقی مسلمان اور سچا مومن ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں، اس کے اندر مومن کے جملہ اخلاق پائے جاتے ہوں اور اس نے صرف چھوٹے اور صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہو ایسے آدمی کو اس کی موت گناہوں

سے پاک کر دیتی ہے اور اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے والا اور فرائض کو ادا کرنے والا ہو۔

حضرت عطاء ابن ابی مسلم خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جہاں سے لوگوں کے ہنسنے کی آواز بہت زیادہ بلند ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:۔

شَوِّبُوْا مَجْلِسَكُمْ بِذِكْرِ مُكَدِّرِ اللَّذَّاتِ

''اپنی مجالس میں لذتوں کو مکدر کرنے والی کے ذکر کی آمیزش کیا کرو''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! لذتوں کو مکدر کرنے والی کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا موت۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ يُمَحِّصُ الذُّنُوْبَ وَ يُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا

''موت کو کثرت کے ساتھ یاد کیا کرو کیونکہ اس کی یاد انسان کے گناہوں کو مٹاتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے''۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

كَفٰى بِالْمَوْتِ مُفَرِّقًا

''موت جدائی ڈالنے کے لئے کافی ہے''۔

اور ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا

''موت وعظ و نصیحت کے لئے کافی ہے''۔

مروی ہے کہ ایک دن حضور اقدس ﷺ مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں باتیں کر رہے ہیں اور زور زور سے ہنس رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

اُذْكُرُو الْمَوْتَ اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَآ اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَكَیْتُمْ كَثِیْراً

''موت کو یاد کیا کرو! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تمہیں وہ کچھ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روو زیادہ''۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کا ذکر کیا گیا اور لوگوں نے اس کی بہت زیادہ تعریف کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے دریافت فرمایا تمہارے دوست کا موت کو یاد کرنے کے سلسلہ میں کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے کبھی اسے موت کا ذکر کرتے ہوئے نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر تمہارا ساتھی تعریف کے اس مقام پر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوگوں میں سے سب سے زیادہ دانا اور معزز کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَكْثَرُ هُمْ ذِكْرًا لِّلْمَوْتِ وَ اَ شَدُّ هُمْ اِسْتِعْدَادًا لَّهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْاَ كْیَسُ ذَهَبُوْا بِشَرْفِ الدُّنیَا وَ كَرَامَةِ الْاٰخِرَةِ

''جو آدمی ان میں سے موت کو سب سے زیادہ یاد کرتا ہے اور اس کے لئے سب سے زیادہ شدت کے ساتھ تیاری کرتا ہے۔ یہی لوگ دانا ہیں جو دنیا کا شرف و بزرگی اور آخرت کی کرامت لے گئے ہیں''۔

موت کے متعلق آثارِ صحابہ و تابعین

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں موت نے دنیا کو رسوا کر دیا ہے اس نے کسی عقل مند کے لئے کوئی خوشی نہیں چھوڑی کیونکہ عقل مند انسان دنیا کو زائل اور فناہ ہونے والا سمجھتا ہے اور وہ اس کی کسی چیز پر خوش نہیں ہوتا۔

حضرت ابو یزید ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مومن آدمی جن غائب چیزوں کا انتظار کرتا ہے ان میں سے موت سے بڑھ کر بہتر اس کے لئے کوئی چیز نہیں۔ آپ

رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ میری موت کے متعلق کسی ایک بندے کو بھی اطلاع نہ دینا بلکہ چپکے سے مجھے اپنے رب کی طرف کھسکا دینا۔

ایک دانا آدمی نے اپنے بھائیوں میں سے کسی کو لکھا اے میرے بھائی! اس گھر یعنی دنیا میں موت سے ڈرو اس سے پہلے کہ تم اس گھر میں پہنچ جاؤ جہاں تم موت کی تمنا کرو لیکن تمہیں موت نہ آئے۔

حضرت ابو بکر محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب موت کا ذکر کیا جاتا تو ان کے ہر عضو پر گویا موت طاری ہو جاتی تھی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہر رات فقہاء کرام کو جمع فرماتے تھے جو ان کے سامنے موت، قیامت اور آخرت اور موت کی شدتوں کا ذکر کرتے تھے اور پھر سب اس قدر روتے تھے گویا کہ ان کے آگے کوئی جنازہ پڑا ہوا ہے۔

حضرت ابو اسحٰق ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دو چیزوں نے مجھ سے دنیا کی لذتوں کو منقطع کر دیا ہے۔ ایک موت کی یاد اور دوسری اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشگی۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس آدمی کو موت کی پہچان ہو جائے اس کے لیے دنیا کے مصائب اور غموں پر صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر مطرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا بصرہ کی جامع مسجد کے درمیان کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے موت کی یاد نے ڈرنے والوں کے دلوں کو چیر کر رکھ دیا ہے اللہ کی قسم! تو ان کو ہمیشہ بے چین اور غمگین ہی دیکھے گا۔

حضرت ابو ہانی اشعث بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم جب بھی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہاں پر صرف دوزخ، آخرت اور موت کا ہی تذکرہ ہوتا تھا۔

حضرت صفیہ بنت شیبہ تابعیہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اپنے دل کی سختی و قساوت کی شکایت کی تو

انہوں نے فرمایا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو وہ تمہارے دل کو نرم کر دے گی اس نے اسی طرح کیا اور اس کا دل نرم ہو گیا اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا شکریہ ادا کرنے کے لئے حاضر ہو گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر کیا جاتا تھا تو ان کی جلد سے خون ٹپکنے لگتا تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جب موت اور قیامت کا ذکر کیا جاتا تو وہ اس قدر روتے تھے کہ ان کے بدن کے جوڑ ہل جاتے تھے۔ پھر جب رحمت الٰہی کا ذکر ہوتا تو تمام اعضاء اپنی پہلی حالت پر آجاتے تھے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے جس عقل مند آدمی کو بھی دیکھا ہے اسے موت سے خائف اور غمگین ہی پایا ہے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عالم کی خدمت میں عرض کیا مجھے نصیحت کیجئے۔ انہوں نے فرمایا آپ کوئی پہلے خلیفہ نہیں ہیں جو انتقال کریں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور نصیحت کیجئے؟ انہوں نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے آباؤ اجداد میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں گذرا جس نے موت کا ذائقہ نہ چکھا ہو اور اب آپ کی باری آچکی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی آپ ہر روز کئی مرتبہ اس قبر میں لیٹ کر موت کی یاد تازہ کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک لمحہ کے لیے میرے دل سے موت کی یاد جدا ہو جائے تو یہ فاسد و خراب ہو جائے گا۔

حضرت مطرف بن عبد اللہ بن شخیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ موت نے اہلِ نعمت پر ان کی نعمتیں بدمزہ کر دی ہیں لہٰذا تم کوئی ایسی نعمت تلاش کرو جس میں موت نہ ہو۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عنبسہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو کیونکہ اگر تم فراوانی والی زندگی بسر کر رہے ہو تو

موت اسے تنگ کر دے گی اور اگر تم تنگ دستی والی زندگی گزار رہے ہو تو موت اسے فراخ کر دے گی۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ مشہور عارفہ حضرت ام ہارون رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھا کیا تم موت سے محبت کرتی ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا اگر میں کسی انسان کی نافرمانی کر لوں تو مجھے شرم کی وجہ سے اس کے ساتھ ملاقات کرنے کی خواہش نہیں رہتی اور جب میں نے اللہ تعالیٰ کی بے شمار نافرمانیاں کی ہیں تو میں اس سے ملاقات کو کیسے پسند کروں گی۔

موت کی یاد کو پختہ کرنے کا طریقہ

جان لو!

موت ایک انتہائی خوفناک اور سخت مرحلہ ہے اور اس کا خطرہ بہت عظیم ہے اور اس سے لوگوں کے غافل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کے متعلق غور و فکر اور اس کی یاد بہت کم کرتے ہیں اور اگر کوئی آدمی اسے یاد کرتا بھی ہے تو وہ فارغ دل کے ساتھ اسے یاد نہیں کرتا بلکہ اس کا دل دنیا کی خواہشات میں مشغول ہوتا ہے، جس وجہ سے موت کی یاد اس کے دل میں کوئی اثر پیدا نہیں کرتی۔

موت کی یاد کو دل میں پختہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کو اس موت کی یاد کے علاوہ ہر چیز سے فارغ کر لے جو موت اس کے سامنے ہے، جس طرح کسی پر خطر جنگل کی طرف سفر شروع کرنے والا یا سمندری سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ رکھنے والا انسان ہر لمحہ صرف اسی سفر کے متعلق غور و فکر کرتا رہتا ہے۔ اس طرح جب موت کی یاد اس کے دل میں بیٹھ جائے گی تو پھر وہ اس کے دل میں اثر بھی کرے گی اور اس وقت اس کی دنیا کی نعمتوں پر فرحت اور خوشی کم ہو جائے گی اور اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔

اس ضمن میں سب سے زیادہ مؤثر طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے ہم مثل اور ہم عصر لوگوں کو کثرت سے یاد کرے جو اس سے پہلے انتقال کر گئے ہیں، ان کی موت اور ان کی مٹی

کے نیچے پچھاڑ گاہوں کو یاد کرے، ان کے دنیوی اعلیٰ وارفع مناصب و مراتب اور احوال کے سلسلہ میں ان کی صورتوں کو یاد کرے اور اس بات میں غور و تامل کرے کہ اس وقت مٹی نے ان کی حسین صورتوں کو کس طرح مٹا دیا ہے، ان کے اجزا قبروں میں کس طرح بکھر چکے ہیں اور انہوں نے کس طرح اپنی بیویوں کو بیوہ، بچوں کو یتیم اور مالوں کو ضائع کر دیا ہے اور ان کی مسجدیں، مدارس اور مجلسیں ان سے خالی ہو گئی ہیں اور ان کے آثار و نشانات بھی مٹ گئے ہیں۔

جب کوئی آدمی ایک ایک آدمی کو یاد کرتا ہے اور اپنے دل میں اس کے حال کا تصور کرتا ہے اور اس کی موت کی کیفیت کا تصور کرتا ہے نیز اس کی صورت کو ذہن میں لاتا ہے اور اپنی زندگی اور بقا کی خاطر اس کی چستی، تردد اور تامل کو یاد کرتا ہے اور اس بات کو یاد کرتا ہے کہ وہ آدمی موت کو کس طرح بھول گیا تھا اور اس نے اسباب کی عدم موافقت سے کس طرح دھوکہ کھایا تھا، وہ کس طرح قوت اور جوانی کی طرف جھکاؤ رکھتا تھا۔ ہنسی اور لہو ولعب کی طرف میلان رکھتا تھا اور جلد آنے والی موت اور تیز رفتاری کے ساتھ آنے والی ہلاکت سے غافل تھا اور وہ کس طرح تردد و پریشانی میں تھا اور اب اس کے پاؤں اور بدن کے سارے جوڑ بے کار ہو چکے ہیں، وہ زندگی میں کس طرح تیزی کے ساتھ بلا خوف زبان چلاتا تھا اور اب کیڑوں نے اس کی زبان کھالی ہے، وہ زندگی میں کس طرح ہنستا تھا اور اب مٹی نے اس کے دانت کھا لئے ہیں اور وہ زندگی میں کس طرح اپنے لئے غیر ضروری اشیاء کا دس دس سال تک کیلئے انتظام کرتا تھا حالانکہ اس وقت اس کے اور اس کی موت کے درمیان صرف ایک ماہ کا فاصلہ تھا لیکن وہ اس سے غافل تھا جو اس کے متعلق ارادہ کیا جا چکا تھا حتیٰ کہ اسے ایسے وقت میں موت آ گئی جس کا اسے گمان بھی نہیں تھا۔ روح قبض کرنے والے ملک الموت کی صورت اس کے سامنے آئی اور اس کے کانوں میں جنت یا دوزخ کی آواز آنے لگی۔ جب ایک انسان یہ سب کچھ سوچتا ہے تو اس وقت وہ اپنے آپ کے متعلق غور و فکر کرتا ہے کہ وہ بھی ان کی طرح ہی ہے اور ان کی طرح ہی غافل بھی ہے اور اس کا انجام بھی ان

لوگوں کی طرح ہی ہوگا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم مُردوں کا تذکرہ کرو اور ان کو یاد کرو تو اپنے آپ کو بھی ان میں سے ایک مُردے کی مانند سمجھو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سعادت مند وہ انسان ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم ہر روز صبح یا شام کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے کسی انسان کے کفن و دفن کا اہتمام کرتے ہو اور اپنے ہاتھوں کے ساتھ اسے سخت زمین میں رکھتے ہو وہ انسان مٹی کو اپنا تکیہ بنا لیتا ہے، دوستوں کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور دنیوی اسباب اس سے منقطع ہو جاتے ہیں۔

غرضیکہ قبرستان میں داخل ہوتے وقت اور بیماروں کو دیکھتے وقت اس قسم کے افکار اور غور و فکر پر دوام رکھنا ہی دل میں موت کی یاد کو تازہ کرتا ہے حتیٰ کہ موت کی یاد انسان کے دل پر اسی طرح غالب ہو جاتی ہے کہ موت ہر لحظہ اس کی آنکھوں کے سامنے رہنے لگتی ہے۔ اور ایسے آدمی کے متعلق قوی امید کی جاسکتی ہے کہ وہ موت کے لئے تیاری کرے گا اور دھوکہ کے گھر سے کنارہ کشی اختیار کرے گا۔ ورنہ صرف ظاہری دل اور زبان کی نوک سے موت کو یاد کرنے کا ڈرانے اور تنبیہ کرنے کے سلسلہ میں بہت کم فائدہ ہوگا۔ جونہی انسان کا دل دنیا کی کسی چیز کو اچھا سمجھنے لگے تو اسی وقت انسان کو یاد کرنا چاہیے کہ اس نے لازماً اس چیز سے جدا ہونا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت ابن مطیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کی طرف نظر بھر کر دیکھا تو آپ کو اس کی خوبصورتی بہت اچھی لگی اور اس کے ساتھ ہی آپ زار و قطار رونے لگے پھر فرمایا اللہ کی قسم! اگر موت نہ ہوتی تو اے گھر! میں تجھ پر مسرور ہوتا اور اگر ہم نے قبر کی تنگی کی طرف نہ جانا ہوتا تو ہماری آنکھیں دنیا سے ضرور ٹھنڈک حاصل کرتیں پھر آپ اس قدر شدت کے ساتھ روئے کہ رونے کی آواز بلند ہونے لگی۔

دوسرا باب

امید کو طویل کرنا، امید کو مختصر رکھنے کے فضائل نیز امید کے طویل ہونے کے اسباب اور علاج کا طریقہ

امید کو مختصر رکھنے کے فضائل

مروی ہے کہ ایک دن رسولِ خدا ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا:۔

اِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَکَ بِالْمَسَاءِ وَ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَکَ بِالصَّبَاحِ وَ خُذْ مِنْ حَیَاتِکَ لِمَوْتِکَ وَمِنْ صِحَّتِکَ لِسُقْمِکَ فَاِنَّکَ یَا عَبْدَاللّٰہِ! لَا تَدْرِیْ مَا اِسْمُکَ غَدًا

”جب تم صبح کرو تو اپنے نفس سے شام کی بات نہ کرو اور جب تم شام کرو تو اس سے صبح کی بات نہ کرو۔ اپنی زندگی سے اپنی موت کے لئے اور اپنی صحت سے اپنی بیماری کے ایام کے لئے زادِ راہ لے لو؟ کیونکہ اے عبداللہ! تمہیں خبر نہیں کہ کل تمہارا نام کیا ہوگا؟“۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اِنَّ اَشَدَّ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ خَصْلَتَانِ اِتِّبَاعُ الْھَوٰی وَ طُوْلُ الْاَمَلِ فَاَمَّا اِتِّبَاعُ الْھَوٰی فَاِنَّہٗ یَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَ اَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَاِنَّہٗ الْحُبُّ لِلدُّنْیَا

”مجھے تم لوگوں پر دو خصلتوں کا سب سے زیادہ خوف ہے۔ خواہشِ نفس کی اتباع اور لمبی امید۔ خواہشِ نفس کی اتباع انسان کو حق بات قبول کرنے سے روک دیتی ہے جب کہ لمبی امید (سراسر) دنیا کی محبت ہے“۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

اَلَااِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُّحِبُّ وَیُبْغِضُ وَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا اَعْطَاہُ الْاِیْمَانَ اَلَا اِنَّ لِلدِّیْنِ اَبْنَاءٌ وَّ لِلدُّنْیَا اَبْنَاءٌ فَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدِّیْنِ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْیَا اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا قَدِارٌ تَحَلَتْ مُوَلِّیَۃً اَلَا اِنَّ الْاٰخِرَۃُ قَدَارٌ تَحَلَتْ مُقْبِلَۃً اَلَا وَ اِنَّکُمْ فِیْ یَوْمِ عَمَلٍ لَّیْسَ فِیْہِ حِسَابٌ وَّ اِنَّکُمْ تُوْشِکُوْنَ فِیْ یَوْمِ حِسَابٍ لَّیْسَ فِیْہِ عَمَلَ۔

"خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اس آدمی کو بھی دیتا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اور اسے بھی جسے مبغوض رکھتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ محبت فرماتا ہے تو اسے ایمان کی دولت عطا فرماتا ہے۔ خبردار! اس دنیا میں دین کی فکر کرنے والے بھی ہیں اور دنیا کی فکر کرنے والے بھی ہیں۔ تم دین کی فکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ اور دنیا کے فکر کرنے والے نہ بنو۔ خبردار! بے شک دنیا منہ پھیر کر جارہی ہے خبردار! بے شک آخرت تمہاری طرف منہ کر کے آرہی ہے خبردار! آج تم عمل کرنے کے دن میں ہو جس میں حساب نہیں اور عنقریب تم حساب کے دن میں ہوگے جہاں تم عمل نہیں کرسکوگے"۔

حضرت امِ منذر انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شام حضور ﷺ لوگوں کے پاس تشریف لائے اور ان کو ارشاد فرمایا:۔

اَیُّھَا النَّاسُ اَمَا تَسْتَحْیُوْنَ مِنَ اللّٰہِ

"اے لوگو! کیا تم اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں کرتے"۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

تَجْمَعُوْنَ مَا لَا تَاْکُلُوْنَ وَ تَاْمَلُوْنَ مَا لَا تُدْرِکُوْنَ وَ تَبْنُوْنَ مَا لَا

تَسْكُنُوْنَ

''تم وہ کچھ جمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں، اس کی امید باندھتے ہو جسے پاتے نہیں ہو اور وہ کچھ تعمیر کرتے ہو جس میں رہتے نہیں ہو''۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اسامہ بن زید کعبی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک سو دینار میں لونڈی خریدی اور ان کے ساتھ ایک ماہ تک ادھار کیا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سودا کے بعد میں نے حضور ﷺ کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہوئے سنا۔ کیا تم لوگوں کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر تعجب نہیں ہو رہا جس نے ایک ماہ کے وعدہ پر ادھار خریداری کی ہے۔ بے شک اسامہ کی امید بہت طویل ہے مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے جب بھی اپنی آنکھ جھپکی ہے تو میں نے یہی گمان کیا ہے کہ میری آنکھیں بند ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ میری روح قبض فرمائے گا اور جب بھی اپنی آنکھ اوپر اُٹھائی ہے تو یہی گمان کیا ہے کہ اسے نیچے کرنے سے پہلے میری روح قبض کر لی جائے گی۔ اور میں نے جب بھی کوئی لقمہ منہ میں ڈالا ہے تو میں نے یہی گمان کیا ہے کہ اسے حلق سے نیچے نگلنے سے پہلے ہی مجھے موت کا پھندا پڑ جائے گا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

''اے اولادِ آدم! اگر تم عقل و سمجھ رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۱۳۴ (الانعام)

''بے شک جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ضرور آنے والا ہے اور نہیں ہو تم (اللہ) کو عاجز کرنے والے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ

آپ ﷺ جب بھی رفع حاجت کے لئے باہر تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ رفع حاجت سے فراغت کے ساتھ ہی فوراً مٹی کے ساتھ طہارت یعنی تیمم کر لیتے اور میں عرض کرتا یارسول اللہ ﷺ! پانی آپ کے بالکل قریب موجود ہے؟ آپ ﷺ فرماتے مجھے کیا خبر کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا یا نہیں۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے تین لکڑیاں لے کر ان میں سے ایک لکڑی اپنے سامنے گاڑ دی دوسری اس کے پہلو میں اور تیسری اس سے دور کر کے گاڑ دی۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ پہلی لکڑی انسان ہے، دوسری لکڑی اس کی موت ہے اور تیسری لکڑی انسان کی امید ہے۔ انسان اس امید کو پانے کی دوڑ میں ہے لیکن موت اس امید کے آگے رکاوٹ بن جاتی ہے۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

مَثَلُ اِبْنِ آدَمَ وَ اِلٰی جَنْبِهٖ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ مَنِيَّةً اِنْ اَخْطَاتْهُ الْمَنَا يَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ

"ابن آدم کی مثال یہ ہے کہ اس کے پہلو میں ننانوے موتیں موجود ہیں اگر وہ موتیں اس سے اچک جائیں اور انسان بچ جائے تو پھر بڑھاپے میں جا گرتا ہے"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آدمی ہے اور یہ اس کے آس پاس مہلک موتیں ہیں جو اس کی طرف منہ کھول کر کھڑی ہوئی ہیں، بڑھاپا موتوں کے پیچھے پیچھے ہے اور بڑھاپے کے پیچھے پیچھے امید ہے۔ چنانچہ انسان لمبی امید باندھتا ہے جبکہ موتیں اس کی جانب منہ کھولے ہوئے ہیں اور جس موت کو اس انسان کے متعلق حکم ملتا ہے وہ اسے پکڑ لیتی ہے اور اگر انسان کسی طرح موتوں سے بچ جائے تو پھر بڑھاپا اسے ہلاک کر دیتا ہے اور انسان امید کی انتظار کرتا رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہمارے

سامنے ایک مربع شکل میں لکیر کھینچی اور اس مربع کے درمیان میں ایک لکیر کھینچی پھر اس درمیانی لکیر کے ساتھ ساتھ کئی لکیریں کھینچ دیں اور اس مربع کے باہر ایک لکیر کھینچ دی پھر ہم سے دریافت فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ درمیانی خط انسان ہے اور مربع کی لکیر موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور اس درمیانی خط یعنی انسان کے آس پاس مختلف قسم کے مصائب ہیں جو اسے ڈستے رہتے ہیں۔ اگر انسان ایک مصیبت سے بچ جائے تو دوسری مصیبت اسے ڈس لیتی ہے اور مربع کے باہر کی لکیر انسان کی امید ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَبْقٰى مَعَهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ وَ الْاَمَلُ

"ابنِ آدم بوڑھا ہوتا جاتا ہے لیکن دو خصلتیں اس کے ساتھ باقی رہتی ہیں حرص اور امید"۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

وَتَشِبُّ مَعَهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَ الْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ

"اور دو چیزیں اس کے ساتھ ساتھ جوان ہوتی جاتی ہیں مال کی حرص اور زندہ رہنے کی حرص"۔

ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

نَجَا اَوَّلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِالْيَقِيْنِ وَالزُّهْدِ وَيَهْلِكُ آخِرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِالْبُخْلِ وَ الْاَمَلِ

"اس امت کے پہلے لوگوں نے یقین اور زہد کے سبب نجات پائی ہے جب کہ اس کے پچھلے لوگ بخل اور امید کے سبب ہلاک ہونگے"۔

منقول ہے کہ ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی جگہ پر تشریف فرما تھے اور آپ علیہ السلام کے قریب ہی ایک بوڑھا آدمی بیلچے کے ساتھ زمین کھودنے کے کام میں مصروف

تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دل میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ! اس کے دل سے امید کو نکال دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اس بوڑھے نے فوراً بیلچہ زمین پر رکھ دیا اور پہلو کے بل لیٹ گیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ! اس کی امید اسے واپس لوٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی چنانچہ وہ بوڑھا فوراً اُٹھا اور کام شروع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس بوڑھے سے کام چھوڑنے اور پھر دوبارہ کام شروع کرنے کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے کہا میں کام کر رہا تھا کہ اچانک میرے نفس نے مجھے کہا اے انسان! تم کب تک کام کرتے رہو گے حالانکہ تم بالکل بوڑھے ہو چکے ہو اور میں بیلچہ زمین پر پھینک کر لیٹ گیا پھر میرے نفس نے مجھے کہا اللہ کی قسم! تم جب تک زندہ ہو تمہیں گزر اوقات کی ضرورت رہے گی حتی کہ میں نے فوراً بیلچہ پکڑ لیا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا تم سب جنت میں جانا پسند کرتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

قَصِّرُوْا مِنَ الْاَمَلِ وَثَبِّتُوْا آجَا لَکُمْ بَیْنَ اَبْصَارِکُمْ وَاسْتَحْیُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَیَاءِ

''اپنی امیدیں مختصر رکھو، اپنی موت کو ہر وقت اپنی نگاہوں کے سامنے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے کما حقہ حیا کرو''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کرتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ دُنْیَا تَمْنَعُ خَیْرَ الْاٰخِرَةِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ حَیَاةٍ تَمْنَعُ خَیْرَ الْمَمَاتِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَمَلٍ یَّمْنَعُ خَیْرَ الْعَمَلِ

''اے اللہ! میں ایسی دنیا سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو آخرت کی بھلائی کو مجھ سے روک دے، میں ایسی زندگی سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو موت کی بھلائی کو مجھ سے منع کر دے اور میں ایسی امید سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو عمل کی بھلائی کو مجھ سے روک دے''۔

آثارِ صحابہ وتابعین

حضرت مطرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر مجھے اس بات کا علم ہو جائے کہ میری موت کب آئے گی تو مجھے خدشہ ہے کہ میری عقل زائل ہو جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو موت سے بے خبر رکھ کر ان پر احسان فرمایا ہے اگر یہ بے خبری نہ ہوتی تو لوگوں کو زندگی خوشگوار نہ لگتی اور نہ ہی بندوں کے ساتھ دنیا کے بازار آباد ہوتے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سہو یعنی بھول اور امید انسان کے لیے دو عظیم نعمتیں ہیں اگر یہ دونوں چیزیں نہ ہوتیں تو مسلمان راستوں میں چلتے نظر نہ آتے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچتی ہے کہ انسان کو احمق یعنی کم عقل پیدا کیا گیا ہے۔ اگر یہ احمق نہ ہوتا تو اس کی زندگی خوشگوار نہ ہوتی۔

حضرت ابو عبداللہ سعید بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا اہلِ دنیا کی کم عقلی کی وجہ سے آباد ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین آدمیوں نے تعجب میں ڈالا ہے حتیٰ کہ مجھے ہنسا دیا ہے۔ ایک دنیا کی امید رکھنے والا انسان جب کہ موت اس کی طلب میں ہے دوسرا غافل انسان جس سے غفلت نہیں برتی جائے گی اور تیسرا منہ بھر کر ہنسنے والا جب کہ اسے اس بات کا علم نہیں کہ کیا دونوں جہانوں کا رب اس سے ناراض ہے یا راضی۔ اور تین چیزوں نے مجھے بہت زیادہ غمگین کیا ہے حتیٰ کہ مجھے رلا دیا ہے ایک اپنے محبوبوں (یعنی حضرت محمد ﷺ اور آپ کی جماعت) کی جدائی دوسرا قیامت کی گھبراہٹ اور تیسرا اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر کھڑے ہونا جب کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ میرے متعلق

جنت کی طرف جانے کا حکم صادر ہوتا ہے یا دوزخ کی طرف۔

اسلاف میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت زارہ ابن اوفی بصری رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا آپ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ مؤثر ہے؟ انہوں نے فرمایا توکل اور امید کو مختصر رکھنا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ علیہ فرماتے ہیں دنیا سے زہد یہ ہے کہ تم اپنی امید مختصر رکھو اور موٹا کھانا کھاؤ۔ بوری پہننے کا نام زہد نہیں۔

مروی ہے کہ حضرت ابو مالک مفضل بن فضالہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی کہ وہ ان سے امید کو دور فرمائے اس دعا کے سبب ان کی کھانے پینے کی خواہش ختم ہو گئی پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی امید واپس لوٹا دی اور انہوں نے کھانا پینا شروع کر دیا۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اے ابو سعید! کیا آپ اپنی قمیص نہیں دھوتے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا معاملۂ موت اس سے بھی زیادہ جلدی کا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں موت تمہاری پیشانیوں کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اور دنیا تمہارے پیچھے لپٹتی جا رہی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اس آدمی کی مانند ہوں جس کی گردن جھکی ہوئی ہے اور اس کو کاٹنے کے لیے اس کے اوپر تلوار کھینچی ہوئی ہے اور وہ اس انتظار میں ہے کہ اس کی گردن کب اڑا دی جائے گی۔

حضرت داؤد بن نصیر طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر میں ایک ماہ تک زندہ رہنے کی امید باندھوں تو تم یقیناً مجھے دیکھو گے گویا میں نے کسی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے اور جب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ مصیبتوں نے دن رات کی ہر گھڑی میں مخلوق کو ڈھانپ رکھا ہے تو میں اتنی طویل مدت کے لیے امید کیسے باندھ سکتا ہوں۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ ابو ہاشم امانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے اپنی چادر کے پلو میں کوئی چیز باندھی ہوئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استادِ محترم نے پوچھا یہ آپ کی چادر کے پلو میں کیا ہے؟

حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کچھ بادام ہیں میرے ایک بھائی نے مجھے دیئے ہیں اور اس نے کہا ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ان سے روزہ افطار کریں۔ انہوں نے فرمایا اے شقیق! تم بھی اپنے نفس کے ساتھ یہ بات کرتے ہو کہ تم آج رات تک زندہ رہو گے۔ میں آپ سے کبھی کلام نہیں کروں گا اور پھر میرے سامنے اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے گھر کے اندر چلے گئے۔

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا ہر سفر کے لیے لازماً زادِ راہ ہوتا ہے لہٰذا تم اپنی دنیا سے آخرت کی طرف سفر کے لئے تقویٰ کا زادِ راہ لے لو اور تم اس آدمی کی طرح ہو جاؤ جس نے اس ثواب اور عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تیار فرما رکھا ہے۔ لہٰذا اس ثواب کی رغبت اور عذاب سے خوف رکھو اور تم پر مدت طویل نہ ہو۔ ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم اپنے دشمن ابلیس کی اطاعت کرنے لگو گے۔ کیونکہ اللہ کی قسم! اس آدمی کی امید طویل نہیں ہوتی جس کو یہ خبر ہو کہ وہ شام کے بعد صبح نہیں کرے گا اور صبح کے بعد شام نہیں کرے گا۔ کیونکہ ان کے درمیان موت کے اچکنے کے کئی اوقات ہیں۔

یاد رکھو! میں نے اور آپ نے بھی کئی ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو دنیا کے ساتھ دھوکہ میں مبتلا ہیں۔ آنکھ صرف اس آدمی کی ٹھنڈی ہو سکتی ہے جسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پر پختہ یقین ہو اور خوشی کا اظہار صرف ایسا آدمی کر سکتا ہے جو قیامت کی گھبراہٹوں سے مامون ہو جب کہ جس آدمی کو ایک زخم کا مداوی کرنے سے پہلے کسی دوسری جانب سے دوسرا زخم لگ جائے وہ خوش کیسے ہو سکتا ہے؟ میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم لوگوں کو کسی ایسی بات کا حکم دوں جس سے اپنے نفس کو نہیں روکتا ورنہ میری تجارت خسارے میں رہے

گی، میرا عیب ظاہر ہو جائے گا اور اس دن میری محتاجی سب کے سامنے آجائے گی جس دن مالداری اور فقر ظاہر ہوں گے اور ترازو قائم ہوں گے۔ تم کو ایک ایسے معاملہ کا مکلف بنایا گیا ہے کہ اگر ستاروں کو اس کا مکلف بنایا جاتا تو وہ بے نور ہو جاتے، اگر پہاڑوں کو اس کا مکلف بنایا جاتا تو وہ پگھل جاتے اور اگر زمین کو اس کا مکلف بنایا جاتا تو وہ شق ہو جاتی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان کوئی منزل نہیں اور تم ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف رواں دواں ہو۔

منقول ہے کہ ایک آدمی نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی طرف خط لکھا۔ اما بعد! دنیا ایک میٹھا خواب ہے اور آخرت بیداری ہے اور ان دونوں کے درمیان موت ہے جب کہ ہم بے حقیقت و بے بنیاد خوابوں میں ہیں والسلام۔ اسی طرح ایک آدمی نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی طرف خط لکھا۔ دنیا کا غم بہت طویل ہے اور موت انسان کے انتہائی قریب ہے۔ ہر دن میں سے کمی اور گھاٹے کے لئے کچھ نہ کچھ حصہ ہے اور انسان کے جسم میں آزمائش رینگ کر داخل ہو رہی ہے۔ لہٰذا تم کوچ کی آواز ملنے سے پہلے جلدی جلدی تیار ہو جاؤ۔ والسلام۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لغزش سرزد ہونے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی امید ان کی پیٹھ کے پیچھے اور موت آنکھوں کے سامنے تھی اور جب آپ علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو آپ علیہ السلام میں تبدیلی آگئی۔ آپ علیہ السلام نے امید کو اپنی آنکھوں کے سامنے اور موت کو پیٹھ کے پیچھے رکھ دیا۔

حضرت عبید اللہ بن شمیط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم کو فرماتے ہوئے سنا ہے آپ فرمایا کرتے تھے اے اپنی طویل صحت سے دھوکہ کھانے والے! کیا تو نے کبھی کسی کو بیماری کے بغیر مرتے ہوئے نہیں دیکھا، اے طویل مہلت سے دھوکہ کھانے والے! کیا تو نے کبھی کسی کو سامان کے بغیر گرفتار نہیں دیکھا، اگر تم اپنی طویل عمر میں غور و فکر کرو تو تم اپنی گزشتہ لذتوں کو بھول جاؤ گے۔ کیا تم صحت سے دھوکہ میں مبتلا ہو یا تم اپنی طویل

عافیت پر اکڑتے ہو؟ کیا تم موت سے مامون ہو یا تم ملک الموت پر جرأت کرتے ہو جب ملک الموت آئے گا تو تیری مالی ثروت اور جماعت کی کثرت تجھ سے ملک الموت کو نہیں روک سکے گی۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ موت کی گھڑی کرب، اندوہ وغم اور اپنی تفریط پر ندامت کی گھڑی ہے پھر فرمایا اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے موت کے بعد کے لئے عمل کئے ہیں اور اس بندے پر رحم فرمائے جس نے موت کے نزول سے پہلے اپنے نفس کے لیے غور وفکر کیا ہے۔

حضرت ابوزکریا یحییٰ بن طلحہ تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس ایک پتھر لایا گیا جس پر کوئی تحریر تھی۔ اس نے اس تحریر کو پڑھنے والے آدمی کے لئے حکم دیا تو حضرت وہب بن منبہ یمانی رحمۃ اللہ علیہ کو لایا گیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا:۔

ابنِ آدم! اگر تو اپنی موت کی قریبی کو دیکھ لے تو تو یقیناً اپنی لمبی امید سے کنارہ کشی اختیار کر لے، زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی طرف راغب ہو جائے اور اپنی حرص وحیلہ کو مختصر کر دے۔ اور اگر اس دنیا میں تیرے قدم پھسل گئے تو کل تجھے ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا، تیری اولاد اور نوکر چاکر تجھے چھوڑ جائیں گے، تیرے والدین اور قریبی رشتہ دار تجھ سے الگ ہو جائیں گے اور تیرے بیٹے اور رشتہ دار تجھے لاوارث قبر میں پھینک جائیں گے۔ پھر نہ تو دنیا کی طرف لوٹ سکے گا اور نہ ہی اپنی نیکیوں میں اضافہ کر سکے گا لہٰذا حسرت اور ندامت سے پہلے قیامت کے دن کے لئے عمل کر لو۔ یہ سن کر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

اسلاف میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت عبدالرحمٰن بن یوسف کے نام ایک خط دیکھا جس میں لکھا ہوا تھا اے عبدالرحمٰن! تم پر سلامتی ہو میں تمہارے سامنے اُس اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں!

اما بعد! میں تجھے مہلت کے گھر یعنی دنیا سے ابدی اقامت کے گھر اور اعمال کی جزاء کے گھر یعنی آخرت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ڈراتا ہوں کیونکہ تو کچھ مدت تک زمین کے ظاہر پر رہنے کے بعد اس کے باطن میں چلا جائے گا پھر تیرے پاس منکر ونکیر آئیں گے اور تمہیں بٹھا کر سخت جھڑکیں گے پھر اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہوا اور تمہیں جواب دینے کی توفیق مل گئی تو تمہیں کوئی مایوسی، وحشت اور فاقہ نہیں ہوگا۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے بری جگہ اور تنگ قرار گاہ سے بچائے تو پھر تجھے قبروں سے حشر کی چیخ و پکار سنائی دے گی، صور پھونکا جائے گا اور مخلوق کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لئے جبار ذات سامنے ہوگی، یہ زمین اپنے مکینوں سے خالی ہو جائے گی اور آسمان اپنے ساکنین سے خالی ہو جائیں گے۔ پھر سب بھید ظاہر ہو جائیں گے، جہنم بھڑکا دی جائے گی، ترازو لگا دیئے جائیں گے اور انبیائے کرام اور شہدا کو لا کر ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کتنے آدمی رسوا ہونے والے ہوں گے اور کتنے لوگوں کی پردہ پوشی کی جائے گی، کتنے ہلاک ہونے والے اور کتنے نجات پانے والے ہوں گے اور کتنے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور کتنے لوگوں پر رحم کیا جائے گا۔ کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ اس دن میرا اور تیرا حال کیا ہوگا؟

اس عالم یعنی آخرت میں وہ کچھ ہے جس نے دنیوی لذتوں کو منہدم کر دیا ہے، خواہشات سے ہماری جان چھڑا دی ہے، امید کو مختصر کر دیا ہے، سونے والوں کو بیدار کر دیا ہے اور غافلوں کو ہوشیار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم خطرہ پر ہماری اور تمہاری مدد فرمائے میرے اور تیرے دل میں دنیا و آخرت کو اسی طرح بنا دے جس طرح متقی لوگوں کے دلوں میں ان دونوں کا مقام ہے کیونکہ ہم اسی کے ساتھ اور اس کے لئے ہیں۔ والسلام۔

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے کے بعد فرمایا اے لوگو! تمہیں بیکار پیدا نہیں کیا گیا اور نہ ہی تمہیں بیکار چھوڑا جائے گا۔ تمہارے لوٹنے کی ایک جگہ یعنی آخرت ہے

جس میں اللہ تعالیٰ تمہیں جمع فرما کر تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور کل بروز قیامت وہ آدمی خائب و خاسر اور بد بخت ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس رحمت سے خارج کر دیا جو ہر چیز پر چھائی ہوئی اور غالب ہے اور اس کو اس جنت سے محروم کر دیا جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ اور کل میدان محشر میں مامون و بے خوف وہی آدمی ہوگا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا، جس نے تقویٰ اختیار کیا، تھوڑا دے کر زیادہ خرید لیا، فانی دے کر باقی خرید لیا اور بد بختی کے عوض سعادت لے لی۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم ہلاک ہونے لوگوں کی پیٹھوں میں موجود تھے اور تمہارے بعد دوسرے لوگ تمہارے نائب ہوں گے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم ہر روز صبح و شام بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف الوداع کہتے ہو جنہوں نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے اور ان کی امید ختم ہو گئی ہے۔ تم ان کو زمین کے سخت باطن میں کسی تکیہ اور بچھونے کے بغیر رکھتے ہو، انہوں نے اسباب سے علیحدگی اختیار کر لی ہے وہ اپنے احباب سے جدا ہو گئے ہیں اور حساب و کتاب کا سامنا کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں تم لوگوں سے بات کر رہا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کسی ایک آدمی کے گناہ بھی میرے گناہوں سے زیادہ ہوں گے ان گناہوں کو میں خود جانتا ہوں۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف پر مبنی طریقے ہیں کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی اطاعت کرنے کا حکم دیتا ہوں اور اس کی نافرمانی سے منع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کا طلب گار ہوں اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی آستین اپنے چہرے پر رکھی اور رونے لگے حتیٰ کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ اس کے بعد آپ انتقال فرمانے تک دوبارہ کسی مجلس میں تشریف نہ لا سکے۔

حضرت قعقاع بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں تیس سال سے موت کی تیاری کر رہا ہوں اگر موت میرے پاس آجائے تو میں اس میں اتنی تاخیر بھی پسند نہیں کرتا جتنی دیر میں ایک چیز کو دوسری سے پیچھے کیا جاتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے کوفہ کی مسجد میں

ایک شیخ کو دیکھا جو کہہ رہے تھے کہ میں تیس سال سے اس مسجد میں بیٹھ کر اپنی موت کا انتظار کر رہا ہوں کہ مجھے موت آجائے جب موت آجائے گی تو میں اسے کسی چیز کے متعلق حکم نہیں دوں گا اور نہ کسی چیز سے منع کروں گا نیز میرا کسی کے ذمہ کوئی حق نہیں اور نہ کسی دوسرے کا میرے ذمہ کوئی حق ہے۔

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم ہنس رہے ہو حالانکہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا کفن دھوبی کے ہاں سے نکل چکا ہو۔

حضرت ابو محمد بن علی الزاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم کوفہ میں ایک جنازہ میں شریک ہوئے اس میں حضرت داؤد بن نصیر طائی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے جب میت دفن کی جارہی تھی تو آپ لوگوں سے الگ تھلگ ایک کونے میں بیٹھ گئے اور میں بھی آکر ان کے قریب بیٹھ گیا۔ انہوں نے گفتگو شروع کرتے ہوئے فرمایا جو آدمی وعید عذاب سے ڈرتا ہے اس کے لئے دور کی چیز بھی قریب ہو جاتی ہے۔ جس آدمی کی امید طویل ہو اس کا عمل کمزور ہو جاتا ہے اور ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔ اے بھائی! یاد رکھو جو چیز بھی تجھے اپنے رب سے غافل کردے وہ تیرے لئے منحوس و بے برکت ہے اور یاد رکھو تمام اہلِ دنیا اہلِ قبور میں سے ہیں جو اپنے پیچھے چھوڑی ہوئی چیز پر نادم ہوتے ہیں اور آگے بھیجی ہوئی چیز پر خوش ہوتے ہیں۔ جس چیز پر اہلِ قبور اپنی قبروں میں پہنچ کر نادم ہوتے ہیں دنیا والے اسی پر لڑتے ہیں، اسی کی رغبت کرتے ہیں اور اسی پر حاکموں کے سامنے باہم جھگڑتے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت ابو محفوظ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن خود نماز کی اقامت کہی حضرت محمد بن ابی توبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر انہوں نے مجھے حکم فرمایا نماز پڑھاؤ۔ میں نے کہا اگر میں نے آپ لوگوں کو یہ نماز پڑھائی تو پھر مزید نمازیں نہیں پڑھاؤں گا۔ حضرت معروف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا تم دل میں یہ خیال کرتے ہو کہ تم اس کے بعد دوسری نماز بھی پڑھو گے۔ ہم لمبی امید سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کیونکہ یہ انسان کو اچھے عمل سے روکتی ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا اے لوگو! بے شک یہ دنیا تمہارے قرار و سکون کا ٹھکانہ اور گھر نہیں اس گھر کے لئے اللہ تعالیٰ نے فنا لکھ دی ہے اور اس کے مکینوں پر یہاں سے کوچ کرنا لکھ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں کئی مضبوط آباد بہت جلد خراب ہو جاتے ہیں اور کئی قابلِ رشک مقیم بہت جلد کوچ کر جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر رحم فرمائے۔ سب سے اچھی و عمدہ بھلائی کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کو اچھا بناؤ اور زادِراہ اختیار کرو اور سب سے بہترین زادِراہ تقویٰ ہے اور دنیا سمٹنے والے سایوں کی مانند ہے جو ختم ہو جاتا ہے۔ ابنِ آدم اس دنیا میں ٹھنڈی آنکھوں کی حالت میں دوسرے لوگوں کے ساتھ مقابلہ و فخر کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اچانک اسے اپنی قدرت کے ساتھ اپنی طرف بلا لیتا ہے اور اسے اس کی موت کے دن موت کے آگے ڈال دیتا ہے جو اس سے اس کے جملہ آثار اور دنیا سلب کر لیتی ہے اور اس کے محلات اور مال و دولت دوسرے لوگوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ بے شک دنیا انسان کو جس قدر ضرر پہنچاتی ہے اس قدر خوشی نہیں دیتی بلکہ یہ خوشی کم اور غم طویل دیتی ہے۔

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے آج وہ لوگ کہاں گئے ہیں جن کے چہرے روشن اور حسین تھے اور وہ اپنی جوانیوں پر فخر کیا کرتے تھے؟ وہ بادشاہ کہاں گئے ہیں جنہوں نے شہر تعمیر کئے تھے اور ان کے گرد دیواریں بنا کر ان کو محفوظ بنایا تھا؟ وہ لوگ کہاں ہیں جو لڑائی کے میدانوں میں غالب ہو جاتے تھے؟ زمانے نے ان کو ذلیل اور عاجز کر دیا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی قبور کے اندھیروں میں پہنچ گئے ہیں لہٰذا تم جلدی کرو اور اپنی نجات کا بندوبست کرو۔

امید کے طویل ہونے کے اسباب اور اس کا علاج

جان لو!

امید کے طویل ہونے کے دو اسباب ہیں۔ ایک جہالت اور دوسرا دنیا کی محبت

طویل امید کا پہلا سبب دنیا کی محبت

کیونکہ جب ایک انسان کو دنیا، اس کی خواہشات، لذات اور علائق کے ساتھ محبت اور انس ہو جائے تو اس کی جدائی انسان کے دل پر گراں ہو جاتی ہے اور انسان کا دل اس موت میں غور وفکر کرنا ترک کر دیتا ہے جو موت دنیا سے جدائی کا سبب ہے اور یہ فطری امر ہے کہ جو آدمی جس چیز کو ناپسند کرتا ہے اسے اپنے آپ سے دور کرتا رہتا ہے انسان باطل آرزوؤں پر فریفتہ اور ان میں مشغول رہتا ہے اور ہمیشہ اپنی ذات کے لئے اس چیز کی آرزو کرتا ہے جو اس کی مراد کے موافق ہو اور اس کی مراد دنیا میں باقی رہنے کے موافق ہے۔ لہٰذا وہ دنیا میں ہمیشہ باقی رہنے کے متعلق ہی سوچتا ہے اور اسی کے متعلق غور وفکر کرتا ہے نیز دنیا میں ہمیشہ باقی رہنے کے اسباب اور ضروری امور میں ہی تفکر کرتا رہتا ہے۔ جیسے مال، اہل و اولاد، گھر، دوست احباب، سواریاں، لباس، مال و متاع اور دنیا کے تمام اسباب وغیرہ غرضیکہ اس کا دل ہر وقت اسی غور وفکر میں محصور رہتے ہوئے دنیا کی طرف متوجہ رہتا ہے اور انسان موت کی یاد سے غافل ہو کر اسے اپنے قریب نہیں سمجھتا۔

اگر بعض احوال میں انسان کے دل میں موت اور اس کے لئے تیاری کرنے کی ضرورت کا خیال آ بھی جائے تو انسان اپنے نفس کے ساتھ کل کا وعدہ کر کے اسے ٹال دیتا ہے اور کہتا ہے تیرے پاس ابھی بڑے دن باقی ہیں جب بڑے ہو جاؤ گے تو توبہ کر لینا۔ جب انسان بڑا ہو جائے تو پھر اپنے نفس سے کہتا ہے ابھی بہت عمر باقی ہے بوڑھے ہو کر توبہ کر لینا اور جب انسان بوڑھا ہو جائے تو پھر انسان اپنے نفس سے کہتا ہے یہ گھر بنانے سے یا اس زمین کو آباد کرنے سے فراغت کے بعد یا اس سفر سے واپسی کے بعد یا اس بیٹے کے جملہ انتظامات اور شادی کر کے نیز اس کے لئے گھر بنانے کے بعد یا اس دشمن کو مغلوب کرنے کے بعد توبہ کر لینا جو دشمن تیری تکلیف پر خوش ہوتا ہے لہٰذا وہ مسلسل ٹال مٹول اور توبہ کرنے میں تاخیر کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ انسان جس کام میں مشغول ہوتا ہے اس کو مکمل کرنے کے لئے دس مزید کام اس کے گلے پڑ جاتے ہیں اور اس طرح انسان توبہ کو تدریجاً ایک ایک دن

پر مؤخر کرتا جاتا ہے اور اسے ایک مشغولیت دوسری مشغولیت کی طرف متوجہ کرتی رہتی ہے۔ بلکہ کئی کاموں کی طرف کھینچتی رہتی ہے حتیٰ کہ اسے ایک ایسے وقت میں موت آجاتی ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور اس وقت اس کی حسرت طویل ہو جاتی ہے۔

اکثر دوزخی اور ان کی چیخ و پکار توبہ میں ٹال مٹول کرنے کی وجہ سے ہوگی اور وہ کہیں گے ہائے افسوس! ہم نے توبہ کرنے میں ٹال مٹول کیوں کی تھی۔ اور ٹال مٹول کرنے والا مسکین یہ نہیں جانتا کہ جو چیز آج اسے ٹال مٹول کرنے کی دعوت دیتی ہے وہ کل بھی اس کے ساتھ ہی ہوگی اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی قوت اور پختگی میں اضافہ ہی ہوگا۔ انسان یہ گمان کرتا ہے کہ دنیا کی لذتوں میں محو اور اس کے محافظ انسان کو کبھی نہ کبھی فرصت ملے گی حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ اس سے صرف اسی آدمی کو فراغت مل سکتی ہے جو اسے دور پھینک دے

فَمَا قَضٰی اَحَدٌ مِنهَا لُبَانَتَهٗ وَمَا انتَهٰی اَرَبٌ اِلَّا اِلٰی اَرَبِ

"اس دنیا سے کسی ایک آدمی نے بھی اپنی حاجت نہیں پائی اور ہر ضرورت کی انتہا کسی دوسری ضرورت پر ہی ہوتی ہے"۔

ان تمام آرزوؤں کی اصل دنیا کی محبت اور اس کے ساتھ انس ہے نیز حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے غفلت ہے۔

اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُهٗ

"تم جس سے چاہو محبت کرو آپ نے اس سے جدا ہونا ہے"۔

طویل امید کا دوسرا سبب جہالت

کیونکہ بعض اوقات انسان اپنے شباب و جوانی پر بھروسہ کرتا ہے اور اپنی جوانی کی وجہ سے موت کے قریب ہونے کو بعید سمجھتا ہے اور انسان مسکین اس بات میں غور و فکر نہیں کرتا کہ اگر اس کے شہر کے بوڑھوں کو شمار کیا جائے تو وہ شہر کے آدمیوں کے دسویں حصے سے بھی کم ہوں گے۔ اور وہ کم اس لیے ہیں کہ لوگوں کو موت جوانی میں زیادہ آتی ہے۔ کیونکہ ایک

بوڑھے آدمی کی موت آنے تک اس کے سامنے ہزاروں بچے اور نوجوان مر جاتے ہیں۔

اسی طرح بعض اوقات انسان اپنی صحت کی وجہ سے موت کو بعید سمجھتا ہے اور ناگہانی موت کو بھی بعید گمان کرتا ہے حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ صحت کی حالت میں بھی موت کا آنا بعید نہیں اور اگر اس حال میں موت کا آنا بعید ہے تو مرض کا اچانک آجانا قطعاً بعید نہیں اور ہر مرض اچانک ہی حملہ آور ہوتی ہے اور جب انسان بیمار ہو جائے تو پھر موت دور نہیں ہوتی۔

اگر غافل انسان غور وفکر کرے اور یہ جان لے کہ موت کے لئے جوانی، بڑھاپے، ادھیڑ عمری، گرمی، سردی، خزاں، بہار اور رات دن میں سے کوئی وقت مخصوص نہیں تو اس کا شعور بڑھ جائے گا اور وہ لامحالہ اس کے لئے تیاری کرنے میں مشغول ہو جائے گا لیکن ان جملہ امور سے جہالت اور دنیا کی محبت ہر وقت انسان کو لمبی امید رکھنے اور موت کو قریب سمجھنے سے غافل رہنے کی دعوت دیتی ہے۔ اور انسان ہمیشہ یہ گمان کرتا ہے کہ موت اس کے سامنے ہے لیکن وہ یہ فرض نہیں کرتا کہ موت اس پر بھی آئے گی اور یہ اس کا شکار ہوگا بلکہ انسان ہمیشہ یہی گمان کرتا ہے کہ وہ دوسروں کے جنازوں کے ساتھ جائے گا اور یہ فرض نہیں کرتا کہ کبھی اس کے جنازے کو بھی کاندھا دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ جنازوں کے ساتھ بار بار جاتا ہے اور ان سے مانوس ہو گیا ہے اور یہ دوسروں کی موت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ لیکن اپنی موت کے ساتھ مانوس نہیں اور نہ ہی اس کا اپنی موت کے ساتھ مانوس ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ وہ واقع ہی نہیں ہوئی اور جب واقع ہوگی تو پھر دوبارہ واقع نہیں ہوگی یہی پہلی اور آخری بار ہوگی۔

اس خیال کو پختہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کسی دوسرے پر قیاس کرے اور یہ یقین کر لے کہ موت کا آنا ضروری ہے۔ ایک دن اس کا جنازہ بھی اُٹھایا جائے گا اور اسے اپنی قبر میں دفن کیا جائے گا۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس کی لحد کو بند کرنے کے لئے اینٹ تیار ہو چکی ہو اور اسے معلوم نہ ہو غرضیکہ انسان کا توبہ کرنے سے ٹال مٹول کرنا سراسر جہالت ہے۔

طویل امید کا علاج

جب آپ نے یہ جان لیا ہے کہ طویل امید کا سبب جہالت اور دنیا کے ساتھ محبت ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اس کے سبب کو دور کیا جائے۔

پہلا طریقہ دنیا کی محبت کا علاج

دنیا اور اس کی محبت کو دل سے نکالنے کا علاج بہت مشکل اور سخت ہے۔ یہ ایک ایسی لا علاج بیماری ہے جس کے علاج نے اولین و آخرین سب لوگوں کو عاجز کر دیا ہے اور اس کا صرف یہی علاج ہے کہ انسان کا روزِ آخرت اور اس میں موجود بہت بڑے عذابوں اور عمدہ ثوابوں پر پختہ ایمان اور یقین ہو جب انسان کو یہ یقین حاصل ہو جائے تو اس کے دل سے دنیا کی محبت کوچ کر جائے گی۔ کیونکہ ایک بلند درجہ چیز کی محبت انسان کے دل سے حقیر چیز کی محبت مٹا دیتی ہے۔ جب انسان دنیا کی حقارت اور آخرت کی نفاست کو دیکھے گا تو پھر دنیا کی طرف التفات کرنے سے باز رہے گا اور اگر اسے مشرق سے مغرب تک ساری زمین کی حکومت بھی دے دی جائے تو وہ اسے قبول نہیں کرے گا۔

جبکہ اگر ایک انسان کے پاس دنیا کی صرف تھوڑی سی مقدار ہو اور وہ بھی مکدر اور بے مزہ ہو تو وہ دنیا سے کیسے منہ نہیں پھیرے گا اور اسے دنیا پر کس طرح خوشی ہو گی اور جب انسان کا آخرت پر پختہ ایمان ہے تو پھر اس کے دل میں دنیا کی محبت کس طرح راسخ ہو گی، ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دنیا اسی طرح دکھائے جس طرح اس نے اپنے صالح بندوں کو دکھائی ہے۔

موت کو دل میں بٹھانے کے سلسلے میں اس جیسا کوئی علاج نہیں کہ انسان اپنے ہم عصر اور ہم مثل لوگوں کی موت میں خوب غور و فکر کرے اور اس بات میں غور و فکر کرے کہ ان کے پاس کس طرح ایک ایسے وقت میں موت آئی ہے، جس کا ان لوگوں کو گمان بھی نہیں تھا۔ غرضیکہ جو آدمی موت کے لئے تیار ہو وہ موت کے وقت بہت بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے اور جو آدمی لمبی امید کے ساتھ دھوکہ میں مبتلا ہو اسے موت کے وقت بہت بڑے

خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ ہر لمحہ اپنے ہاتھ پاؤں اور اعضاء میں غور وفکر کرتا رہے اور اس بات میں تدبر وتفکر کرے کہ ان کو کس طرح یقیناً قبر کے کیڑوں مکوڑوں نے کھانا ہے اور ان میں موجود ہڈیاں کس طرح ریزہ ریزہ ہو جائیں گی؟ اور اس بات میں تفکر کرے کہ کیڑا اس کی دائیں آنکھ کے ڈھیلے کو پہلے کھائے گا اور پھر بائیں آنکھ کو کھائے گا۔ اس کے بدن پر موجود ہر چیز کیڑوں کی خوراک بنے گی اور اسے اپنے نفس سے صرف وہ علم اور عمل ملے گا جو اس نے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے سرانجام دیا تھا۔

اسی طرح قبر کے عذاب، منکر ونکیر کے سوالات، حشر ونشر، قیامت کی ہولنا کیوں اور پیشگی کے دن پکار کی سختی میں غور وفکر کرے جن کا ہم آنے والے صفحات میں تذکرہ کریں گے۔ کیونکہ اس قسم کی غور وفکر ہی انسان کے دل میں موت کی یاد کو تازہ رکھتی ہے اور انسان کو موت کے لئے تیاری کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

امید کے طویل اور مختصر ہونے کے سلسلہ میں لوگوں کے مراتب

جان لو!

امید کے طویل اور مختصر ہونے کے سلسلہ میں لوگوں کے مابین بہت تفاوت پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ ابدی بقا کی امید اور آرزو رکھتے ہیں اور ہمیشہ اس کی خواہش کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ (البقرہ:96)

"چاہتا ہے ہر ایک ان میں سے کہ زندہ رہنے دیا جائے اسے ہزار سال"۔

بعض لوگ بڑھاپے تک باقی اور زندہ رہنے کی امید رکھتے ہیں اور یہ ایک زیادہ سے زیادہ عمر ہے جس کا اس نے مشاہدہ کیا ہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اور یہ وہ آدمی ہے جو دنیا کے ساتھ بہت سخت محبت کرتا ہے۔

ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

اَلشَّیْخُ شَابٌ فِیْ حُبِّ طَلَبِ الدُّنْیَا وَ اِنِ الْتَفَّتْ تُرْقُوَتَاہُ مِنَ الْکِبَرِ اِلَّا الَّذِیْنَ اتَّقُوا وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ

"بوڑھا آدمی طلبِ دنیا کی محبت میں خوب جوان ہوتا ہے اگرچہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی ہڈی کبڑی ہو جائے سوائے متقی لوگوں کے اور وہ بہت کم ہیں"۔

بعض لوگ ایک سال کی امید باندھتے ہیں اور اس سے زائد مدت کے لئے اہتمام نہیں کرتے اور وہ آئندہ سال میں اپنے بدن کے باقی اور زندہ رہنے کو فرض نہیں کرتے۔ لیکن یہ آدمی گرمیوں میں سردیوں کے لئے اور سردیوں میں گرمیوں کے لئے تیاری کرتا ہے۔ جب اس کے پاس ایک سال کی ضرورت کے مطابق مال جمع ہو جائے تو پھر وہ عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے۔

بعض لوگ صرف گرمیوں کی مدت یا سردیوں کی مدت کی امید رکھتے ہیں لہٰذا یہ لوگ گرمیوں میں سردیوں کے کپڑے اور سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے جمع نہیں کرتے۔

بعض لوگ صرف ایک رات اور ایک دن تک کی امید باندھتے ہیں اور یہ لوگ صرف آج کے دن کے لئے تیاری کرتے ہیں کل کے لئے کچھ نہیں کرتے۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کل کے رزق کا اہتمام نہ کرو۔ کیونکہ اگر تمہاری زندگی میں کل آ گیا تو اس کے ساتھ تمہارا رزق بھی آ جائے گا اور اگر تمہیں کل کی مہلت نہ ملی تو پھر دوسروں کی زندگی کے لئے اہتمام نہ کرو۔

جبکہ ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کی امید ایک ساعت سے آگے نہیں بڑھتی جیسا کہ ہمارے نبی مکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:۔

یَا عَبْدَاللّٰہِ اِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَکَ بِالْمَسَاءِ وَاِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَکَ بِالصَّبَاحِ

"اے عبداللہ! جب تم صبح کرو تو اپنے نفس سے شام کی بات نہ کرو اور جب تم شام کرو تو اس سے صبح کی بات نہ کرو"۔

حتیٰ کہ ان میں ایک ایسی ہستی بھی ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی باقی رہنے کا خیال نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ مروی ہے: حضور ﷺ رفع حاجت سے فراغت کے بعد فوراً پانی کے استعمال پر قدرت ہونے کے باوجود ایک لمحہ گزرنے سے پہلے تیمم فرما لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے شاید میں پانی تک نہ پہنچ سکوں۔

اور ان میں سے کچھ ایسے بندے بھی ہیں کہ ہر لحظہ موت اس کی آنکھوں کے سامنے رہتی ہے گویا کہ موت اس پر واقع ہو رہی ہے اور وہ اس کا انتظار کر رہا ہے اور یہی وہ آدمی ہے جو دنیا سے رخصت ہونے والے آدمی کی مانند نماز پڑھتا ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک اس سلسلہ میں وارد ہے جب حضور ﷺ نے ان سے ان کے ایمان کی حقیقت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں جب ایک قدم اُٹھاتا ہوں تو میں یہی گمان کرتا ہوں کہ اب اس کے بعد دوسرا قدم نہیں اُٹھا سکوں گا۔

اور جس طرح ایک حبشی صحابی حضرت اسود رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ رات کو نماز پڑھتے وقت دائیں بائیں متوجہ رہتے تھے۔ جب کسی آدمی نے ان سے اس عمل کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا میں ملک الموت کو دیکھتا ہوں کہ کس جانب سے میرے پاس آئے گا؟

یہ مختلف لوگوں کے مراتب ہیں اور ہر ایک آدمی کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مختلف درجات ہیں جس آدمی کی امید ایک ماہ پر مشتمل ہے وہ اس آدمی کی مانند نہیں جس کی امید ایک ماہ اور ایک دن تک پھیلی ہوئی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دونوں کے درجات میں تفاوت ہے۔ کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (النساء:40)

"بے شک اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا ذرہ برابر بھی"۔

اور دوسرے مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ (الزلزال:7)

''پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا''۔

پھر انسان کی امید کے مختصر ہونے کا اثر عمل کی طرف جلدی کرنے میں ظاہر ہوتا ہے یعنی انسان نیکی کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ہر انسان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی امید مختصر ہے حالانکہ وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے اور اس کا جھوٹ اس کے اعمال کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ دعویٰ کرنے والا آدمی اتنے اسباب کا اہتمام کرتا ہے جن کی بعض اوقات پورے سال میں بھی اسے ضرورت نہیں پڑتی اور یہی چیز اس کی امید کے طویل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

توفیق کی علامت یہ ہے کہ موت ہر وقت انسان کی آنکھوں کے سامنے ہو اور وہ لحہ بھر کے لئے موت سے غافل نہ ہو پھر وہ رات دن اس موت کے لئے تیاری کرتا رہے جو کسی وقت بھی اس پر وارد ہونے والی ہے۔ اور اگر انسان شام تک زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے پر اس کا شکر ادا کرے اور اس بات پر خوش ہو کہ اس نے اپنا دن ضائع نہیں کیا بلکہ اس سے پورا پورا حصہ لیا ہے اور اسے اپنے نفس کے لئے ذخیرہ کر لیا ہے پھر صبح تک دوبارہ اسی طرح کرے اور اسی طرح جب صبح ہو جائے تو یہی طریقہ اختیار کرے۔

یہ عمل اسی آدمی کے لئے آسان ہو سکتا ہے جس کا دل کل اور کل میں موجود لذتوں سے فارغ ہو اور اس قسم کا آدمی جب مر جائے تو وہ دنیا سے خوش بختی اور غنیمت لے کر جاتا ہے اور اگر وہ زندہ رہے تو اسے اپنی اچھی تیاری اور مناجات کی لذت سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ غرضیکہ موت اس کے لئے سعادت اور زندگی اس کے لئے مزید عمل کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔

لہٰذا اے مسکین! موت ہر لحہ تیرے دل میں ہونی چاہیے کیونکہ تیرا سفر جاری ہے اور تو اپنے آپ سے غافل و بے خبر ہے اور ہو سکتا ہے کہ تو مسافت طے کر کے اپنی منزل کے بالکل قریب پہنچ چکا ہو اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب تم میسر ہونے والی ہر سانس کو غنیمت سمجھتے ہوئے عمل کرنے میں جلدی کرو۔

عمل کرنے میں جلدی کرنا اور تاخیر کی آفت سے بچنا

جان لو!

جس آدمی کے دو بھائی اس سے دور اور غائب ہوں اور اسے ان دونوں میں سے ایک بھائی کے آنے کا کل انتظار ہو اور دوسرے بھائی کی آمد کا ایک ماہ یا سال کے بعد انتظار ہو تو وہ اس بھائی کے استقبال کے لئے تیاری نہیں کرے گا جس نے ایک ماہ یا ایک سال کے بعد آنا ہے بلکہ وہ اس بھائی کے استقبال کیلئے تیاری کرے گا جس کی آمد کا اسے کل انتظار ہے۔ گویا کہ انسان کی تیاری انتظار کے قریب ہونے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جس آدمی کو ایک سال کے بعد موت کے آنے کا انتظار ہو اس کا دل لامحالہ اس مدت میں مشغول رہے گا۔ اور وہ اس مدت کے علاوہ سب کچھ بھول جائے گا۔ پھر وہ ہر صبح اس حال میں کرتا ہے کہ وہ سال کے مکمل ہونے کا منتظر رہتا ہے اور سال میں سے جو دن گذر جائے اسے اس سال میں سے کم نہیں کرتا اور یہ چیز اسے ہمیشہ عمل کی طرف جلدی کرنے سے روکتی ہے اور وہ اس سال میں اپنے لئے کافی وسعت اور گنجائش سمجھتا ہے اور عمل کو مؤخر کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

مَا يَنْتَظِرُ اَحَدُكُمْ مِنَ الدُّنْيَا اِلاَّ غِنىً مُطْغِيًا اَوْ فَقْرًا مُنْسِيًا اَوْ مَرْضًا مُفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُقَيِّدًا اَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرٌّ غَائِبٌ يُنْتَظَرُ اَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ

"تم میں سے ہر ایک آدمی سرکش بنانے والی مالداری، امورِ آخرت کو بھلا دینے والے فقر، جسم میں بگاڑ پیدا کرنے والی بیماری، پاؤں میں بیڑیاں ڈالنے والے بڑھاپے، کام تمام کر دینے والی موت یا دجال کا انتظار کرتا رہتا ہے اور دجال آنکھوں سے غائب ایک شر ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یا قیامت کا انتظار کرتا ہے اور قیامت ایک انتہائی سخت مصیبت اور سخت کڑوی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی کو

نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سُقْمِکَ وَ غِنَاءَکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَ فَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَحَيَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ

''تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت کو، فقر سے پہلے مالداری کو، مشغولیت سے پہلے فراغت کو اور اپنی موت سے پہلے اپنی زندگی کو''۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةُ وَ الْفَرَاغُ

''دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ نقصان و دھوکہ میں ہیں صحت اور فراغت''۔

یعنی ان دونوں نعمتوں کی پرواہ نہیں کی جاتی اور جب یہ دونوں زائل ہو جائیں تو پھر انسان کو ان کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ

''جو آدمی ڈرتا ہے وہ رات کے پہلے حصے میں ہی سفر شروع کر دیتا ہے اور جو آدمی ساری رات سفر کرتا ہے وہ منزلِ مقصود پر پہنچ جاتا ہے، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا سامان (تجارت) بہت قیمتی ہے اور سن لو! اللہ تعالیٰ کا مال جنت ہے''۔

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ وَ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ

''تھرتھرانے والی آگئی جس کے پیچھے آتی ہے پیچھے آنے والی اور موت اپنے سارے لاؤ لشکر کے ساتھ آگئی''۔

مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی غفلت یا سستی

محسوس کرتے تو آپ ﷺ ان کو بلند آواز کے ساتھ ندا دیتے:

اَتَتْکُمُ الْمَنِیَّۃُ لَازِمَۃً اِمَّا بِشَقَاوَۃٍ وَ اِمَّا بِسَعَادَۃٍ

"موت وظیفہ لازم ہو کر بدبختی یا نیک بختی کے ساتھ تمہارے سروں پر آ چکی ہے"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اَنَا النَّذِیْرُ وَالْمَوْتُ الْمُغِیْرُ وَالسَّاعَۃُ الْمَوْعِدُ

"میں ڈرانے والا ہوں، موت لوٹ مار کرنے والی ہے اور قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایسے وقت میں حجرۂ اقدس سے باہر تشریف لائے کہ دھوپ درختوں کی شاخوں کے سروں پر پہنچ چکی تھی۔ دھوپ کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا دنیا میں سے صرف اسی قدر باقی ہے جس طرح ہمارے آج کے دن کے گذرے ہوئے حصے کے مقابلہ میں دن کا باقی ماندہ حصہ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا دنیا کی مثال ایک کپڑے کی ہے جو شروع سے آخر تک پھٹ چکا ہو اور اب آخر میں صرف ایک دھاگے کے ساتھ اٹکا ہوا ہو جو دھاگہ بہت جلد ٹوٹ جائے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے ہوئے قیامت کا تذکرہ فرماتے تھے تو آپ ﷺ اپنی آواز مبارک کو بلند فرماتے اور آپ کے رخسار مبارک اس طرح سرخ ہو جاتے تھے گویا آپ ﷺ لوگوں کو کسی لشکر سے ڈرا رہے ہیں اور ارشاد فرماتے کہ تم پر قیامت صبح کو آجائے یا شام کو آجائے اور پھر دو انگلیوں کو ملا کر فرماتے میں اور قیامت اس طرح ساتھ ساتھ آئے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ درجِ ذیل آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ

"اور جس (خوش نصیب) کے لئے ارادہ فرماتا ہے اللہ کہ ہدایت دے اسے تو کشادہ کر دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے"۔ (الانعام: 126)

اور پھر ارشاد فرمایا ایمان کا نور جب مسلمان کے سینے میں داخل ہو جائے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی ایسی علامت ہے جس کے ذریعے اس کی پہچان ہو سکے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں دھوکے کے گھر یعنی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنا، ہمیشہ کے گھر کی طرف متوجہ رہنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری کرنا۔ اس نور کی علامات ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

"جس نے پیدا کیا ہے موت اور زندگی کو تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے"۔ (الملک:2)

مفسرِ قرآن حضرت محمد بن مروان سدی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اس کا معنی ہے کہ تم میں سے کون موت کو زیادہ یاد کرتا ہے، اس کے لئے عملاً سب سے اچھی تیاری کرتا ہے اور اس سے بہت زیادہ ڈرتا ہے اور محتاط رہتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر صبح اور ہر شام ایک منادی ندا دیتا ہے اے لوگو! کوچ کرو، کوچ کرو! اور اس کی تصدیق اس ارشادِ خداوندی سے ہو رہی ہے:۔

اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِیْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّتَقَدَّمَ اَوْ یَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ (المدثر)

"یقیناً دوزخ بڑی آفتوں میں سے ایک آفت ہے۔ ڈراوا ہے لوگوں کے لئے۔ ان کے لئے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں یا پیچھے رہنا چاہتے ہیں"۔

یعنی موت میں آگے یا پیچھے بڑھے۔

بنو تمیم قبیلہ کے ایک غلام حضرت تمیم مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عامر بن عبداللہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ رہے تھے اور میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے میری وجہ سے نماز مختصر کر دی پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اپنی حاجت بیان کرو میں بہت

جلدی میں ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کو کس بات کی جلدی ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے ملک الموت کی جلدی ہے۔ حضرت حکیم مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بات سن کر میں ان کے پاس سے اٹھ گیا اور وہ نماز پڑھنے لگے۔

حضرت ابوسلیمان داؤد بن نصیر طائی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ سے گزرے تو کسی آدمی نے ان سے ایک بات پوچھی۔ آپ نے اسے فرمایا میرے راستے میں نہ آؤ میں اپنی جان کے نکلنے کی جلدی میں ہوں۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آخرت کے لئے اچھے اعمال کرنے کے علاوہ ہر چیز میں تاخیر کرنا بہتر ہے۔

حضرت منذر بن ثعلبہ عبدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے وہ اپنے آپ سے کہہ رہے تھے تیرے لئے ہلاکت ہو۔ عمل کرنے میں جلدی کرو اس سے پہلے کہ موت کا حکم آجائے اور بار بار اسی طرح کہہ رہے تھے حتیٰ کہ انہوں نے ساٹھ بار اپنے آپ کو اسی طرح کہا اور میں سنتا رہا لیکن ان کی نظر مجھ پر نہ پڑی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرماتے تھے جلدی کرو جلدی کرو اگر تمہاری سانسوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تو تمہارے وہ اعمال منقطع ہو جائیں گے جن کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو اپنے نفس کی طرف توجہ کرتا ہے اور اپنے گناہوں کی تعداد پر روتا ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ آیت مبارکہ پڑھتے تھے۔

اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ (مریم:84)

"(نزولِ عذاب کے لئے) ہم ان کے سانس گن رہے ہیں"۔

یعنی ہم سانسوں کی گنتی کو پورا کرتے ہیں۔ تیری سانسوں کا آخری عدد تیری جان کا نکلنا ہے، آخری عدد تیری اپنے اہلِ خانہ سے جدائی ہے اور آخری عدد تیرا قبر میں داخل ہونا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے پہلے جب عبادات اور

نوافل میں بہت سخت کوشش شروع کردی تو آپ سے کہا گیا کہ اگر آپ کچھ رک جائیں یا اپنے آپ کے ساتھ تھوڑی سی نرمی اختیار کریں تو اچھا ہوتا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب گھوڑوں کو دوڑ کے لئے چھوڑا جائے تو وہ منزل یعنی ٹارگٹ کے قریب پہنچ کر سارا زور لگا دیتے ہیں اور میری موت تک جو وقت باقی ہے وہ اس سے بھی کم ہے۔ راوی فرماتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ اسی طرح عبادت کرتے رہے حتیٰ کہ آپ وصال فرما گئے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ سے فرمایا کرتے تھے اپنی سواری تیار کرلو کیونکہ جہنم کے اوپر کوئی پل نہیں۔

خلفائے راشدین میں سے ایک خلیفہ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے اللہ کے بندو! جس قدر تم سے ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تم ایک ایسی قوم بن جاؤ جن کو آواز دی گئی ہے اور وہ متنبہ ہو گئے ہیں اور انہوں نے جان لیا ہے کہ دنیا ان کا گھر نہیں ہے اور انہوں نے اسے بدل لیا ہے اور موت کے لئے تیاری کرو کیونکہ موت تم پر سایہ کیے ہوئے رہے۔ اور تم کوچ کرو کیونکہ تمہارے لئے معاملہ بہت سخت ہے۔ یاد رکھو جس انتہا کو ایک لحظہ کم کردے اور ایک ساعت اسے منہدم کردے وہ غایت یعنی زیادہ سے زیادہ مدت بھی کم مدت کہلانے کی حق دار ہے اور وہ غائب جس کو رات دن کھینچ کر ہمارے قریب لاتے ہیں وہ جلدی لوٹنے کے لائق ہے اور جو آنے والا کامیابی کے ساتھ یا بدبختی کے ساتھ اترے گا وہ افضل و اعلیٰ تیاری کرنے کا مستحق ہے۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک متقی وہ آدمی ہے جو اپنے نفس کو نصیحت و وعظ کرے، اپنی توبہ کو مقدم رکھے اور اپنی خواہشات پر غالب رہے کیونکہ اس کی موت کا وقت اس کی نظروں سے مستور ہے اور اس کی امید اسے دھوکہ دے رہی ہے اس پر ایک شیطان مقرر ہے جو اسے توبہ کرنے کی امید دلاتا ہے تاکہ وہ ٹال مٹول کرتا رہے اور اس کے سامنے گناہوں کو مزین کرتا ہے تاکہ وہ ان گناہوں کا ارتکاب کرے حتیٰ کہ موت اس پر حملہ کر دیتی ہے اور وہ اس سے بالکل غافل ہوتا ہے۔

یاد رکھو! تمہارے اور جنت یا دوزخ کے مابین صرف موت کا مرحلہ ہے جو انسان پر

اچانک وارد ہوتی ہے۔ اس آدمی پر افسوس ہے جو غفلت میں پڑا ہے یا جس کی پوری زندگی اس کے خلاف حجت ہے اور اس کی زندگی کے دن اسے بدبختی میں ڈال دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو ان لوگوں میں سے کرے جن کو نعمت ناشکری کرنے والا نہیں بناتی، نہ اس کے سبب وہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ ہی موت کے بعد ان کو حسرت و ندامت ہوگی۔ بے شک وہی دعا کو سننے والا ہے۔ ہمیشہ کے لئے ساری بھلائیاں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ جو کچھ چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ (الحدید)

"لیکن تم نے اپنے آپ کو خود فتنوں میں ڈال دیا اور (ہماری تباہی کا) انتظار کرتے رہے اور شک میں مبتلا رہے اور دھوکہ میں ڈال دیا تمہیں جھوٹی امیدوں نے"۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے خواہشات اور لذتوں کے ذریعے اپنے آپ کو فتنہ میں ڈالا اور توبہ کا انتظار کرتے رہے اور تم نے شک کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر یعنی موت آگئی اور غرور یعنی شیطان نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ میں ڈال دیا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صبر کرو اور اپنے نفس پر خوب سختی کرو کیونکہ دنیوی زندگی کے دن کم ہیں اور تم سوار کھڑے ہو۔ کچھ بعید نہیں کہ تم میں سے ایک آدمی کو بلایا جائے اور وہ روانہ ہو جائے اور تمہاری طرف مڑ کر نہ دیکھے لہٰذا تم اچھے اعمال کے ساتھ یہاں سے انتقال کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک بندہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ ایک مہمان ہے اور اس کا مال ادھار لیا ہوا ہے۔ یاد رکھو مہمان نے ایک نہ

ایک دن کوچ کرنا ہی ہے۔اور ادھار ہر حال میں واپس کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بکر بن اسود ناجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مرض الموت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ہمیں دیکھ کر فرمایا تمہارا آنا مبارک ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے ہمیں اور تمہیں جنت میں جگہ عطا فرمائے۔یہ انتہائی خوبصورت اظہار ہے بشرطیکہ تم صبر کرو، سچ بولو اور تقویٰ اختیار کرو۔یاد رکھو تمہارے لئے اس بھلائی سے صرف یہی حصہ نہ ہو۔(اللہ تم پر رحم فرمائے) کہ تم اس کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دو۔جس آدمی نے حضرت محمد ﷺ کو دیکھا ہے اس نے آپ ﷺ کو اس طرح دیکھا ہے گویا آپ ﷺ صبح یا شام کو اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں۔آپ ﷺ نے زندگی بھر اینٹ پر اینٹ اور کانے پر کانا نہیں رکھا۔حتیٰ کہ آپ ﷺ کے لئے علم یعنی نشان بلند کیا گیا تو آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا جلدی کرو جلدی کرو، نجات کی فکر کرو نجات کی طرف دوڑو۔ اسے کہاں تک اونچا کرو گے۔رب کعبہ کی قسم! گویا تم اور موت ساتھ ساتھ ہو۔

اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے اپنے پیش نظر صرف ایک عیش یعنی آخرت کی زندگی رکھی ہے۔پھر اس نے روکھا ٹکڑا کھایا ہے، چیتھڑا پہنا ہے، خالی زمین پر لیٹا ہے، عبادت میں خوب کوشش کی ہے، اپنے گناہوں پر رویا ہے، عذاب الٰہی سے بھاگا ہے اور رحمت کی تلاش میں رہا ہے حتیٰ کہ اسی حالت میں اسے موت آگئی۔

حضرت ابو عبدالرحمٰن عاصم بن سلیمان احول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت فضیل بن مرزوق رقاشی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے فرمایا، اے فلاں! لوگوں کی کثرت تجھے تیرے نفس سے غافل نہ کرے کیونکہ معاملہ ان سے نہیں بلکہ خاص تم سے ہوگا اور یہ نہ کہو کہ میں وہاں جاتا ہوں وہاں جاتا ہوں ورنہ تمہارا دن اسی طرح بیکار گزر جائے گا اور موت تم پر متعین ہے اور ایک نئی نیکی کسی پرانے گناہ کو جس عمدہ طریقہ سے ڈھونڈتی اور جلدی پکڑتی ہے تم اس طرح کسی چیز کو کوئی دوسری چیز پکڑتے نہیں دیکھو گے۔

تیسرا باب

موت کی سختی وشدت اور اس وقت کے مستحب احوال

جان لو!

اگر اس مسکین اور بے چار بندے کے سامنے صرف موت کی سختیاں ہی ہوں اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا کرب، غم، شدت اور عذاب نہ ہو تو پھر بھی بندہ اس لائق ہے کہ اس کی زندگی موت کی سکرات کی وجہ سے بدمزہ ہو جائے، اس کی ساری خوشیاں مکدر ہو جائیں اور بھول وغفلت اس کے قریب نہ جائیں اور انسان اس بات کا مستحق ہے کہ وہ اس سلسلہ میں طویل غور وفکر کرے اور اس کے لئے بہت بڑی تیاری کرے اور یہ خصوصاً اس لئے ہے کہ ہر سانس میں موت اس کا پیچھا کر رہی ہے جیسا کہ کسی دانا نے کہا ہے کہ کرب اور رنج ومشقت تیرے سوا کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے اور تو نہیں جانتا کہ وہ کب تجھ پر چھا جائیں۔

حضرت لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ اے بیٹا! جس معاملہ یعنی موت کے متعلق تو نہیں جانتا کہ وہ کب تجھ تک پہنچ جائے اس کے اچانک آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری کرلو۔ تعجب کی بات ہے کہ اگر ایک انسان بڑی بڑی لذتوں اور لہو ولہب کی عمدہ مجالس میں موجود ہو اور اسے یہ بھی خدشہ ہو کہ ابھی کوئی سپاہی اس کے پاس آکر اسے پانچ لاٹھیاں مارے گا تو اس کی لذتیں اس پر مکدر ہو جاتی ہیں اور اس کی عیش مکدر ہو جاتی ہے اسی طرح انسان کو اپنی ہر سانس میں یہ انتظار ہے کہ ملک الموت نزع کی سختیوں کے ساتھ اس کے پاس آنے والا ہے اور یہ اس سے غافل ہے اور اس کا سبب صرف جہالت اور دھوکہ ہے۔

جان لو! سکراتِ موت میں پہنچنے والی تکلیف اور دکھ کی شدت کو کما حقہ صرف وہی آدمی جان سکتا ہے جس نے موت کا ذائقہ چکھا ہو اور جس نے موت کا ذائقہ نہ چکھا ہو وہ اسے ادراک میں آنے والی تکالیف پر قیاس کر کے یا حالتِ نزع میں لوگوں پر پڑنے والی شدت

سے استدلال کر کے ہی جان سکتا ہے۔ ان کے مشاہدہ میں آنے والا قیاس تو یہ ہے کہ انسان کے جس عضو میں بھی روح موجود نہ ہو اسے تکلیف محسوس نہیں ہوتی اور اگر اس عضو میں روح موجود ہو تو وہ تکلیف محسوس کرتی ہے گویا تکلیف کو محسوس کرنے والی روح ہی ہے۔ چنانچہ جب کسی عضو پر زخم لگتا ہے یا وہ جل جاتا ہے تو اس کا اثر روح کی طرف سرایت کرتا ہے۔ اور انسان اس زخم کے مطابق تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اس زخم اور جلنے کا درد گوشت، خون اور تمام اجزاء میں بکھر جاتا ہے اور روح کو تکلیف کا بعض حصہ پہنچتا ہے اور اگر تکالیف میں ایسی صفت ہو کہ وہ صرف روح پر ہی اثر انداز ہوں اور کسے دوسرے عضو کی طرف نہ جائیں تو پھر وہ تکلیف کتنی بڑی اور کتنی سخت ہو گی؟۔

نزع اس تکلیف کا نام ہے جو صرف اور صرف انسان کی روح پر آتی ہے اور روح کے تمام اجزاء پر طاری ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ بدن کی گہرائیوں میں روح کے بکھرے ہوئے تمام اجزاء میں سے ہر جزء پر تکلیف آ جاتی ہے۔ اگر کسی انسان کو کانٹا چبھے تو اس سے پہنچنے والا درد صرف روح کے اس جزء کو پہنچتا ہے جو جزء اس جگہ پر موجود ہے جہاں پر کانٹا چبھا ہے اور جلنے کا اثر اس لئے زیادہ ہوتا ہے کہ آگ کے اجزاء بدن کے تمام اجزاء میں سرایت کر جاتے ہیں اور اس طرح جلنے والے عضو کے ظاہری و باطنی ہر جزء تک آگ پہنچ جاتی ہے اور گوشت کے تمام اجزاء میں پھیلے ہوئے روح کے اجزاء اس آگ کو محسوس کرتے ہیں۔

جہاں تک تلوار و خنجر کے زخم کا تعلق ہے تو وہ صرف بدن کی اسی جگہ تک پہنچتا ہے جس پر لوہا پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زخم کا درد آگ کے درد سے کم ہوتا ہے۔ اسی طرح نزع کی تکلیف نفسِ روح پر حملہ آور ہوتی ہے اور بدن کے تمام اجزاء کو گھیر لیتی ہے کیونکہ روح کو ہر رگ، ہر پٹھے، ہر جزء، ہر جوڑ، ہر بال کی جڑ اور چوٹی سے پاؤں تک ساری جلد سے کھینچا اور نکالا جاتا ہے لہٰذا تم اس کے کرب و الم کے متعلق کچھ نہ پوچھو!

حتیٰ کہ اسلاف فرماتے ہیں کہ موت کی تکلیف تلوار کی ضرب، آروں کی چیر اور قینچیوں کی کاٹ سے زیادہ سخت ہے کیونکہ بدن کو تلوار کے ساتھ کاٹنے کی تکلیف اس لئے ہوتی ہے

کہ بدن کا روح کے ساتھ تعلق ہے اور جب صرف نفس روح ہی تکالیف سے دوچار ہو تو اس کا کیا حال ہوگا؟۔

مزید برآں مار پیٹ کھانے والا انسان اپنے دل اور زبان میں قوت موجود ہونے کی وجہ سے مدد کے لئے لوگوں کو پکارتا ہے اور چیختا ہے جب کہ مرنے والے کی آواز اور چیخ و پکار تکلیف کی شدت کی وجہ سے بند ہو جاتی ہے۔ کیونکہ موت کی تکلیف اس کے اندر تک پہنچ جاتی ہے اور اس کے دل پر بیٹھ جاتی ہے اور اس کے بدن کی ہر جگہ پر پہنچ کر ہر قوت کو منہدم کر دیتی ہے اور ہر عضو کو کمزور کر دیتی ہے اور انسان کی زبان میں مدد مانگنے کی طاقت ہی نہیں رہنے دیتی۔

جہاں تک عقل کا تعلق ہے تو موت اسے ڈھانپ کر پریشان و پراگندہ کر دیتی ہے، زبان کو گنگ اور جملہ اعضاء کو کمزور کر دیتی ہے اور انسان چاہتا ہے کاش اسے کراہنے، چیخنے کے ذریعے راحت حاصل کرنے اور مدد مانگنے کی قدرت حاصل ہو جائے لیکن اس میں ان کاموں کی طاقت نہیں ہوتی۔ اگر اس کے بدن میں کچھ قوت باقی بھی ہو تو روح کے نکلنے اور کھنچے جانے کے وقت اس کے حلق اور سینے سے صرف ڈکارنے اور غرغرے کی آواز سنائی دیتی ہے اور اس کا رنگ بدل کر خاکستری ہو جاتا ہے۔ گویا اس سے وہ مٹی ظاہر ہو جاتی ہے جو اس کی فطرت کی اصل ہے اور اس کی ہر ہر رگ کو کھینچا جاتا ہے سکرات کا درد اس کے اندر اور باہر پھیل جاتا ہے حتیٰ کہ آنکھوں کے دونوں ڈھیلے پلکوں کی طرف اُٹھ جاتے ہیں، دونوں ہونٹ سکڑ جاتے ہیں اور زبان اپنی جڑ کی طرف سمٹ جاتی ہے۔ دونوں خصیے اپنی جگہوں سے اوپر ہو جاتے ہیں اور انگلیوں کے پورے سبز ہو جاتے ہیں۔

غرضیکہ تم اس بدن کے متعلق کچھ نہ پوچھو جس کی رگوں میں سے ہر رگ کو کھینچا جا رہا ہو۔ جب صرف ایک رگ کو کھینچا جائے تو اس کی تکلیف بہت زیادہ ہوتی ہے اور جب درد و کرب میں مبتلا پوری روح کو صرف ایک رگ سے نہیں بلکہ ساری رگوں سے کھینچا جا رہا ہو تو پھر انسان کا کیا حال ہوگا؟ پھر اس کے ایک ایک عضو پر تدریجاً موت طاری ہو جاتی ہے۔

پہلے اس کے دونوں پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے ہیں پھر دونوں پنڈلیاں اور ان کے بعد دونوں رانیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ ہر عضو پر ایک نئی سختی اور کرب و رنج ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ معاملہ انسان کے حلق تک پہنچ جاتا ہے اور اس وقت انسان کی نظر دنیا اور دنیا والوں سے ہٹ جاتی ہے اور اس پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور اسے حسرت وندامت گھیر لیتی ہے۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

تُقْبَلُ تَوْبَۃُ الْعَبْدِ مَا لَمْ یُغَرْ غِرْ

''بندہ جب تک غرغر کی آواز نہ نکالے اس وقت تک اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے''۔

ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ (النساء:18)

''اور نہیں یہ توبہ (جس کے قبول کرنے کا وعدہ ہے) ان لوگوں کے لئے جو کرتے رہتے ہیں برائیاں (ساری عمر) یہاں تک کہ جب آ جائے کسی ایک کو ان میں سے موت تو کہے بے شک میں توبہ کرتا ہوں اب''۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بندہ جب روح قبض کرنے والے فرشتوں کو دیکھ لے تو اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے کیونکہ اس وقت ملک الموت کا چہرہ اس کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے۔

غرضیکہ سکرات کے وقت موت کی کڑواہٹ اور کرب و دکھ کے متعلق کچھ نہ پوچھو۔

اسی لئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ سُکَرَاتِ الْمَوْتِ

''اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر موت کی سختیاں آسان فرما''۔

لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے موت کی سکرات سے پناہ نہیں مانگتے اور نہ ہی اسے اہمیت دیتے ہیں۔ لیکن انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو نورِ نبوت اور نورِ ولایت کے

ذریعے اشیاء کے وقوع پزیر ہونے سے پہلے ان کا ادراک ہوسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام اور اولیاء عظام موت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے گروہِ حواریین! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرو کہ مجھ پر سکرات الموت کو آسان فرما دے۔ میں موت سے اس قدر خائف ہوں کہ اس خوف نے مجھے موت پر لا کھڑا کیا ہے۔

منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں سے چند آدمی ایک قبرستان کے پاس سے گزرے ان میں سے بعض نے ایک دوسرے سے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرو کہ وہ تمہارے لئے اس قبرستان میں سے ایک مردہ کو زندہ کردے جس سے تم کچھ پوچھ لو؟ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تو اچانک ان کے سامنے ایک آدمی آ کر کھڑا ہو گیا جس کی آنکھوں کے درمیان سجدوں کا نشان تھا اور وہ ان قبروں میں سے کسی قبر سے نکلا تھا۔ اس نے کہا اے قوم! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو میں نے پچاس سال پہلے موت کا ذائقہ چکھا ہے اور ابھی تک میرے دل سے موت کی تلخی ختم نہیں ہوئی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میں نے رسولِ خدا ﷺ پر بھی موت کی سختی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے تو پھر کوئی آدمی اس خوش فہمی میں نہ رہے کہ اس پر موت آسان ہوگی۔ اور مروی ہے کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَاْخُذُ الرُّوْحَ مِنْ بَیْنِ الْعَصَبِ وَ الْقَصَبِ
وَالْاَنَامِلِ اَللّٰھُمَّ فَاَعِنِّیْ عَلَی الْمَوْتِ وَ ھَوِّنْہُ عَلَیَّ

”اے اللہ! بے شک تو روح کو بدن کے سارے پٹھوں، ہڈیوں اور انگلیوں سے نکالتا ہے۔ اے اللہ! میری مدد فرما اور مجھ پر موت کو آسان فرما“۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے موت، اس کے اندوہ وغم اور تکلیف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ موت تلوار کی سو ضربوں کے برابر ہے۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ سے موت اور اس کی سختیوں کے متعلق دریافت کیا

گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا سب سے آسان موت بھیڑ کی اون میں پھنسے ہوئے گوکھرو کی مانند ہے۔ گوکھرو جب اون سے باہر نکلتا ہے تو اس کے ساتھ لازماً اون بھی باہر آتی ہے۔

حضور ﷺ ایک مریض کی عیادت کرنے کے لیے اس کے پاس تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا یَلْقٰی مَا مِنْهُ عِرْقٌ اِلَّا وَ یَاْلَمُ لِلْمَوْتِ عَلٰی حِدَتِهٖ

"بے شک میں وہ جانتا ہوں جو کچھ اس پر گزر رہی ہے۔ اس کی ہر رگ علیحدہ علیحدہ موت کی تکلیف میں مبتلا ہے"۔

امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قتال یعنی جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے تھے اگر تم میدانِ جنگ میں قتل ہونے سے بچ گئے تو پھر بھی تم نے مرنا ہی ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے میرے نزدیک تلوار کی ایک ہزار ضربیں بستر پر مرنے سے آسان ہیں۔

حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ میت اپنی قبر سے اٹھائے جانے کے دن تک موت کی تکلیف محسوس کرتی رہے گی۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مومن کے لئے دنیا و آخرت کے خوفوں میں سے سب سے قبیح اور ڈرونا خوف موت ہے اور یہ آروں کے ساتھ چیرنے، قینچیوں کے ساتھ کاٹنے اور ہنڈیوں میں ابالنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اگر کوئی مردہ زندہ ہو کر اہلِ دنیا کو موت کے متعلق مطلع کر دے تو اہلِ دنیا زندگی کی نعمتوں سے متمتع نہ ہوں اور نیند سے لذت نہ پائیں۔

حضرت ابوعبداللہ زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ اگر ایک مومن کے درجات میں سے کوئی درجہ باقی رہ جائے جس تک وہ اپنے عمل کے ذریعے نہ پہنچ سکے تو اس پر موت سخت کر دی جاتی ہے۔ تا کہ سکراتِ موت اور تلخیء موت کے سبب وہ آدمی جنت میں اس درجہ تک رسائی حاصل کر لے اور اگر کافر کی کوئی ایسی نیکی ہو

جس کا اسے صلہ نہ ملا ہو تو اس پر موت آسان کر دی جاتی ہے تا کہ وہ اپنی نیکی کا ثواب دنیا میں ہی پورا پورا حاصل کر لے اور پھر جہنم میں چلا جائے۔

ایک آدمی کے متعلق منقول ہے کہ وہ اکثر و بیشتر مریضوں سے پوچھتے تھے کہ تم نے موت کو کیسا پایا ہے؟ جب وہ خود بیمار ہوا اور اس سے پوچھا گیا کہ آپ نے موت کو کیسا پایا ہے؟ تو اس نے کہا مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آسمان زمین پر رکھ دیا گیا ہے اور میری روح سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے۔ یہ قول حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ہے۔

مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

مَوتُ الْفَجْأَةِ رَاحَةٌ لِّلْمُؤْمِنِ وَ اَسَفٌ عَلَى الْفَاجِرِ

"ناگہانی موت مومن کیلئے راحت اور فاجر انسان کے لیے افسوس کا باعث ہے"۔

حضرت ابو عبد اللہ مکحول شامی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

لَوْ اَنَّ شَعْرَةً مِّنْ شَعْرِ الْمَيِّتِ وُضِعَتْ عَلٰى اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَمَاتُوْا بِاِذْنِ اللّٰهِ لِاَنَّ فِي كُلِّ شَعْرَةٍ الْمَوْتُ وَلَا يَقَعُ الْمَوْتُ بِشَيْءٍ اِلَّا مَاتَ

"اگر مردے کے بالوں میں سے ایک بال آسمان و زمین والوں پر رکھ دیا جائے تو وہ سب اللہ کے حکم سے مر جائیں گے کیونکہ میت کے ہر بال میں موت ہوتی ہے اور موت جس چیز پر واقع ہو جائے وہ مر جاتی ہے"۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِّنْ اَلَمِ الْمَوْتِ وُضِعَتْ عَلٰى جِبَالِ الدُّنْيَا كُلِّهَا لَذَابَتْ

"اگر موت کی تکلیف کا ایک قطرہ دنیا کے سارے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو وہ پگھل جائیں"۔

مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا وصال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے دریافت فرمایا اے میرے خلیل! آپ نے موت کو کیسا پایا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار! جس طرح گرم سلاخ کو تر روئی میں رکھ کر کھینچا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے آپ پر موت آسان کر دی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق مروی ہے کہ جب ان کی روح پاک اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا اے موسیٰ! آپ نے موت کو کیسا پایا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! میں نے اپنے آپ کو چڑیا کی مانند پایا ہے جسے زندہ ہی چولہے پر چڑھایا گیا ہو نہ اسے موت آتی ہے کہ آرام میں ہو جائے اور نہ وہاں سے نکل سکتی ہے کہ جان بچا کر اڑ جائے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں میں نے اپنے آپ کو اس زندہ بکری کی مانند پایا ہے جس کی زندہ حالت میں ہی قصاب ہاتھوں سے کھال اتار رہا ہو۔

حضور ﷺ کے متعلق مروی ہے کہ سفرِ آخرت کے وقت حضور ﷺ کے پاس پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا آپ ﷺ ہاتھ مبارک اس پانی میں ڈبو کر اپنے چہرۂ اقدس پر ملتے اور فرماتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ

''اے اللہ! اپنے پیارے محمد پر موت کی سختیاں آسان فرما''۔

آپ ﷺ کی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں اے ابا جان! آپ کی تکلیف کس قدر شدید ہے؟ آپ ﷺ فرماتے

لَا کَرْبَ عَلٰی اَبِیْکَ بَعْدَ الْیَوْمِ

''آج کے بعد تمہارے والد پر کوئی تکلیف نہیں آئے گی''۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے

کعب! ہمیں موت کے متعلق بتائیے؟ انہوں نے فرمایا! اے امیر المومنین! بے شک موت بہت زیادہ کانٹوں والی ایک ٹہنی کی مانند ہے جو کسی آدمی کے پیٹ میں داخل کردی جائے اور ہر کانٹا ایک رگ کے ساتھ اٹک جائے پھر اس ٹہنی کو کوئی آدمی بڑی شدت کے ساتھ کھینچے اور وہ ٹہنی جو کچھ باہر آسکے اسے اپنے ساتھ باہر لے آئے اور جو اندر رہ جائے وہ رہ جائے۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک ایک بندہ موت کی تلخیاں اور سختیاں جھیل رہا ہوتا ہے اور اس کے سارے جوڑ ایک دوسرے کو سلام کرتے ہوئے کہتے ہیں تجھ پر سلام ہو قیامت کے دن تک تو مجھے اور میں تجھے چھوڑ رہا ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور دوستوں پر موت کی اس قدر سختیاں ہیں تو پھر ہمارا کیا حال ہوگا جو گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہم پر تو سکراتِ موت کے ساتھ ساتھ پے در پے باقی مصائب بھی آئیں گے۔

موت کے وقت کی تین بڑی بڑی مصیبتیں ہیں

پہلی مصیبت

نزع کی شدت جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

دوسری مصیبت

ملک الموت کی صورت دیکھنا اور اس کی طرف سے انسان کے دل پر گھبراہٹ اور خوف کا طاری ہونا ہے۔ اگر سب سے زیادہ قوت کا مالک انسان بھی ملک الموت کی وہ صورت دیکھے جس کے ساتھ وہ گناہ گار بندے کی روح قبض کرتا ہے تو اس میں بھی ملک الموت کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے ملک الموت سے فرمایا کیا تم مجھے اپنی وہ صورت دکھا سکتے ہو جس کے ساتھ تم ایک فاسق و فاجر انسان کی روح قبض کرتے ہو؟ ملک الموت نے فرمایا آپ کے اندر میری وہ صورت دیکھنے کی طاقت نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں؟ ملک الموت نے فرمایا پھر آپ اپنا

منہ دوسری طرف پھیر لیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس کی طرف متوجہ ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کے سامنے ایک سیاہ فام آدمی ہے جس کے بال کھڑے ہوئے ہیں اس کے بدن سے سخت بدبو آ رہی ہے، کپڑے سیاہ رنگ کے ہیں اور اس کے منہ اور نتھنوں سے آگ اور دھوئیں کی تپش نکل رہی ہے جسے دیکھ کر ابراہیم علیہ السلام پر غشی طاری ہو گئی۔ جب آپ علیہ السلام کو افاقہ ہوا تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر آ چکے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت! اگر ایک فاسق و فاجر آدمی کو موت کے وقت صرف تیری صورت کا سامنا کرنا پڑ جائے تو اس کے لئے یہی عذاب کافی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک غیور انسان تھے۔ جب آپ علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو گھر کے دروازے بند کر دیتے تھے۔ ایک دن آپ علیہ السلام دروازہ بند کر کے گھر سے باہر نکل گئے۔ اچانک آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے دیکھا کہ گھر میں ایک آدمی موجود ہے انہوں نے کہا اسے کس نے اندر آنے کی اجازت دی ہے اگر حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لے آئے تو اسے سختی اور شدت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی دوران حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لے آئے۔ آپ نے اسے دیکھ کر اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے عرض کیا میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی کوئی پردہ میرے راستہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی قسم! تم ملک الموت ہو اور پھر آپ اسی جگہ پر چادر تان کر لیٹ گئے۔

مروی ہے ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک انسانی کھوپڑی کے پاس سے گزرے تو آپ نے اسے پاؤں کی ٹھوکر مار کر فرمایا اللہ کے حکم سے میرے ساتھ کلام کرو؟ اس نے کہا اے روح اللہ! میں فلاں فلاں زمانے کا بادشاہ ہوں۔ میں اپنے ملک میں اپنے سر پر تاج سجائے ہوئے شاہی تخت پر بیٹھا تھا۔ میرے لشکر اور نوکر چاکر میرے اردگرد

کھڑے تھے کہ اچانک ملک الموت میرے سامنے ظاہر ہوئے جن کو دیکھ کر میرا ہر عضو علیحدہ علیحدہ کانپنے لگا اور پھر میری روح ان کی طرف پرواز کر گئی۔ کاش میرے پاس موجود لوگوں کی جماعت کی بجائے تنہائی و علیحدگی اور انس والفت کی بجائے وحشت ہوتی۔ تو یہ وہ دوسری مصیبت ہے جو موت کے وقت عاصی و نافرمان لوگوں کو درپیش ہوتی ہے جبکہ اطاعت گزار لوگ اس سے محفوظ ہوتے ہیں۔

انبیائے کرام علیہم السلام نے صرف نزع کی سختیوں کے متعلق لوگوں کو مطلع فرمایا ہے۔ انہوں نے اس خوف و گھبراہٹ کا ذکر نہیں فرمایا جو ملک الموت کی صورت دیکھنے والے انسان پر طاری ہوتی ہے۔ حالانکہ اگر کوئی انسان رات کو خواب میں ہی ملک الموت کی صورت دیکھ لے تو اس کی باقی ماندہ زندگی اس کے لئے تلخ ہو جائے تو پھر اس حالتِ سکرات میں اس کی صورت دیکھنے سے انسان کو کن تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا؟

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار بندوں کا تعلق ہے تو وہ ملک الموت کو انتہائی حسین و جمیل صورت میں دیکھتے ہیں۔ حضرت ابو عبد اللہ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک غیور آدمی تھے۔ آپ علیہ السلام نے عبادت کے لیے ایک مکان مخصوص کر رکھا تھا۔ جب آپ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو اسے بند کر دیتے تھے۔ ایک دن آپ علیہ السلام واپس تشریف لائے تو آپ کو مکان کے درمیان میں ایک آدمی نظر آیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے فرمایا تجھے میرے گھر میں کس نے داخل ہونے کی اجازت دی ہے؟ اس نے کہا اس گھر کے مالک نے مجھے یہاں پہنچایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اس گھر کا مالک تو میں ہوں۔ اس آدمی نے کہا مجھے اس نے اس گھر میں داخل کیا ہے جو آپ سے اور مجھ سے زیادہ اس گھر کا مالک ہے۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا تم کون سا فرشتہ ہو؟ اس نے عرض کیا میں ملک الموت ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم مجھے وہ صورت دکھا سکتے ہو جس کے ساتھ تم ایک مومن کی روح قبض کرتے ہو؟ ملک الموت نے کہا ہاں اور ساتھ ہی کہا آپ اپنا منہ دوسری

طرف پھیر لیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام منہ پھیر کر اس کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کے سامنے ایک نوجوان تھا جس کے چہرے اور لباس کا حسن اور خوشبو ناقابلِ بیان تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت! اگر موت کے وقت بندۂ مومن صرف تیری صورت ہی دیکھ لے تو اس کے لئے یہی اجر کافی ہے۔

موت کے وقت ایک مصیبت اعمال کی نگرانی کرنے والے دو فرشتوں کو دیکھنا ہے۔ حضرت ابو عثمان وہیب بن ورد مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ہر مرنے والا انسان مرنے سے پہلے اپنے اعمال لکھنے والے فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے۔ اگر انسان مطیع و فرمانبردار ہو تو وہ فرشتے اسے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے تجھے جزائے خیر اور اچھا بدلہ دے۔ تو نے ہمیں کئی اچھی مجلسوں میں بٹھایا ہے اور ہمیں کئی اعمالِ صالحہ کے پاس لے گیا ہے۔ اور اگر انسان فاسق و فاجر ہو تو دونوں فرشتے اسے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تجھے ہماری طرف سے جزائے خیر نہ دے۔ تو نے ہمیں کئی بری مجلسوں میں بٹھایا ہے، برے اعمال کے پاس لے گیا ہے اور ہمیں قبیح باتیں سنائی ہیں اللہ تعالیٰ تجھے ہماری طرف سے اچھی جزا نہ دے۔ وہ دونوں فرشتے جسمانی صورت میں ہوتے ہیں۔ مرنے والے کی نگاہ ایک دفعہ ان کی طرف اٹھتی ہے اور پھر کبھی دنیا کی طرف نہیں لوٹتی۔

تیسری مصیبت

موت کے وقت تیسری مصیبت گناہ گاروں کا دوزخ میں اپنا ٹھکانہ دیکھنا اور دیکھنے سے پہلے خوف زدہ ہونا ہے۔ کیونکہ حالتِ سکرات میں انسانوں کے قویٰ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور ان کی روحیں نکلنے کے لئے خود بخود تیار ہو جاتی ہیں۔ لیکن جب تک وہ ملک الموت کی دو بشارتوں میں سے ایک بشارت نہ سن لیں اس وقت تک ان کی روحیں بدن سے باہر نہیں نکل سکتیں۔ یا تو ملک الموت انسان کو کہتا ہے اے اللہ کے دشمن! تجھے دوزخ کی خوشخبری ہو یا کہتا ہے اے اللہ کے ولی! تجھے جنت کی بشارت ہو۔ اور اربابِ عقل اسی وجہ سے موت سے خائف رہتے ہیں۔

ایک حدیثِ پاک ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

لَن یَّخرُجَ اَحَدُکُم مِنَ الدُّنیَا حَتّٰی یَعلَمَ اَینَ مَصِیرُہٗ وَ حَتّٰی یَرٰی مَقعَدَہٗ مِنَ الجَنَّۃِ اَوِ النَّارِ

''تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک ہرگز دنیا سے نہیں نکلے گا جب تک وہ اپنا اخروی ٹھکانہ اور جنت یا دوزخ میں اپنا مقام نہ دیکھ لے''۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ملاقات پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے۔ اور جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم سب موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بات اس طرح نہیں۔ بے شک جب ایک مومن کے لئے وہ چیز آسان اور کشادہ کردی جاتی ہے جو اس پر آنے والی ہوتی ہے تو وہ مومن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے''۔

مروی ہے کہ ایک رات حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے رات کے آخری حصہ میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا اُٹھ کر دیکھو کیا وقت ہوا ہے؟ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اٹھے اور پھر واپس آکر فرمایا سرخ ستارہ طلوع ہو چکا ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں صبح کے وقت دوزخ کی طرف جانے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

خلیفہ مروان بن حکم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرض الموت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے اللہ! ان پر آسانی فرما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ سختی فرما! پھر آپ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا اللہ کی قسم! میں دنیا کی جدائی پر غم کرتے ہوئے اور تمہارے فراق پر جزع وفزع کرتے ہوئے نہیں رو رہا بلکہ میں تو اپنے رب کی طرف سے کسی ایک بشارت کے انتظار میں رو رہا ہوں کہ مجھے جنت کی خوشخبری ملتی ہے یا

دوزخ کی۔

ایک حدیثِ پاک میں حضور ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے راضی ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ملک الموت! فلاں آدمی کے پاس جاؤ اور اس کی روح میرے پاس لاؤ تا کہ میں اسے راحت عطا کروں۔ میرے لئے اس کا یہی عمل کافی ہے کہ میں نے اسے آزمایا ہے اور اسے اسی طرح پایا ہے جس طرح میں چاہتا ہوں۔ چنانچہ ملک الموت پانچ سو فرشتوں کے ہمراہ اس آدمی کے پاس اترتے ہیں اور ان کے پاس خوشبودار پودوں کی ٹہنیاں اور زعفران کی جڑیں ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ اسے ایک نئی خوشخبری سناتا ہے اور فرشتے اس کی روح کے نکلتے وقت دو صفوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے پاس پھولوں کے گلدستے ہوتے ہیں۔ جب ابلیس ان فرشتوں کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر چیخنے لگتا ہے۔ راوی فرماتے ہیں شیطان کے لشکر اس سے پوچھتے ہیں اے ہمارے سردار! آپ کو کیا ہوا ہے؟ وہ کہتا ہے کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ اس بندے کو کتنی عزت و تکریم دی گئی ہے۔ تم کہاں مر گئے تھے۔ وہ کہتے ہیں ہم نے اس پر بہت کوشش کی ہے لیکن یہ محفوظ و معصوم تھا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مومن کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات میں ہی سکون اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ اور جس آدمی کی راحت اللہ تعالیٰ سے ملاقات میں مضمر ہو اس کی موت کا دن اس کے سرور، فرحت، امن، عزت اور شرف کا دن ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت جابر بن زید تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے وصال کے وقت دریافت کیا گیا آپ کی کیا خواہش ہے؟ انہوں نے فرمایا میں آخری وقت میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے تو انہوں نے ان کی طرف نظریں اُٹھا کر فرمایا اے بھائی اللہ کی قسم! اب ہم آپ سے جدا ہو کر دوزخ یا جنت کی طرف جا رہے ہیں۔

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ نے وصال کے وقت فرمایا اے بھائیو! تم پر

سلام ہو دوزخ کی طرف کوچ ہے یا پھر اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔

ایک بزرگ یہ تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش وہ ہمیشہ نزع کی حالت میں رہیں اور ان کو ثواب یا عذاب کے لیے نہ اٹھایا جائے۔

غرضیکہ سوئے خاتمہ کے خوف نے عارفوں کے دلوں کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ اور موت کے وقت یہ بڑی مصیبتوں میں سے ایک ہے۔

ہم سوئے خاتمہ کا معنی اور اس سے عارفین کا بہت زیادہ خوف رکھنا احیاء علوم الدین کی چوتھی جلد میں کتاب الخوف والرجاء کے تحت بیان کرچکے ہیں۔ اگرچہ اس کا یہاں پر ذکر کرنا بھی بہت مناسب ہوگا لیکن ہم اس کو یہاں ذکر کرکے بحث کو طویل نہیں کرتے۔

قریب المرگ انسان کے لیے مستحب احوال و اعمال

جان لو!

قریب المرگ انسان کے لئے سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ صورت یہ ہے کہ انسان کے ظاہری اعضاء بالکل ساکن اور بے حرکت رہیں، زبان پر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جاری ہو اور دل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے۔ جہاں تک ظاہری صورت کا تعلق ہے تو اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

”تم تین امور کے سلسلہ میں قریب المرگ انسان پر گہری نظر رکھو جب اس کی پیشانی پر پسینہ آجائے، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور ہونٹ خشک ہوجائیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی علامت ہے جو اس پر نازل ہوچکی ہے اور جب انسان کا گلہ گھونٹے ہوئے آدمی کی طرح خرانٹے لے، اس کا رنگ سرخ ہو اور دونوں ہونٹ مٹیالے ہوجائیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی نشانی ہے جو اس پر نازل ہوچکا ہے“۔

جہاں تک زبان سے کلمہ شہادت کے جاری ہونے کا تعلق ہے تو یہ خیر و بھلائی کی علامت ہے۔ حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

''اپنے مرنے والے کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کیا کرو''۔

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

فَاِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا

''کیونکہ یہ گزشتہ تمام خطاؤں کو مٹا دیتا ہے''۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ مَّاتَ وَ هُوَ يَعْلَمُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

''جس آدمی کو اس بات پر ایمان اور یقین رکھتے ہوئے موت آئے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہو جائے گا''۔

اور حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں وَ هُوَ يَعْلَمُ کی بجائے وَهُوَ يَشْهَدُ (یہ گواہی دیتے ہوئے) کے الفاظ ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مرنے والے آدمی کی موت کا وقت قریب آجائے تو اسے کلمہ شہادت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کرو۔ کیونکہ اگر موت کے وقت کسی آدمی کا خاتمہ اس کلمہ پر ہو تو یہ کلمہ اس کے لیے جنت میں جانے کا زادِ راہ ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اپنے مرنے والوں کے پاس جایا کرو اور ان کو نصیحت کرو کیونکہ وہ جو کچھ دیکھتے ہیں وہ تمہیں نظر نہیں آتا اور ان کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کی تلقین کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک مرنے والے آدمی کے پاس ملک الموت آیا اور اس نے اس کے دل میں غور سے دیکھا لیکن ملک الموت کو اس کے دل میں کوئی چیز نظر نہ آئی پھر ملک الموت نے اس کے جبڑوں کو کھولا تو اس کی زبان کا کنارہ تالو کے ساتھ لگا ہوا پایا اور وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ رہا تھا چنانچہ اس آدمی کی اس کلمہ اخلاص کے سبب مغفرت ہو گئی۔

کلمہ کی تلقین کرنے والے آدمی کو چاہیے کہ تلقین کرنے میں سختی اور زیادہ اصرار نہ کرے

کیونکہ بعض اوقات مریض کی زبان نہیں بول سکتی اور اس کے لئے زبان سے لفظ نکالنا مشکل ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ تلقین کو بوجھ سمجھنے لگتا ہے اور کلمہ طیبہ سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اس صورت میں یہ خدشہ ہوتا ہے کہ یہی بات اس کے سوئے خاتمہ کا سبب نہ بن جائے۔

اس کلمہ کا معنی یہ ہے کہ آدمی کو اس حال میں موت آئے کہ اس کے دل میں اللہ کے سوا کچھ نہ ہو۔ جب اس واحد حق ذات کے سوا اس کا کوئی مطلوب باقی نہیں رہے گا تو اس کا موت کے ذریعے اپنے محبوب کی طرف آنا اس کے حق میں انتہائی درجہ کی نعمت ہوگا۔ اور اگر انسان کا دل دنیا کے مال ومتاع میں مشغول، دنیا کی نعمتوں کی طرف متوجہ اور دنیا کی لذتوں پر افسوس کر رہا ہو اور زبان کی نوک پر کلمہ جاری ہو لیکن اس کا دل اس کی تصدیق نہ کر رہا ہو تو ایسے آدمی کا معاملہ مشیت الٰہی کے خطرہ میں جا پڑتا ہے کیونکہ محض زبان کی حرکت بہت کم فائدہ دیتی ہے۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ قبولیت کے ذریعے فضل وکرم فرمادے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن کا تعلق ہے تو یہ سکرات موت کے وقت ایک مستحب یعنی بہت پسندیدہ فعل ہے اور ہم اسے اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں کتاب الرجاء کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے کی فضیلت کے متعلق کئی احادیث وارد ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ ایک مریض کے ہاں تشریف لے گئے اور اسے ارشاد فرمایا مجھے یہ بتاؤ کہ تم اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا گمان رکھتے ہو؟ اس نے کہا میرے گناہوں نے مجھے ڈبو دیا ہے اور میں ہلاکت میں پڑنے والا ہوں لیکن میں اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا اور ساتھ ہی مریض کے گھر والوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:۔

يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ فَلْيَظُنَّ بِيْ مَاشَاءَ

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اسی طرح ہو جاتا ہوں جس طرح میرا بندہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے۔لہٰذا وہ جو چاہے میرے متعلق گمان رکھے"۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس تشریف لائے جو سکرات موت کی حالت میں تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اللہ تعالیٰ سے امید بھی رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر بھی رہا ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا اجْتَمَعَا فِي قَلْبِ عَبْدٍ فِي مِثْلِ هَذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ الَّذِيْ يَرْجُوْ وَاٰمَنَهُ مِنَ الَّذِيْ يَخَافُ

"اس جیسی گھڑی میں اگر کسی بندے کے دل میں یہ دو باتیں جمع ہو جائیں تو اسے اللہ تعالیٰ وہ کچھ عطا فرماتا ہے جس کی اسے امید ہوتی ہے اور اس سے اسے مامون فرماتا ہے جس سے اسے خوف ہوتا ہے"۔

حضرت ثابت بن اسلم بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان لہو ولعب کا بہت زیادہ شوقین تھا اور اس کی ماں اسے ہر وقت وعظ و نصیحت کرتی اور اسے کہتی اے بیٹا! تیرے جانے کا ایک دن مقرر ہے تم اس دن کو یاد رکھو اور جب اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہو گیا اور اس کی روح پرواز کرنے لگی تو اس کی ماں اس پر گر پڑی اور اسے کہنے لگی اے بیٹا! میں تجھے اسی بچھڑنے کے وقت سے ڈراتی تھی اور کہتی تھی کہ تیرے لئے ایک دن مقرر ہے۔اس نے کہا اے میری ماں! میرا پروردگار بہت زیادہ احسان فرمانے والا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے آج بھی اپنے احسان سے محروم نہیں رکھے گا۔حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حسن ظن کے سبب اس پر رحم فرما دیا۔

حضرت جابر بن وداعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک گناہ گار نوجوان کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کی ماں نے اسے کہا اے بیٹا! اگر کوئی وصیت کرنا چاہتے ہو تو کرو؟ اس نے کہا ہاں میری یہ انگوٹھی نہ اتارنا،اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر لکھا ہوا ہے۔ہو سکتا ہے اس کے

سبب اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمادے۔ جب اسے دفن کر دیا گیا تو اس کے بعد اسے خواب میں دیکھا گیا اس نے کہا کہ میری ماں کو یہ بتا دینا کہ اس کلمہ نے مجھے نفع دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔

منقول ہے کہ ایک اعرابی بیمار ہوا اور اسے یہ بتایا گیا کہ تم بہت جلد مر جاؤ گے۔ اس نے پوچھا اس کے بعد مجھے کہاں لے جایا جائے گا؟ لوگوں نے کہا اللہ کی طرف، اس نے کہا میں اس کی طرف جانے کو ناپسند نہیں کرتا جس کی طرف سے مجھے ہمیشہ بھلائی نظر آئی ہے۔

حضرت ابو محمد معتمر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب میرے والد محترم کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے فرمایا اے معتمر! میرے سامنے آسانی اور رحمتِ الٰہی کے متعلق احادیث بیان کرو؟ ہوسکتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہوئے اس کے ساتھ ملاقات کروں۔

غرضیکہ اسلاف اس بات کو پسند کرتے تھے کہ موت کے وقت بندے کے سامنے اس کے اچھے اعمال کا تذکرہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے پروردگار کے متعلق حسن ظن رکھے۔

ملک الموت سے ملاقات کے وقت زبانِ حال سے ظاہر ہونے والی حسرت و ندامت

حضرت اشعث بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے دریافت فرمایا جس کا نام حضرت عزرائیل علیہ السلام ہے اور اس کی دو آنکھیں ہیں ایک آنکھ چہرے میں اور دوسری آنکھ گدی میں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے دریافت فرمایا اے ملک الموت! جب کوئی انسان مشرق میں ہو اور کوئی مغرب میں ہو، ساتھ ہی کسی علاقہ میں وبا پھیل جائے اور اس کے ساتھ ساتھ دو لشکر ایک دوسرے کے ساتھ برسرِ پیکار ہو جائیں تو پھر تم کیا کرتے ہو یعنی تم دور دور جگہوں پر موجود انسانوں کی روح کیسے قبض کرتے ہو؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ روحوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں اور وہ سب میری ان دو انگلیوں کے درمیان آجاتی ہیں۔

حضرت اشعت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین کو ملک الموت کے لئے پھیلا کر اس کے سامنے ایک تھال کی مانند رکھ دیا گیا ہے اور وہ جو کچھ چاہتا ہے اس میں سے اٹھالیتا ہے حدیث پاک کے راوی حضرت اشعت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دیتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ملک الموت سے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ لوگوں کے مابین عدل نہیں کرتے تم ایک آدمی کو اٹھا لیتے ہو اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا میں اس سلسلہ میں آپ سے زیادہ نہیں جانتا۔ یہ تو صحیفے اور کتابیں ہیں جو میری طرف بھیجے جاتے ہیں۔ اور ان میں سب انسانوں کے نام موجود ہوتے ہیں۔

حضرت وہب بن منبہ یمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گذشتہ زمانے کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے کسی ملک کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور اس نے اعلیٰ قسم کے کپڑے منگوائے تاکہ پہنے لیکن وہ کپڑے اسے پسند نہ آئے۔ پھر اور کپڑے منگوائے حتیٰ کہ اس نے کئی مرتبہ کپڑے منگوانے کے بعد اپنی پسند کا لباس پہن لیا۔ اسی طرح اس نے ایک سواری منگوائی اور سواری حاضر کی گئی لیکن اسے وہ سواری پسند نہ آئی حتیٰ کہ ایک ایک کر کے کئی سواریاں اس کی خدمت میں پیش کی گئیں اور وہ سب سے خوبصورت سواری پر سوار ہو گیا۔ پھر ابلیس اس کے پاس آیا اور اس نے اس کے نتھنے میں ایک پھونک ماری جس سے وہ تکبر سے بھر گیا۔ اس کے بعد وہ سفر پر روانہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ گھڑ سوار بھی چل پڑے۔ وہ تکبر کی وجہ سے لوگوں کی طرف نگاہ نہیں کر رہا تھا۔ اچانک۔ ایک آدمی سامنے آ گیا جس کے کپڑے انتہائی بوسیدہ اور پھٹے ہوئے تھے اس نے بادشاہ کو سلام کیا لیکن بادشاہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے بادشاہ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ بادشاہ نے کہا میرے گھوڑے کی لگام چھوڑ دو۔ تو نے بہت بڑی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔ اس آدمی نے کہا مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ بادشاہ نے کہا صبر کرو مجھے نیچے اترنے دو؟ اس آدمی نے کہا ابھی اور یہیں

گھوڑے کے اوپر ہی کام ہے اور اس نے سواری کی لگام کے ذریعے اسے قابو کرلیا۔ بادشاہ نے کہا اپنی حاجت بیان کرو؟ اس آدمی نے کہا میرے پاس ایک راز کی بات ہے تمہارے کان میں بتاؤں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنا سر آگے کیا اور اس آدمی نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا میں ملک الموت ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ کا رنگ اڑ گیا اور اس کی زبان لڑکھڑانے لگی۔ اس نے ملک الموت سے کہا مجھے تھوڑی دیر کے لئے مہلت دو تا کہ میں اپنے اہلِ خانہ کے پاس لوٹ کر اپنی حاجت اور کاموں کو مکمل کرلوں اور اہلِ خانہ کو الوداع کہہ لوں۔ ملک الموت نے کہا نہیں اللہ کی قسم! تو کبھی بھی اپنے اہلِ خانہ اور اپنے مال ومتاع کو نہیں دیکھ سکے گا۔ اور ساتھ ہی ملک الموت نے اس کی روح قبض کرلی اور وہ ایک لکڑی کی طرح نیچے گر پڑا۔

پھر ملک الموت آگے بڑھے اور اسی حالت میں ایک مومن بندے سے ملاقات کی اور اسے سلام کیا۔ اس مومن نے ملک الموت کے سلام کا جواب دیا۔ ملک الموت نے اسے کہا مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے جو میں آپ کے کان میں بتاؤں گا۔ اس مومن نے کہا بتاؤ؟ ملک الموت نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا میں ملک الموت ہوں۔ اس نے کہا آپ کا آنا مبارک ہو میں تو عرصہ دراز سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! روئے زمین میں کسی غائب کی ملاقات مجھے آپ کی ملاقات سے زیادہ پسند نہیں۔ ملک الموت نے کہا آپ جس کام کے لئے گھر سے نکلے ہیں مکمل کرلیں۔ اس مومن نے کہا میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے زیادہ بڑی اور زیادہ محبوب کوئی حاجت اور کام نہیں۔ ملک الموت نے کہا آپ جس حال میں چاہتے ہیں میں اسی حال میں آپ کی روح قبض کروں گا۔ اس مومن نے کہا کیا یہ بات تمہارے اختیار میں ہے؟ ملک الموت نے فرمایا ہاں مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ اس آدمی نے کہا پھر مجھے اتنی مہلت دو کہ میں وضو کر کے نماز شروع کرلوں اور جب میں سجدہ میں سر رکھ لوں تو آپ سجدہ کی حالت میں میری روح قبض کر لینا۔ چنانچہ ملک الموت نے سجدہ کی حالت میں اس کی روح قبض کرلی۔

حضرت ابو عبداللہ بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی نے زندگی بھر دنیا کا بہت زیادہ مال جمع کیا اور جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا مجھے میرا ہر قسم کا مال دکھاؤ۔ چنانچہ اس کے سامنے بہت زیادہ گھوڑے، اونٹ اور غلام وغیرہ لائے گئے۔ جب اس نے ان کی طرف نگاہ پھیر کر دیکھا تو ان پر افسوس کرتے ہوئے رونے لگا۔ ملک الموت نے اس کو روتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟ اس ذات کی قسم! جس ذات نے یہ سب کچھ تجھے عطا کیا ہے میں تیری روح اور بدن کے درمیان جدائی ڈالے بغیر تیرے گھر سے نہیں نکلوں گا۔ اس نے کہا مجھے تھوڑی سی مہلت دے دو میں اس مال کو اس کے مستحقین میں تقسیم کر دوں؟ ملک الموت نے کہا ہرگز نہیں اب مہلت ختم ہو چکی ہے۔ کیا موت آنے سے پہلے تیرے پاس مہلت نہیں تھی اور اس کے ساتھ ہی ملک الموت نے اس کی روح قبض کر لی۔

مروی ہے کہ ایک آدمی نے بہت زیادہ مال جمع کیا اور اسے محفوظ رکھ کر اسے گنتا رہا اور کسی قسم کا مال ہاتھ سے نکلنے نہ دیا۔ اس نے ایک محل تعمیر کر کے اس کے دو مضبوط دروازے رکھے اور دونوں دروازوں پر اپنے غلاموں میں سے چند محافظ بٹھا دیئے۔ پھر اپنے اہلِ خانہ کو اکٹھا کر کے ان کے لئے ایک شاندار کھانا تیار کروایا اور اپنے تخت پر بیٹھ کر ایک ٹانگ دوسری ٹانگ کے اوپر رکھ لی اور سب لوگ کھانے میں مصروف ہو گئے۔ جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو اس نے اپنے نفس سے کہا اے نفس! تو دو سال تک مزے اڑا لے۔ میں نے اتنا مال جمع کر لیا ہے کہ وہ دو سال تک تیرے لئے کافی ہو گا۔ ابھی اس نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ ملک الموت ایسی صورت میں اس کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان کے بدن پر دو پھٹے پرانے کپڑے تھے اور مسکینوں کی طرح گردن میں توبرا لٹکا رکھا تھا۔ انہوں نے اتنی شدت کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹایا کہ وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ڈر گیا۔ غلام فوراً دروازہ کھٹکھٹانے والے کی طرف گئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا اپنے آقا کو بلاؤ۔ انہوں نے کہا کیا ہمارا آقا تجھ جیسے آدمی کے ساتھ ملاقات کے لئے باہر آئے گا؟ ملک الموت نے

کہاہاں انہوں نے اپنے آقا کو بتایا۔ اس نے کہا کیا تم لوگوں نے اس کے ساتھ کچھ کیا ہے؟ اتنے میں ملک الموت نے فرمایا اسے بتاؤ میں ملک الموت ہوں۔ جب پہرے داروں نے یہ بات سنی تو ان پر رعب طاری ہو گیا اور ان کے آقا پر ذلت اور مسکینی چھا گئی اور اس نے کہا ملک الموت کے ساتھ نرمی سے بات کرو اور اس سے پوچھو کیا تم ہمارے آقا کے بدلے کسی دوسرے کو لے لو گے؟ یہ سن کر ملک الموت اندر داخل ہو گئے اور فرمایا اپنے مال و متاع میں جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لو۔ میں تیری روح نکالے بغیر یہاں سے باہر نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ اس نے اپنے مال کے متعلق حکم دیا اور اس کا سارا مال اس کے سامنے رکھ دیا گیا۔ اس نے مال کو دیکھ کر کہا اے مال تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ تو نے مجھے اپنے رب کی عبادت سے غافل رکھا ہے اور اپنے رب کے لئے خلوت نشینی سے روکے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً مال کو قوتِ گویائی عطا فرمائی اور اس مال نے کہا تو مجھے کیوں گالی دیتا ہے۔ تو میرے ذریعے بادشاہوں کے ہاں جاتا تھا، نیک لوگوں کو ان کے دروازے سے ہٹا دیتا تھا، تو میری وجہ سے مالدار عورتوں کے ساتھ نکاح کرتا تھا اور بادشاہوں کی مجالس میں بیٹھتا تھا اور مجھے برائی کے راستہ میں خرچ کرتا تھا لیکن میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ اگر تو مجھے بھلائی کے راستہ میں خرچ کرتا تو میں تجھے نفع دیتا۔ اے ابنِ آدم! تجھے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے تجھے نیکی کرنے کا بھی اختیار ہے اور گناہ کرنے کا بھی اختیار ہے، پھر ملک الموت نے اس کی روح قبض کر لی اور وہ نیچے گر پڑا۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ملک الموت نے ایک ایسے سرکش و متکبر انسان کی روح قبض کی جس کی مثل پوری زمین میں کوئی انسان نہیں تھا۔ پھر اس روح کو آسمانوں پر لے گئے۔ فرشتوں نے ملک الموت سے پوچھا اے ملکِ الموت! آج تک تجھے کس انسان کی روح قبض کرتے وقت سب سے زیادہ رحم آیا ہے۔ ملک الموت نے کہا مجھے ایک عورت کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا جو کسی جنگل میں موجود تھی۔ جب میں اُس عورت کے پاس آیا تو اس کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا۔ مجھے اس عورت کی بے وطنی اور اس کے بچے

پر رحم آیا تھا کہ وہ بالکل چھوٹا سا ہے اور جنگل میں اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں۔ فرشتوں نے کہا تو نے جس سرکش انسان کی ابھی ابھی روح قبض کی ہے۔ یہ وہی بچہ تھا جس پر تجھے رحم آیا تھا۔ ملک الموت نے کہا پاک ہے وہ ذات جو جس پر چاہے لطف و کرم فرمائے۔

حضرت ابو محمد عطا بن یسار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک صحیفہ دے دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ آپ نے اس سال اس صحیفہ میں موجود لوگوں کی روحیں قبض کرنی ہیں۔ پھر فرمایا بے شک ایک بندہ درخت لگاتا ہے، عورتوں کے ساتھ نکاح کرتا ہے اور عالی شان مکان تعمیر کرتا ہے جبکہ اس کا نام اس صحیفہ میں موجود ہوتا ہے اور اسے خبر نہیں ہوتی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر روز موت کا فرشتہ ہر گھر کو تین بار خوب غور کے ساتھ دیکھتا ہے۔ گھر والوں میں سے جس آدمی کو پائے کہ اس کا رزق ختم ہو چکا ہے اور زندگی گزر چکی ہے تو وہ اس کی روح قبض کر لیتا ہے۔ جب ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو اس کے گھر والے اس پر رونے اور چیخ و پکار کرنے لگتے ہیں۔ ملک الموت دروازے کی چوکھٹ کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر ان سے کہتا ہے اللہ کی قسم! میں نے اس کا رزق نہیں کھایا، میں نے اس کی عمر ختم نہیں کی اور نہ میں نے اس کا وقت پورا کیا ہے اور میں بار بار تمہارے پاس آؤں گا حتیٰ کہ تم میں سے ایک بندے کو بھی باقی نہیں رہنے دوں گا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! اگر لوگ ملک الموت کے کھڑا ہونے کو دیکھ لیں اور اس کی گفتگو سن لیں تو وہ اپنے مرنے والے بھائی کو بھول جائیں اور اپنے آپ پر رونے لگیں۔

حضرت یزید بن ابان رقاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے ایک متکبر اور سرکش آدمی اپنے گھر میں گھر کے کسی فرد کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا تھا کہ اچانک اس نے ایک آدمی کو دیکھا جو اس کے گھر کے دروازے سے داخل ہوا ہے۔ وہ متکبر انسان

گھبراہٹ اور غصے کی حالت میں اس آدمی کی طرف اُٹھا اور اس سے پوچھا تم کون ہو اور تمہیں میرے گھر میں قدم رکھنے کی کس نے اجازت دی ہے؟ اس نے کہا مجھے اُس نے اِس گھر میں داخل کیا ہے جو اس گھر کا مالک ہے اور میں وہ ہوں جو دربانوں سے نہیں رک سکتا اور نہ میں بادشاہوں سے اجازت لیتا ہوں۔ نیز میں تسلط وغلبہ والوں کے دبدبہ سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی کوئی سرکش ومتکبر اور سرکش شیطان مجھ سے بچ سکتا ہے۔ راوی فرماتے ہیں یہ سن کر وہ سرکش ومتکبر انسان بہت شرمندہ ہو گیا اور کانپنے لگا حتیٰ کہ وہ منہ کے بل گر پڑا۔ پھر اس نے رحم کی درخواست کرتے ہوئے اور عاجزی کرتے ہوئے سر اُٹھا کر اسے کہا گویا کہ تم ملک الموت ہو۔ ملک الموت نے کہا میں وہی ہوں۔ اس نے کہا کیا تم مجھے تھوڑی سی مہلت دو گے کہ میں ازسرِنو عہد یعنی توبہ کرلوں؟ اس نے کہا ہرگز نہیں تیری زندگی کی مدت ختم ہو چکی ہے، تیری سانسیں گزر چکی ہیں اور ساعتیں مکمل ہو چکی ہیں لہٰذا تجھے تاخیر دینے کا کوئی جواز اور راستہ نہیں۔ اس نے پوچھا تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟ ملک الموت نے کہا تیرے اس عمل کی طرف جو تو نے آگے بھیجا ہے اور اس گھر کی طرف جو تو نے تیار کیا ہے۔ اس نے کہا میں نے کوئی اچھا عمل آگے نہیں بھیجا اور نہ ہی میں نے کوئی خوبصورت گھر تیار کیا ہے۔ ملک الموت نے کہا پھر میں تجھے بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف لے جاؤں گا جو گوشت پوست کو نوچ لے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی ملک الموت نے اس کی روح قبض کرلی اور وہ اپنے اہلِ خانہ کے سامنے گر پڑا۔ پھر کوئی چیخ رہا تھا اور کوئی رو رہا تھا۔ حضرت یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر ان کو اس کے برے انجام کا علم ہو جاتا تو ان کی گریہ وزاری اس سے بھی زیادہ ہوتی۔

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس تشریف لائے اور آپ علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک آدمی کو غور کے ساتھ دیکھنے لگے اور نظریں اس پر جما دیں۔ جب ملک الموت باہر چلے گئے تو اس آدمی نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا یہ کون تھے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ ملک الموت ہیں۔ اس نے کہا

میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ میری طرف اس طرح دیکھ رہے تھے گویا وہ میری روح قبض کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے عرض کیا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس سے رہائی دلا دیں۔ آپ ہوا کو حکم فرمائیں کہ وہ مجھے ہندوستان کے دوسرے کونے میں چھوڑ آئے۔ چنانچہ ہوا نے اسی طرح کیا۔ پھر جب ملک الموت دوسری بار حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے پوچھا کیا وجہ تھی کہ فلاں دن آپ میری مجلس کے ایک آدمی کو مسلسل دیکھے جا رہے تھے۔ ملک الموت نے کہا ہاں مجھے اس بات پر تعجب ہو رہا تھا کیونکہ مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں تھوڑی دیر کے بعد ہندوستان کے دوسرے کونے میں اس آدمی کی روح قبض کروں اور وہ آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور مجھے اس سے تعجب ہو رہا تھا۔

چوتھا باب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کا وصال مبارک

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک

جان لو!

بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں زندگی، وصال، فعل اور قول میں امت کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام احوال تامل اور غور و فکر کرنے والوں کے لیے عبرت اور غور و خوض کرنے والوں کے لیے سامانِ بصیرت ہیں۔ کیونکہ مخلوقِ خدا میں سے کوئی آدمی بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر مکرم نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل، حبیب اور نجی ہیں نیز اس کے صفی یعنی منتخب کردہ اور اس کے رسول اور نبی ہیں۔

چنانچہ اب تم غور کرو کیا اس مقام و مرتبہ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی ساعتیں اور مدت پوری ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک گھڑی کی مہلت دی کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت آ جانے کے بعد ایک لحظہ کی تاخیر کی گئی؟ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مکرم فرشتے بھیجے گئے جو مخلوق کی ارواح قبض کرنے پر مقرر ہیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکرم روح پاک کو اس دنیا سے اخروی دنیا میں منتقل کرنے کے لئے بہت زیادہ کوشش اور تیزی کی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری جسدِ اطہر سے نکال کر رحمت و رضوان اور عمدہ مقامات بلکہ جوارِ رحمت میں سچائی کے مقام کی طرف کوچ کرانے کے لئے خوب تیار کیا اور اس کے باوجود حالتِ نزع میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف بہت زیادہ تھی اور بار بار اس کا اظہار ہو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ اقدس میں مسلسل بے قراری و بے چینی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز بلند ہو رہی تھی، رنگت مبارک بدلی ہوئی اور پیشانی مبارک سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ دونوں ہاتھ مبارک بار بار کھلتے اور بند ہوتے

تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے سفر آخرت کو دیکھ کر آپ کے پاس موجود حضرات رونے لگے اور جس آدمی نے بھی وہ منظر دیکھا وہ آپ ﷺ کی سخت حالت کی وجہ سے بہت زیادہ رویا۔

آپ کا کیا خیال ہے کیا منصبِ نبوت نے آپ ﷺ سے تقدیر کو روک لیا تھا؟ کیا ملک الموت نے آپ ﷺ کے معاملہ میں اہلِ خانہ اور خاندان کا لحاظ رکھا تھا؟ کیا حق کا مددگار اور مخلوق کے لیے بشیر و نذیر ہونے کی وجہ سے ملک الموت نے آپ ﷺ سے در گزر کر دیا تھا؟ ہرگز نہیں! بلکہ ملک الموت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس طرح حکم ملا تھا اس نے اسی کی اطاعت کی اور جو کچھ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا پایا اسی کی اتباع کی تھی۔

غرضیکہ یہ حضور ﷺ کے وصال کا معاملہ ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقامِ محمود پر فائز اور حوضِ کوثر پر ساقی ہوں گے، سب سے پہلے آپ ﷺ کی قبر مبارک کھولی جائے گی اور پیشی کے دن آپ ﷺ صاحبِ شفاعت ہوں گے۔

تعجب کی بات ہے کہ ہم آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے سبق حاصل نہیں کرتے اور جو کچھ ہم کو درپیش آنے والا ہے ہمارا اس پر یقین نہیں بلکہ ہم خواہشات کے اسیر ہیں اور گناہوں اور برائیوں کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم سید المرسلین، امام المتقین اور حبیبِ رب العالمین حضرت محمد ﷺ کے وصال مبارک کے لمحات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ شاید ہم یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ زندہ رہیں گے یا ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اپنے بُرے افعال کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم اور محترم ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہم سب نے دوزخ کے اوپر سے گزرنا ہے۔ پھر اس سے صرف متقی لوگ ہی نجات پائیں گے۔ غرضیکہ ہمیں وہاں سے گزرنے کے متعلق پختہ یقین ہے لیکن وہاں سے سلامت گزر جانا ایک وہمی امر ہے۔ نہیں بلکہ اگر ہم ظن غالب کے ساتھ وہاں سے بچ نکلنے کے منتظر رہیں تو ہم اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اللہ کی قسم! ہم متقی لوگوں میں سے نہیں ہیں اور عالمین کے پروردگار اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ ثُمَّ نُنَجِّي

الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ (مریم)

"اور تم سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کا گزر دوزخ پر ہوگا۔ یہ آپ کے رب پر لازم ہے (اور اس کا) فیصلہ ہو چکا ہے۔ پھر ہم نجات دیں گے پرہیز گاروں کو اور رہنے دیں گے ظالموں کو دوزخ میں کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے"۔

چنانچہ ہر بندے کو اپنے نفس کے متعلق خوب غور کرنا چاہیے کہ کیا وہ ظالموں کے زیادہ قریب ہے یا متقی لوگوں کے نزدیک ہے۔ لہٰذا تم سلف صالحین کی سیرت میں غور و فکر کرنے کے بعد اپنی ذات میں غور و خوض کرو کیونکہ وہ توفیق حاصل ہونے کے باوجود موت کی سکرات سے خوفزدہ رہتے تھے۔

پھر تم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ اور موت کا خوف دیکھو جن کا معاملہ یقین پر مبنی تھا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں کے سردار اور متقین کے قائد ہیں اور تم اس سے راہنمائی حاصل کرو کہ دنیا سے جدائی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرب کس طرح سخت تھا اور جنت الماوئی کی طرف پلٹتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ کس قدر شدید تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی اور وصال مبارک کا وقت قریب تھا تو ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جونہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دیکھا تو آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر ارشاد فرمایا خوش آمدید اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی عطا فرمائے، تمہیں اپنی پناہ میں رکھے اور تمہاری مدد فرمائے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے تمہارے لیے واضح ڈرانے والا ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ کی زمین میں اور اس کے بندوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرنا۔ موت قریب آ رہی ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ، سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماوئی اور بھرے ہوئے جام کی طرف لوٹنا ہے۔ لہٰذا میری طرف سے تم اپنے آپ کو اور ان لوگوں کو سلام کہہ دینا جو میرے بعد تمہارے دین میں داخل

ہوں گے۔

مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے وصال کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا میرے بعد میری امت کا والی کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے محبوب ﷺ کو خوشخبری سنادو کہ میں امت کے معاملہ میں ان کو رسوا نہیں کروں گا۔ اور یہ خوشخبری بھی سنادو کہ جب لوگوں کو قبروں سے اُٹھایا جائے گا تو آپ ﷺ سب لوگوں سے پہلے اور جلدی اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے اور جب سب لوگ اکٹھے ہو جائیں گے تو آپ ان کے سردار ہوں گے اور جب تک آپ کی امت جنت میں نہیں جائے گی اس وقت تک باقی امتوں کے لیے جنت حرام ہوگی۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے بیماری کے دوران ہمیں حکم فرمایا کہ مجھے سات کنوؤں کے پانی کے سات مشکیزوں سے غسل دو؟ جونہی ہم نے حسب حکم آپ ﷺ کو غسل دیا تو آپ ﷺ کو کچھ افاقہ ہوگیا اور آپ ﷺ حجرۂ اقدس سے باہر تشریف لے آئے اور لوگوں کو نماز پڑھا کر اہلِ احد کے لیے استغفار اور دعا فرمائی اور انصار کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرمایا:۔

امابعد! اے مہاجرین کے گروہ! تم بڑھتے جاؤ گے اور انصار اپنی آج کی حالت سے نہیں بڑھیں گے۔ انصار میرے راز دان ہیں جن کے پاس میں نے پناہ لی تھی۔ لہٰذا ان کے کریم یعنی نیکو کاروں کی عزت کرو اور ان کے بروں سے درگزر کرو۔ پھر ارشاد فرمایا بے شک ایک بندے کو دنیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود نعمتوں کے مابین اختیار دیا گیا ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود نعمتوں کو اختیار کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے اور حضور ﷺ کا اشارہ سمجھ گئے کہ بندے سے مراد حضور ﷺ کی اپنی ذات گرامی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! صبر کرو اور حاضرین کو حکم فرمایا کہ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد میں کھلنے والے سب دروازے بند کردو۔ میں ایسا کوئی آدمی نہیں جانتا جو میری دوستی کے لئے حضرت ابوبکر صدیق سے زیادہ افضل ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے حجرے میں میری باری کے دن اور میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے وصال فرمایا اور وصال کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے اور آپ ﷺ کے لعابِ دہن مبارک کو اکٹھا فرمادیا تھا۔ وصال مبارک سے کچھ وقت پہلے میرے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ہاتھ میں مسواک پکڑے ہوئے میرے حجرے میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ کو مسواک اچھا لگ رہا ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کے لئے مسواک لے لوں؟ آپ ﷺ نے سر مبارک کے ساتھ اشارہ فرمایا ہاں۔ میں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مسواک پکڑ کر حضور ﷺ کے منہ مبارک میں ڈالا تو وہ آپ ﷺ کو سخت محسوس ہوا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میں آپ کو نرم کردوں۔ آپ ﷺ نے سر کے ساتھ اشارہ فرمایا ہاں۔ چنانچہ میں نے اپنے دانتوں کے ساتھ مسواک نرم کردیا۔ آپ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جس میں آپ ﷺ اپنا ہاتھ مبارک رکھتے اور فرماتے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بے شک موت کی بہت سختیاں ہیں۔ پھر آپ ﷺ ہاتھ مبارک اوپر اٹھا کر فرماتے الرفيق الاعلى الرفيق الاعلى۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ کی قسم! آپ ہمیں اختیار نہیں فرمائیں گے (یعنی آپ ہمیں چھوڑ جائیں گے)۔

حضرت سعید بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب انصار نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی طبیعت مبارک بوجھل ہوتی جارہی ہے تو وہ بے قراری کے عالم میں مسجد کے آس پاس چکر لگانے لگے۔ آخرکار حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو صحابہ کرام کی حالت اور ان کے ڈر و اندیشہ کے متعلق مطلع کیا۔ پھر حضرت فضل بن

عباس رضی اللہ عنہما حاضرِ خدمت ہوئے اور انہوں نے بھی حضور ﷺ کو اسی طرح اطلاع دی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر وہی بات بتائی۔ حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک آگے کرتے ہوئے فرمایا میرا ہاتھ پکڑو۔ انہوں نے فوراً ہاتھ مبارک تھام لیا حضور ﷺ نے پوچھا تم لوگ کیا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کہتے ہیں کہ ہمیں ڈر لگ رہا ہے کہ آپ کا وصال ہو جائے گا۔ حضور ﷺ کے پاس مردوں کے جمع ہونے کی وجہ سے عورتیں رونے لگیں۔ حضور ﷺ فوراً پوری طاقت کے ساتھ اٹھے اور حضرت علی و فضل رضی اللہ عنہما پر ٹیک لگا کر باہر تشریف لائے جبکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ حضور ﷺ نے سر مبارک لپیٹا ہوا تھا اور اپنے پاؤں مبارک گھسیٹ گھسیٹ کر رکھ رہے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ منبر مبارک کی نچلی سیڑھی پر بیٹھ گئے اور لوگ آپ ﷺ کے آس پاس اکٹھے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا:۔

اے لوگو! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم میرے وصال سے خوفزدہ ہو گویا کہ تم موت سے ناواقف ہو۔ تم اپنے نبی مکرم ﷺ کے وصال کا انکار کیوں کرتے ہو۔ کیا میں نے اور خود تمہارے نفسوں نے تمہیں موت کی خبر نہیں دی تھی؟ کیا مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کوئی نبی علیہ السلام ہمیشہ رہا ہے کہ میں بھی تمہارے پاس ہمیشہ رہوں۔ آگاہ رہو! میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں اور تم بھی اپنے پروردگار سے ضرور ملاقات کرو گے میں تمہیں اولین مہاجرین کے متعلق بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور مہاجرین کو آپس میں بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (العصر)

"قسم ہے زمانہ کی یقیناً ہر انسان خسارے میں ہے بجز ان (خوش نصیبوں) کے جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرتے رہے نیز ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے

رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے"۔

بے شک تمام امور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلتے ہیں لہٰذا کسی کام کی تاخیر تمہیں جلدی کا مطالبہ کرنے پر برانگیختہ نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ایک بندے کی جلدی کی وجہ سے جلدی نہیں فرماتا اور جس نے اللہ تعالیٰ پر غلبہ حاصل کرنا چاہا وہ مغلوب ہو گیا اور جس نے اسے دھوکہ دینا چاہا وہ خود دھوکہ کا شکار ہو گیا۔ کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ (محمد)

" پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کرو گے زمین میں اور قطع کر دو گے اپنی قرابتوں کو"۔

میں تمہیں انصار کے متعلق بھلائی اور نیکی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو تم سے پہلے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور ایمان میں ثابت قدم ہیں لہٰذا ان کے ساتھ احسان کرنا۔ کیا انہوں نے اپنے پھلوں میں تمہیں حصہ دار نہیں بنایا، کیا انہوں نے تمہاری خاطر اپنے گھروں میں گنجائش نہیں نکالی کیا انہوں نے اپنی ذات پر تم لوگوں کو ترجیح نہیں دی اگرچہ اس وقت یہ لوگ خود تنگ دست تھے۔

خبردار! جس آدمی کو دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے حاکم بنایا جائے وہ ان کے نیکوکاروں کا عذر قبول کرے اور ان کے بروں سے درگزر کرے۔ یاد رکھو! ان لوگوں پر کسی کو ترجیح نہ دینا۔ یاد رکھو! میں تم سے آگے جا کر تمہارے لئے انتظام کرنے والا ہوں اور تم بہت جلد مجھ سے ملنے والے ہو۔ یاد رکھو! تمہارے وعدہ کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور میرا حوض بصرہ وشام اور الیمن کے شہر صنعاء کے مابین مسافت سے بھی زیادہ چوڑا ہے۔ جس میں کوثر کا پرنالہ گر رہا ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو آدمی ایک دفعہ اس سے پانی پی لے گا اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اس کی کنکریاں لولو اور زمین مشک کی ہے اور کل یعنی قیامت کے دن میدانِ حشر میں جو آدمی اس

حوض کے جام سے محروم رہا وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم رہے گا۔

یاد رکھو! جو آدمی کل اس حوض پر میرے پاس آنا چاہتا ہے وہ اپنی زبان اور ہاتھوں کو ہر اس چیز سے روک کر رکھے جس سے ان کو روکنا ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! قریش کے لئے بھی وصیت فرمائیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس امر کی صرف قریش کو ہی وصیت کر رہا ہوں باقی لوگ تو ان کے تابع ہیں۔ نیک نیک کا اور بُرا بُرے کا تابع ہے لہٰذا اے قریش! لوگوں کو بھلائی کی نصیحت کرو۔

اے لوگو! بے شک گناہ نعمتوں اور قسمتوں کو بدل دیتے ہیں لہٰذا جب رعایا اور لوگ نیک ہوں گے تو ان کے حاکم ان کے ساتھ نیکی کریں گے اور جب لوگ فاسق و فاجر ہوں گے تو حکمران ان پر شفقت نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

"اور یونہی ہم مسلط کرتے ہیں بعض ظالموں کو بعض پر بوجہ ان (کرتوتوں) کے جو وہ کرتے رہتے تھے"۔ (الانعام)

حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا اے ابوبکر! اگر کچھ پوچھنا چاہتے ہو تو پوچھ لو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا وصال کا وقت قریب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وصال قریب ہے اور بہت ہی قریب ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ آپ کو مبارک ہو۔ کاش ہم اپنے انجام سے آگاہ ہو جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف، سدرۃ المنتہیٰ کی طرف، جنت الماویٰ کی طرف، فردوسِ اعلیٰ کی طرف، کاس اوفی یعنی لبالب بھرے ہوئے جام کی طرف، رفیقِ اعلیٰ کی طرف، خیرو

فضل اور خوشگوار زندگی کی طرف انجام ہوگا۔ (انشاء اللہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کی نبی! آپ کو غسل دینے کا کام کس کے سپرد ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اہلِ بیت میں سے میرے قریبی مرد اور پھر ان کے قریبی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہم آپ کو کفن کس کپڑے میں دیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے انہی کپڑوں یعنی یمنی چادر اور سفید مصری چادر میں مجھے کفن دینا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا ہم آپ پر نماز جنازہ کس طرح پڑھیں گے؟ یہ سوال سن کر ہم سب رونے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمہیں بہتر جزا عطا فرمائے۔ جب تم لوگ مجھے غسل دے کر کفن پہنا دو تو مجھے میری اسی چارپائی پر میرے گھر میں میری قبر کے ساتھ رکھ دینا۔ پھر تم ایک لمحہ کے لئے باہر نکل جانا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ مجھ پر درود و سلام بھیجے گا۔ ارشادِ خداوندی ہے:۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ (الاحزاب:43)

"اللہ وہ ہے جو رحمت نازل کرتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے بھی"۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو مجھ پر درود و سلام پڑھنے کی اجازت دے گا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آکر مجھ پر درود و سلام پڑھے گا۔ پھر میکائیل علیہ السلام، پھر اسرافیل علیہ السلام اور پھر ملک الموت اپنے بے شمار لشکروں کے ساتھ اور ان کے بعد سب ملائکہ اکٹھے مل کر مجھ پر درود و سلام پڑھیں گے۔

پھر تم گروہ در گروہ میرے پاس آنا اور مجھ پر گروہ در گروہ مل کر درود و سلام بھیجنا اور مجھے تزکیہ یعنی تعریف و ثنا کی ندا، چیخ و پکار اور معمولی سی آواز سے بھی اذیت نہ پہنچانا۔ تم میں سے سب سے پہلے امام ابتدا کرے پھر میرے قریبی اہلِ خانہ پھر ان کے بعد والے پھر عورتوں کا گروہ اور پھر بچوں کے گروہ درود و سلام پڑھیں گے۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو قبر میں کون

اتارے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا میرے انتہائی قریبی گھر والوں کی ایک جماعت پھر ان کے بعد والے رشتہ دار اور ان کے ساتھ بہت زیادہ ملائکہ ہوں گے جن کو تم نہیں دیکھ سکو گے لیکن وہ تم کو دیکھ رہے ہوں گے۔ اب تم سب میرے پاس سے اُٹھ جاؤ اور میری طرف سے یہ سب باتیں میرے بعد آنے والوں تک پہنچا دینا۔

حضرت عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہ ربیع الاول کے شروع میں مؤذنِ رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور نماز کے لئے عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا:۔

مُرُوْا اَبَابَکْرٍ یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ

''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔

حضرت عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے باہر نکلا تو مجھے دروازے پر کچھ لوگوں کے درمیان صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ ان لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا اے عمر! اُٹھیں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میری بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور نماز پڑھانے کے لئے مصلّٰی پر کھڑے ہو گئے۔ جونہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بلند آواز میں اللہ اکبر کہا تو حضور ﷺ نے ان کی اللہ اکبر کی آواز سن کر لوگوں سے پوچھا ابوبکر کہاں ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کو اللہ تعالیٰ اور مسلمان قبول نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے تین بار اسی طرح فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! حضرت ابوبکر صدیق نرم دل انسان ہیں جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو ان پر رونے کا غلبہ ہو جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم سب عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتیں ہی ہو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ نماز پڑھائی اور اس واقعہ کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر و بیشتر حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کرتے تھے تیرے لئے ہلاکت ہو تو نے میرے ساتھ کیا کر دیا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ گمان نہ ہوتا کہ حضور ﷺ نے آپ کو اسی طرح حکم فرمایا ہے تو میں ہرگز نماز نہ پڑھاتا۔ اور حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے مجھے وہاں پر آپ سے افضل کوئی آدمی نظر نہیں آیا تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ محض اس لیے تھا کہ میں امامت کے معاملہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پھیرنا چاہتی تھی اور اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دنیا سے کوئی رغبت نہیں تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اقتدار میں خطرات اور ہلاکت ہوتی ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو بچالے۔ اور مجھے یہ بھی خدشہ تھا کہ لوگ کسی ایسے آدمی کو پسند نہیں کریں گے جو حضور ﷺ کی زندگی مبارکہ میں ہی آپ کی جگہ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے حتیٰ کہ نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حسد کریں گے، دست درازی پر اتر آئیں گے اور ان سے بدشگونی لیں گے۔ لیکن یقیناً امر اور فیصلہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ہی ہوتا ہے اور مجھے ان کے متعلق دنیا اور دین کے معاملہ کا جو خدشہ تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بچالیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جس دن حضور ﷺ نے وصال فرمایا اس دن صبح کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی طبیعت کو بہتر دیکھ کر خوشی خوشی اپنے گھروں کی طرف یا کام کاج کی طرف نکل گئے اور آپ ﷺ کو عورتوں یعنی ازواج مطہرات کے پاس چھوڑ گئے اس روز ہم لوگ اس قدر پرامید اور خوشی میں تھے کہ اس سے پہلے ہمیں آپ ﷺ کے صحت یاب ہونے کی اس طرح امید نہیں لگی تھی۔ حضور

ﷺ نے فرمایا سب عورتیں میرے حجرہ سے باہر نکل جاؤ۔ اللہ کا فرشتہ میرے پاس آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حجرے میں موجود سب عورتیں باہر چلی گئیں۔ صرف ایک میں حجرہ میں موجود رہی حضور ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا آپ ﷺ فرشتہ کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے اُٹھ کر بیٹھ گئے اور میں گھر کے ایک کونے میں چلی گئی۔ حضور ﷺ نے کافی دیر تک فرشتہ کے ساتھ سرگوشی فرمائی پھر مجھے بلایا اور سر مبارک میری گود میں رکھ لیا اور باقی عورتوں کے لیے حکم فرمایا اندر آ جاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آہٹ کیسی ہے مجھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام محسوس ہو رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اے عائشہ! یہ ملک الموت ہیں جو میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں اجازت کے بغیر آپ کے پاس نہ آؤں۔ اگر آپ مجھے اجازت نہیں دیتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں اور اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو میں اندر آ جاتا ہوں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر آپ کی روح قبض نہ کروں۔ اب آپ کا کیا حکم ہے؟ میں نے اسے کہا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے تک رک جاؤ اور اب یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے کا وقت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں ایک ایسے معاملہ کا سامنا تھا جس کے متعلق ہمارے پاس کوئی جواب اور رائے نہیں تھی۔ لہٰذا ہم مجبوراً خاموش ہو گئے گویا کہ ہم پر کوئی بہت بھاری مصیبت آن پڑی ہے جس کے سامنے ہم بالکل بے بس تھے، اور اس معاملہ کو بہت بڑا سمجھنے کی وجہ سے اہلِ بیت میں سے کوئی آدمی بھی اس کے متعلق بول نہیں رہا تھا اور ہمارے دلوں پر ہیبت طاری تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اسی لمحہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا۔ میں نے ان کی آہٹ پہچان لی اور تمام اہلِ خانہ حجرہ مبارک سے باہر چلے گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام

نے اندر آ کر عرض کیا اے اللہ کے حبیب! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور پوچھ رہا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہیں؟ حالانکہ وہ آپ کی حالت کو خود زیادہ بہتر جانتا ہے لیکن وہ آپ کی کرامت اور شرف وعزت میں اضافہ فرمانا چاہتا ہے۔ اور تمام مخلوق پر آپ کی کرامت وشرف کو مکمل فرمانا چاہتا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ تیمارداری آپ کی امت میں سنت قرار پائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں رنج ودرد محسوس کر رہا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ آپ کو ان انعامات تک پہنچانا چاہتا ہے جو اس نے آپ کے لیے تیار فرما رکھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل! ملک الموت نے مجھ سے اجازت مانگی تھی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ ہونے والی ساری گفتگو جبرئیل علیہ السلام کو بتائی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا پروردگار آپ کا مشتاق ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ نہیں بتایا جو کچھ وہ آپ کے لیے چاہتا ہے؟ بخدا! ملک الموت نے کبھی کسی سے اجازت نہیں مانگی اور نہ قیامت کے دن تک کسی سے اجازت مانگے گا۔ اور آپ سے اجازت مانگنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عزت و شرف کو پورا فرما رہا ہے اور وہ آپ کا مشتاق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ملک الموت کے آنے تک آپ اِدھر ہی ٹھہریں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو اندر آنے کی اجازت فرمائی۔

جب عورتیں اندر آ گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے فاطمہ! میرے قریب آؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ پر جھک گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ کچھ دیر کے لیے سرگوشی فرمائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سر اوپر اُٹھایا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور شدتِ غم کی وجہ سے ان میں بات کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ ان کو حکم فرمایا اپنا سر میرے قریب کرو! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر جھک گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے سر اوپر اٹھایا اور اس بار بھی ان میں بات

کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ ہم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایک عجیب کیفیت دیکھی۔ کچھ عرصہ کے بعد میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اطلاع دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ آج میرا وصال ہونے والا ہے جس سے میں رونے لگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی ہے کہ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تجھ کو مجھ سے ملائے اور تجھے میرے ساتھ رکھے یہ سن کر میں ہنسنے لگی۔

پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو پیار فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی دوران ملک الموت نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور اجازت مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔ ملک الموت نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے لئے کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اسی وقت میرے رب سے ملا دو۔ ملک الموت نے عرض کیا ہاں آج ہی آپ اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔ آپ کا رب بھی آپ کا مشتاق ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ آپ کے متعلق متردد ہوا ہے آج تک اس طرح کسی اور بندے کے لیے متردد نہیں ہوا اور نہ اس نے مجھے آپ کے سوا کسی بندے کے پاس اجازت کے بغیر جانے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن ابھی ایک ساعت باقی ہے اور پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام باہر چلے گئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو۔ یہ میرا زمین پر آخری بار نزول ہے۔ وحی کا سلسلہ سمیٹ دیا گیا ہے اور دنیا لپیٹ دی گئی ہے۔ اب زمین میں آپ کے علاوہ میرا کوئی کام نہیں۔ آپ کی بارگاہ میں حاضری ہی میری ضرورت تھی اور اب میں

ہمیشہ کے لئے اپنے مقام پر ہی رہوں گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے گھر میں ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جو اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کلمہ بھی کہہ سکتا اور نہ کسی مرد کی طرف پیغام بھیج کر بلایا جا سکتا تھا۔ کیونکہ ہم جو کچھ حضرت جبریل علیہ السلام سے سن رہے تھے وہ معاملہ ہی بہت بڑا تھا اور ہم پر خوف و ہراس طاری تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اپنے سینے پر رکھ کر تھام لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غنودگی طاری ہونے لگی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو گئے اور پیشانی مبارک پر اس قدر پسینہ آ گیا کہ میں نے کسی انسان کی پیشانی پر ایسا پسینہ نہیں دیکھا۔ میں پسینہ صاف کرنے لگی اور میں نے اس پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار کوئی چیز نہیں دیکھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ ہوتا تو میں عرض کرتی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ، میری اپنی جان اور میرے سب گھر والے آپ پر نثار ہوں، پیشانی پر کس قدر پسینہ ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! مومن کی روح پسینے کے ذریعے نکلتی ہے اور کافر کی روح گدھے کی طرح اس کی باچھوں سے نکلتی ہے۔ یہ سن کر ہم گھبرا گئیں اور ہم نے اپنے اپنے گھر والوں کی طرف پیغام بھیج دیا اور سب سے پہلے ہمارے پاس آنے والا مرد میرا بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تھا اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات نہ کر سکا۔ ان کو میرے والد محترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے آنے سے پہلے ہی وصال فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لئے روک دیا تھا کہ اس نے حضرت جبریل و میکائیل علیہما السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے مقرر فرما دیا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بَلِ الرَّفِيقَ الْاَعْلٰى گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار اختیار دیا جا رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی بولنے کی ہمت پاتے تو فرماتے

اَلصَّلَاۃَ اَلصَّلَاۃَ اِنَّکُمْ لَا تَزَالُوْنَ مُتَمَاسِکِیْنَ مَا صَلَّیْتُمْ جَمِیْعًا اَلصَّلَاۃَ اَلصَّلَاۃَ

''نماز، نماز بے شک جب تک تم نماز پڑھتے رہو گے اس وقت تک سب مضبوط و متحد رہو گے، نماز، نماز''۔

آپ ﷺ اسی طرح نماز کی وصیت فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ کی روح اقدس پرواز کر گئی اور زبان مبارک پر یہی الفاظ تھے اَلصَّلَاۃَ اَلصَّلَاۃَ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے سوموار کے دن چاشت اور دوپہر کے درمیان وصال فرمایا تھا۔

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا پیر کا دن میرے لئے مبارک نہیں۔ اللہ کی قسم! اس دن امتِ مصطفیٰ ﷺ کو کسی نہ کسی بڑی بات کا سامنا کرنا پڑتا رہے گا۔

جس دن امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں شہید ہوئے اس دن ان کی صاحب زادی حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے اسی طرح فرمایا تھا پیر کا دن میرے لئے مبارک نہیں۔ اسی دن رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تھا، اسی دن میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور اسی دن میرے خاوند حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ میرے لئے یہ دن مبارک نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ کی روحِ اقدس پرواز کر گئی تو لوگ ہجوم کر کے حجرۂ اقدس میں داخل ہو گئے اور رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور ساتھ ہی فرشتوں نے حضور ﷺ کو آپ کے کپڑوں سے ڈھانپ دیا۔ حضور ﷺ کے وصال مبارک کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہو گیا، بعض نے آپ ﷺ کے وصال مبارک کو جھٹلا دیا، بعض کی زبان گنگ ہو گئی اور انہوں نے ایک طویل مدت کے بعد بولنا شروع کیا اور بعض لوگوں کی عقل نے کام چھوڑ دیا اور وہ بے معنی قسم کی گفتگو کرنے لگے جب کہ بعض لوگ حواس باختہ ہو گئے اور بعض لوگ غم سے نڈھال ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آپ ﷺ کے وصال مبارک کو جھٹلا دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ غم سے نڈھال ہو کر بیٹھنے والوں میں سے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو گونگے ہو کر رہ گئے تھے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا حضور ﷺ کا وصال نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یقیناً واپس لوٹائے گا اور منافقوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے گا جو حضور ﷺ کے وصال کی تمنا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ساتھ اسی طرح وعدہ فرمایا ہے جس طرح اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا۔ یاد رکھو! اللہ کے نبی ﷺ آپ کے پاس آجائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! حضور ﷺ کے متعلق اپنی زبانیں بند رکھو، آپ ﷺ کا وصال نہیں ہوا۔ اللہ کی قسم! اگر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول خدا ﷺ وصال فرما گئے ہیں تو میں اپنی تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غم سے نڈھال ہو کر بیٹھ گئے اور گھر سے باہر نہیں نکل رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کسی سے بات نہیں کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ادھر اُدھر لایا جا رہا تھا۔

مسلمانوں میں سے کسی آدمی کی حالت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ جیسی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی توفیق اور درست راستے کی طرف راہنمائی اور مدد فرمائی تھی۔ لوگ صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات کی طرف توجہ دے رہے تھے کہ اسی دوران حضرت عباس رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اُس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ حضور ﷺ نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو کہ تمہارے سامنے ہے:۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ

تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ (الزمر)

''بے شک آپ نے بھی دنیا سے انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے پھر تم (سب) روزِ حشر اپنے رب کے حضور میں آپس میں جھگڑا کرو گے''۔

جب امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال مبارک کی اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہ اس وقت بنی حرث ابنِ خزرج کے ہاں موجود تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسدِ اقدس کے پاس تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آ کر غور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جھک گئے اور بوسہ دے کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو موت کا ذائقہ دوبار نہیں چکھائے گا۔ اللہ کی قسم! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وصال فرما گئے ہیں۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! اگر کوئی آدمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو یاد رکھو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وصال فرما گئے ہیں اور جو آدمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رب کی عبادت کرتا تھا تو وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران: 144)

''اور نہیں محمد (مصطفیٰ) مگر (اللہ کے) رسول گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول۔ تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے)''۔

اس وقت یوں محسوس ہو رہا تھا گویا لوگوں نے یہ آیت مبارکہ آج پہلی بار سنی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کی خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ اس طرح حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہوئے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پاک پڑھ رہے تھے، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور گھڑے

کے چھلکنے کی طرح آپ کی ہچکی بندھی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود آپ اپنے قول وفعل میں انتہائی مضبوط تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ پر جھک کر چہرۂ انور سے کپڑا اُٹھایا۔ حضور ﷺ کی پیشانی مبارک اور رخساروں پر بوسہ دے کر چہرۂ انور پر ہاتھ پھیرا اور رونے لگے اور عرض کر رہے تھے میرے ماں باپ، میری جان اور میری آل اولاد آپ پر قربان! آپ کی زندگی مبارک ہے اور وصال بھی بہت پاکیزہ اور عمدہ ہے۔ آپ کے وصال سے وہ سلسلہ منقطع ہو گیا ہے جو کسی نبی کے وصال سے منقطع نہیں ہوا تھا۔ آپ کی ذات بیانِ وصف سے عظیم اور گریہ و رونے سے بالاتر ہے، آپ کو خصوصیت عطا فرمائی گئی ہے حتیٰ کہ آپ ہمارے لئے تسلی کا باعث ہیں اور آپ کے جودوکرم کو عام کر دیا گیا ہے کہ ہم سب کو اس سے برابر حصہ ملا ہے۔

اگر آپ کا وصال آپ کے اختیار سے نہ ہوتا تو ہم آپ کے غم میں اپنی جانیں قربان کر دیتے اور اگر آپ نے رونے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آپ پر رو رو کر آنکھوں کا پانی ختم کر دیتے لیکن ہم جس چیز کو اپنے آپ سے جدا نہیں کر سکتے وہ غم اور آپ کی یاد ہے جو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گے۔ پھر عرض کیا اے اللہ! ہمارا یہ پیغام نبی کریم ﷺ کو پہنچا دے۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اے محمد ﷺ! اپنے رب کے ساتھ ہمارے متعلق بھی بات کرنا اور دل میں ہمیں بھی یاد رکھنا۔ اگر آپ نے ہمارے لئے سکون و وقار کی دولت نہ چھوڑی ہوتی تو اس غم کی وجہ سے کوئی آدمی کھڑا بھی نہ ہو سکتا۔

اے اللہ! ہماری طرف سے یہ عرضداشت اپنے پیارے نبی ﷺ کو پہنچا دے اور ہمارے معاملہ میں ان کی حفاظت فرما۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب حجرۂ رسول میں داخل ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے درود پاک پڑھنے کے بعد آپ ﷺ کی تعریف شروع کی تو اہلِ خانہ کی چیخ و پکار کی آواز بلند ہونے لگی حتیٰ کہ مسجد میں موجود لوگوں نے ان کی آواز سن لی۔ آپ رضی اللہ عنہ جوں جوں تعریفی کلمات کہتے گئے اسی

طرح چیخ و پکار کی آواز بڑھتی گئی اور ان کی آواز اس وقت تھمی جب ایک مضبوط بلند آواز آدمی نے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا اے گھر والو! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ (اور ساتھ ہی کہا)

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (العنکبوت:57)

"ہر ایک موت کا مزہ چکھنے والا ہے"۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہر جانے والے انسان کا نائب ہے۔ ہر رغبت کی تکمیل ہے اور ہر خوف سے نجات دہندہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے امید رکھو اور اسی پر اعتماد کرو۔ لوگوں نے اس آدمی کی آواز کو ضرور سنا لیکن لوگ اس کو پہچان نہ سکے اور رونے سے خاموش ہو گئے۔ جب لوگوں کے رونے کی آواز ختم ہو گئی تو اس منادی کی آواز بھی غائب ہو گئی۔ ایک آدمی نے باہر نکل کر اِدھر اُدھر دیکھا تو اسے کوئی آواز دینے والا نظر نہ آیا لوگوں نے پھر رونا شروع کر دیا۔ اب ایک اور منادی نے ان کو ندا دیتے ہوئے کہا جس کی آواز کو وہ نہیں پہچانتے تھے۔ اے گھر والو! اگر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اس کی حمد و ثنا کرو تو تم مخلصین میں سے ہو جاؤ گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر مصیبت سے تسلی ہے اور یہ ہر مرغوب چیز کا عوض ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے حکم پر عمل کرو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ حضرت خضر اور حضرت یسع علیہما السلام ہیں جو نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکمل خطبہ روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب لوگوں نے رو رو کر اپنے آنسو ختم کر لئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو گئے جس کا زیادہ تر حصہ حضور ﷺ پر درود پاک پر مشتمل تھا اور اس میں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کا ذکر تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اس

نے تنہا کفار کے لشکر کو مغلوب کر لیا۔ صرف اللہ تعالیٰ وحدہ کے لئے ہر تعریف ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے، رسول اور اس کے آخری نبی ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب اسی طرح موجود ہے جس طرح نازل ہوئی تھی، دین اسی طرح ہے جیسے اسے بنایا گیا تھا اور حدیث اسی طرح ہے جیسے بیان کی گئی ہے اور قول اسی طرح ہے جیسے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی واضح حق ہے۔

(پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر درود پاک پڑھا)

اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَنَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ وَاَمِيْنِكَ وَ خَيْرَتِكَ وَ صَفْوَتِكَ بِاَفْضَلِ مَا صَلَّيْتَ بِهٖ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ۔ اَللّٰهُمَّ وَاجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَ مُعَافَاتِكَ وَ رَحْمَتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ مُحَمَّدٍ قَائِدِ الْخَيْرِ وَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَ رَسُوْلِ الرَّحْمَةِ۔ اَللّٰهُمَّ قَرِّبْ زُلْفَتَهٗ وَعَظِّمْ بُرْهَانَهٗ وَكَرِّمْ مَقَامَهٗ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ وَانْفَعْنَا بِمَقَامِهِ الْمَحْمُوْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاخْلُفْهُ فِيْنَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَبَلِّغْهُ الدَّرَجَةَ وَالْوَسِيْلَةَ فِي الْجَنَّةِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَ بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے لوگو! جو آدمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے ہیں اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں تم لوگوں کو حکم فرما دیا ہے لہٰذا آپ کو جزع و فزع کرتے ہوئے نہ پکارو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تمہارے پاس موجود کے

مقابلہ میں اپنے پاس موجود نعمتوں کو پسند اور راجح فرمایا ہے اور ان کو اپنے ثواب کی طرف اُٹھالیا ہے اور تمہارے پاس اپنے نبی ﷺ کی کتاب اور سنت مبارکہ کو چھوڑا ہے۔ چنانچہ جو آدمی کتاب وسنت کو تھام لے گا وہ جان لے گا اور جس نے ان دونوں کے مابین فرق کیا تو اس نے گویا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ (النساء:135)

''اے ایمان والو! ہو جاؤ مضبوطی سے قائم رہنے والے انصاف پر''۔

شیطان تمہیں اپنے نبی ﷺ کے وصال مبارک سے غافل نہ کر دے اور تم کو اپنے دین سے پھیر نہ دے۔ تم نیکی کے ذریعے شیطان کو تکلیفیں دو، اسے عاجز کر دو اور اس سے مہلت نہ مانگو۔ ورنہ شیطان تم پر حملہ آور ہو کر تم کو فتنہ میں ڈال دے گا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خطبہ سے فارغ ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر! مجھے آپ کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کا وصال نہیں ہوا۔ کیا آپ کو نظر نہیں آتا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فلاں دن فلاں فلاں بات فرمائی تھی اور فلاں دن یہ یہ فرمایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس میں فرمایا ہے:۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ (الزمر)

''بے شک آپ نے بھی دنیا سے انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ کی قسم! ہم پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے اس کی وجہ سے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا گویا میں نے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب میں یہ آیت مبارکہ سنی ہی نہیں تھی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب اللہ اسی طرح ہے جیسے نازل ہوئی تھی، حدیث پاک اسی طرح ہے جیسے بیان ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (البقرہ)

''ہم صرف اللہ ہی کے ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کے رسولِ مکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی لا انتہا رحمتیں ہوں۔ ہم رسولِ خدا ﷺ کی جدائی پر صبر کرنے کے ثواب کی اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں اور پھر آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو غسل دینے کے لئے اکٹھے ہوئے تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہمیں معلوم نہیں کہ ہم آپ ﷺ کو کیسے غسل دیں گے؟ کیا آپ ﷺ کے کپڑے اتار دیں جس طرح ہم اپنے مرنے والوں کے کپڑے اتار دیتے ہیں یا آپ ﷺ کو اپنے کپڑوں میں ہی غسل دیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سب لوگوں پر نیند طاری فرما دی حتیٰ کہ ان میں سے کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ رہا جو سینے پر ٹھوڑی رکھ کر سویا ہوا نہ ہو اور اسی دوران کسی کہنے والے نے کہا اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کون تھا کہ رسولِ خدا ﷺ کو ان کے کپڑوں میں ہی غسل دو!۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیدار ہوئے اور انہوں نے اسی حکم پر عمل کرتے ہوئے حضور ﷺ کو آپ کی قمیص مبارک میں ہی غسل دیا۔ حتیٰ کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غسل سے فارغ ہو گئے تو پھر آپ ﷺ کو کفن دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کی قمیص مبارک اتارنے کا ارادہ کیا تو ہمیں ندا دی گئی رسولِ خدا ﷺ کے کپڑے نہ اتارو۔ چنانچہ ہم نے آپ کی قمیص کو اسی طرح رہنے دیا اور آپ ﷺ کو قمیص مبارک میں ہی اسی طرح غسل دیا جس طرح ہم مردوں کو لٹا کر غسل دیتے ہیں۔ ہم آپ ﷺ کے جس عضو مبارک کو بدلنا چاہتے تھے ہمیں اس میں کوئی تکلیف نہیں کرنی پڑتی تھی بلکہ وہ خود بخود بدل جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ہم غسل سے فارغ ہو گئے۔ ہمارے ساتھ حجرہ مبارک میں نرم ہوا کی طرح ایک سنسناہٹ جاری تھی اور ہمیں آواز آ رہی تھی رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ نرمی اختیار کرو کیونکہ تمہیں کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔

غرضیکہ حضور ﷺ کا وصال مبارک اس طرح تھا اور آپ ﷺ نے بال اور صوف یعنی جو کچھ بھی اپنے پیچھے چھوڑا تھا وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا تھا۔

حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں آپ ﷺ کی قبر انور میں آپ ﷺ کا نیچے بچھانے والا اپنا بچھونا اور اپنی چادر بچھائی گئی تھی اور ان کے اوپر وہ تمام کپڑے بچھا دیئے گئے جو آپ ﷺ زیب تن فرماتے رہتے تھے۔ پھر آپ ﷺ کو کفن پہنا کر ان کے اوپر رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے وصال مبارک کے بعد کوئی مال نہیں چھوڑا تھا آپ ﷺ نے زندگی بھر اینٹ پر اینٹ اور بانس پر بانس رکھ کر مکان نہیں بنایا تھا۔

غرضیکہ آپ ﷺ کے وصال مبارک میں عبرت تامہ اور مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے آپ کے سامنے یہ شعر پڑھا

لَعَمْرُکَ مَا یُغْنِی الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتٰی
اِذَا حَشْرَجَتْ یَو مًا وَ ضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

''آپ کی زندگی کی قسم! جب ایک دن جان کنی کے وقت سانس غرغرانے لگے اور اس کے لئے سینہ تنگ ہو جائے تو کسی نوجوان کو بھی مال وقوم کی کثرت کوئی فائدہ نہیں دیتی''۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر فرمایا اے عائشہ! بات اس طرح نہیں بلکہ تم یہ کہو

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ (ق)

''اور آ پہنچی موت کی بے ہوشی سچ مچ (اے نادان) یہ ہے وہ جس سے دور بھاگا کرتا تھا''۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میرے یہ دونوں کپڑے دیکھ لو۔ ان کو دھو کر مجھے انہی دونوں کپڑوں میں کفن دینا ہے۔ کیونکہ مرنے والے آدمی کی نسبت زندہ انسان کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے وصال کے وقت فرمایا:۔

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ رَبِيْعُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

''اور سفید رنگ والے جن کے چہرۂ انور کے وسیلہ سے بارگاہِ الٰہی میں بارش کی دعائیں کی جاتی ہیں وہ یتیموں کی بہار اور بیواؤں کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان صفات کے مالک اور حامل صرف رسولِ خدا ﷺ تھے۔ اس کے بعد چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا ہم کوئی طبیب لائیں جو آپ کو دیکھ لے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ میں وہی کرنے والا ہوں جو میں ارادہ کرتا ہوں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا اے ابو بکر صدیق! ہمیں کچھ وصیت فرمائیں؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تم پر دنیا کو فراخ فرمانے والا ہے لیکن تم اس سے صرف بقدر کفایت ہی لینا اور جان لو جو آدمی صبح کی نماز پڑھ لے وہ اللہ تعالیٰ کی امان و پناہ میں ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی امان کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد شکنی نہ کرنا ورنہ وہ تجھے منہ کے بل جہنم میں پھینکے گا۔

مروی ہے کہ جب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت زیادہ بوجھل ہو گئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنا خلیفہ مقرر

فرمادیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا اے ابوبکر صدیق! آپ نے ہم پر ایک تند مزاج اور سخت دل آدمی کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ تم اپنے رب کی بارگاہ میں کیا جواب دو گے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کروں گا کہ میں تیری مخلوق میں سے سب سے بہتر آدمی کو تیری مخلوق پر اپنا خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا میں آپ کو ایک وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ جان لو! بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دن کے حق کو رات میں قبول نہیں فرماتا اور رات کے حق کو دن میں قبول نہیں فرماتا اور جب تک فرض ادا نہ کیا جائے وہ نفل بھی قبول نہیں فرماتا۔

قیامت کے دن جن لوگوں کے وزن یعنی نیکی کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ صرف دنیا میں حق کی اتباع کرنے اور اس کو اپنے اوپر بھاری رکھنے کی وجہ سے ہوں گے۔ اور جس میزان میں صرف حق ہی رکھا جائے اس کا حق بنتا ہے کہ وہ بھاری ہو اور قیامت کے دن جن لوگوں کے وزن یعنی نیکی کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہ صرف دنیا میں باطل کی اتباع کرنے اور اسے اپنے اوپر ہلکا سمجھنے کی وجہ سے ہوں گے اور جس میزان میں صرف باطل ہی رکھا جائے اس کا حق بنتا ہے کہ وہ ہلکا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کا ان کے اچھے اعمال کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور ان کی برائیوں سے درگزر فرمایا ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں ان لوگوں سے کم درجہ میں ہوں اور ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اہلِ دوزخ کا ان کے برے اعمال کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور ان کے صالح اعمال ان کی طرف لوٹا دیئے ہیں۔ پس ایک آدمی کہتا ہے کہ میں ان لوگوں سے افضل ہوں۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے رحمت کا بھی ذکر فرمایا ہے اور عذاب کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ تا کہ مومن رحمت کی رغبت بھی رکھے اور عذاب سے ڈرتا بھی رہے اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں

سے ہلاکت میں نہ پھینکے اور اللہ تعالیٰ سے ناحق تمنا نہ رکھے۔ اے عمر! اگر آپ نے میری وصیت کو یاد رکھا تو آپ کو کوئی بھی غائب چیز موت سے زیادہ محبوب نہیں ہوگی اور موت کے بغیر آپ کے پاس کوئی چارہ کار نہیں۔ اور اگر آپ نے میری وصیت کو ضائع کر دیا تو آپ کو کوئی غائب چیز موت سے زیادہ مبغوض نہیں ہوگی۔ اور آپ کے پاس موت کے سوا کوئی چارہ کار نہیں اور آپ اسے عاجز نہیں کر سکتے۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند آدمی آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا اے رسولِ خدا ﷺ کے خلیفہ! ہمیں کوئی توشہ عطا فرمائیے۔ ہم آپ کی حالت دیکھ رہے ہیں؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو آدمی یہ کلمات کہے اور پھر مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو افقِ مبین میں رکھے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا افقِ مبین کیا ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا عرشِ الٰہی کے سامنے ایک نرم و زرخیز قطعہ زمین ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے باغات، نہریں اور درخت ہیں جن کو ہر روز ایک سو رحمتیں ڈھانپ کر رکھتی ہیں۔ جو آدمی یہ کلمہ کہہ لے، اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس مکان میں رکھے گا۔ کلمات یہ ہیں:۔

اے اللہ! تو نے مخلوق کی ابتدا کی حالانکہ تجھے مخلوق کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ پھر تو نے ان کو دو طریقوں میں رکھا۔ ایک فریق جنت کی نعمتوں کے لئے اور دوسرا فریق دوزخ کی آگ کے لئے رکھا ہے۔ اے اللہ! مجھے نعمتوں کے لیے بنا اور آگ کے لیے نہ بنانا۔

اے اللہ! تو نے مخلوق کو کئی گروہوں میں پیدا فرمایا ہے اور ان کو پیدا کرنے سے پہلے ہی تو نے ان کو ایک دوسرے سے ممتاز فرما دیا ہے۔ ان میں سے بعض بد بخت، بعض نیک بخت، بعض گمراہ اور بعض ہدایت یافتہ بنائے ہیں۔ اے اللہ! مجھے نافرمانی کے ذریعے بد بخت نہ بنا۔ اے اللہ! تو ہر نفس کو پیدا فرمانے سے پہلے جانتا ہے کہ وہ کیا کرے گا۔ لہٰذا اس کے پاس تیرے علم سے بھاگ کر جانے کی کوئی جگہ نہیں۔ اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے

فرما جن سے تو اپنی اطاعت کرواتا ہے۔

اے اللہ! جب تک تو نہ چاہے اس وقت تک کوئی آدمی کچھ چاہت نہیں کر سکتا۔ اے اللہ! تیری چاہت یہ ہو کہ میں ہمیشہ ایسے امر کی چاہت کروں جو مجھے تیرا قرب عطا کر دے۔

اے اللہ! تو نے بندوں کی حرکات مقدر فرمائی ہیں۔ ہر چیز تیرے حکم کے ساتھ حرکت کرتی ہے۔ اے اللہ! میری ساری حرکات اپنے تقویٰ میں رکھ دے۔

اے اللہ! تو نے خیر اور شر دونوں کو پیدا فرمایا ہے اور ان میں سے ہر ایک پر عمل کرنے والے بھی بنائے ہیں۔ اے اللہ! مجھے ان دونوں میں سے اچھی قسم میں شامل فرما۔

اے اللہ! تو نے جنت اور دوزخ کو پیدا فرمایا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے اہل لوگ بنائے ہیں۔ اے اللہ! مجھے جنت کے مکینوں سے بنا۔

اے اللہ! تو نے ایک قوم کو گمراہ کرنے کا ارادہ فرمایا اور گمراہی کے سبب ان کے سینوں کو تنگ کر دیا۔ اے اللہ! میرے سینے کو ایمان کے لیے کھول دے اور ایمان کو میرے دل میں مزین فرما۔

اے اللہ! تو نے جملہ امور کی تدبیر فرمائی ہے اور ان کا انجام اپنے پاس رکھا ہے۔ پس مجھے موت کے بعد حیاتِ طیبہ عطا فرما اور مجھے اپنا قرب عطا فرما۔

اے اللہ! اگر کوئی آدمی اس حال میں صبح کرے کہ اس کا بھروسہ اور امید تیرے غیر سے ہو تو وہ ایسا کرتا رہے۔ لیکن ہر حال میں میرا اعتماد اور امید تو ہی ہے۔ پھر فرمایا لا حول ولا قوۃ اِلّا باللّٰہ۔ آخر میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب میں موجود ہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس صبح امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا تھا اس وقت میں ان کے پاس کھڑا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان صرف ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کا معمول تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ جب دوصفوں کے درمیان سے گزرتے تو آپ ان کے درمیان کھڑے ہو جاتے تھے۔ اگر صفوں کے درمیان کوئی خلل نظر آتا تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ حتیٰ کہ جب نمازیوں کے درمیان کوئی خلل نظر نہ آتا تو آپ رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں کبھی سورہ یوسف اور کبھی سورہ نحل یا ان جیسی کوئی سورت تلاوت فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے اور جماعت میں شریک ہو جاتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ابھی تکبیر تحریمہ ہی کہی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابو لؤلؤ نے خنجر مار دیا میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا مجھے کتے نے قتل کر دیا ہے یا فرمایا مجھے کتے نے کاٹ لیا ہے۔ اور وہ کافر گدھا دو دھاری چھرا لے کر پوری قوت سے بھاگ پڑا اور دائیں بائیں جس آدمی کے پاس سے گزرا اسے زخمی کرتا گیا۔ حتیٰ کہ اس نے مسجد میں تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا۔ جن میں سے نو آدمی اللہ کو پیارے ہو گئے اور ایک روایت کے مطابق سات آدمی شہید ہو گئے۔

جب مسلمانوں میں سے ایک عراقی حاجی نے یہ حالت دیکھی تو اس نے ابولؤلؤ پر اپنی چادر پھینک دی۔ جب ابولؤلؤ نے یہ سمجھا کہ اب پکڑا گیا ہوں تو اس نے اپنی گردن میں چھرا گھونپ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ان کو نماز کے لیے آگے کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قریب قریب جو آدمی بھی موجود تھے انہوں نے وہی کچھ دیکھا جو میں نے دیکھا تھا۔ لیکن مسجد کے باقی کونوں میں موجود لوگوں کو علم نہیں تھا کہ کیا ماجرا رونما ہوا ہے؟ ان کو صرف اس قدر معلوم تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز یکدم غائب ہو گئی ہے اور وہ کہہ رہے تھے سبحان اللہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مختصراً نماز پڑھائی۔ جب لوگوں نے سلام پھیرا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے ابنِ عباس! دیکھو مجھ پر کس آدمی

نے حملہ کیا ہے؟ حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھوڑی دیر کے لیے غائب ہوئے اور پھر آ کر عرض کیا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولؤلؤ نے حملہ کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس پر اللہ کی لعنت ہو میں نے تو اسے اچھی بات کا حکم دیا تھا۔ پھر فرمایا الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ پر نہیں رکھی۔ آپ اور آپ کے والد محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ دونوں اس بات کو پسند کرتے تھے کہ مدینہ منورہ میں عجمی کفار زیادہ ہوں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس سب سے زیادہ عجمی کافر غلام تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم ان سب کو ابھی قتل کر دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تم ان کو کیسے قتل کر سکتے ہو جب کہ وہ تمہاری زبان بولتے ہیں، تمہارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور تمہاری طرح ہی حج ادا کر چکے ہیں۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لایا گیا اور ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ تھے۔

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ آج کے دن سے پہلے لوگوں پر کوئی مصیبت آئی ہی نہیں اور فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی کہہ رہا تھا مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال فرمانے کا خدشہ ہے۔ کوئی کہتا آپ صحت یاب ہو جائیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس انگور کا شربت لایا گیا جس میں سے آپ رضی اللہ عنہ نے تھوڑا سا پیا لیکن وہ پیٹ کے زخم کے راستہ سے باہر نکل گیا۔ پھر دودھ لایا گیا جس میں سے آپ رضی اللہ عنہ نے چند گھونٹ پیئے اور وہ بھی پیٹ کے زخم کے راستہ سے باہر نکل گیا۔ جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھ گئے کہ آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہونے والے ہیں۔

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے آتے جا رہے تھے کہ ایک نوجوان حاضر خدمت ہوا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہو آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔ آپ کو اسلام لانے

میں سبقت کا اعزاز حاصل ہے۔ پھر آپ خلیفہ مقرر ہوئے اور آپ نے عدل وانصاف کیا اور اب شہادت کا رتبہ حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اس وجہ سے میرا حساب برابر ہو جائے مجھے کچھ دینا نہ پڑے اور نہ کچھ لینا آئے۔ جب وہ نوجوان واپس مڑ کر چلا تو اس کی تہبند زمین سے چھو رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو میرے پاس بلاؤ؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا اے بھتیجا! اپنا کپڑا اوپر اٹھالو کیونکہ اس سے تمہارا کپڑا صاف رہے گا اور تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوگا۔

پھر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے عبداللہ! پوری چھان بین کرو کہ مجھ پر کتنا قرض ہے؟ انہوں نے حساب وکتاب کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے ذمہ کل قرض چھیاسی ہزار درہم کے لگ بھگ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ قرض آل عمر رضی اللہ عنہ کے مال سے ادا ہو جائے تو ان کے مال سے ادا کر دو ورنہ بنی عدی بن کعب سے اس قرض کی ادائیگی کے لیے درخواست کرو۔ اگر ان کے مال سے بھی سارا قرض ادا نہ ہو تو پھر قریش سے مطالبہ کرو۔ ان کے علاوہ کسی سے نہ مانگنا بلکہ اپنی جیب سے میری طرف سے یہ مال یعنی میرا قرض ادا کر دو اس کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ عمر رضی اللہ عنہ آپ کو سلام عرض کر رہے ہیں۔ اور امیر المومنین کے الفاظ نہ کہنا کیونکہ آج میں مسلمانوں کا امیر نہیں ہوں اور عرض کرو کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں صاحبوں یعنی محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگ رہا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جا کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سلام عرض کیا اور اجازت لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بیٹھ کر زار و قطار رو رہی ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے ام المومنین! حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کو سلام عرض کر رہے ہیں اور انہوں نے آپ سے اپنے دونوں ساتھیوں کے پہلو

میں دفن ہونے کی اجازت مانگی ہے؟ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی ہوئی تھی لیکن آج میں اپنی ذات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے واپس تشریف لائے اور آپ کے سامنے ہوئے تو عرض کیا گیا عبداللہ آ گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اُٹھاؤ۔ چنانچہ ایک آدمی نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے سہارے پر بٹھا لیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے پوچھا اے عبداللہ! کیا خبر لائے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! وہی خبر ہے جو آپ کو محبوب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت مرحمت فرمادی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا الحمدللہ! میرے لئے اس سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں تھی۔ اور فرمایا جب میری روح پرواز کر جائے تو مجھے اٹھا لینا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد درخواست کرنا کہ عمر دفن ہونے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ اگر ام المومنین مجھے اجازت فرمادیں تو مجھے اندر لے جانا اور اگر وہ مجھے واپس فرمادیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اس طرح تشریف لائیں کہ ان پر عورتوں نے پردہ کیا ہوا تھا۔ جب ہم نے ان کو دیکھا تو ہم وہاں سے اُٹھ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کچھ دیر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ کر روتی رہیں۔ اسی دوران مردوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اندر چلی گئیں اور ہمیں اندر سے ان کو رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے امیر المومنین! ہمیں وصیت فرمائیں اور اپنا خلیفہ مقرر کریں! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان ہستیوں سے زیادہ خلافت کا حق دار کسی کو نہیں سمجھتا جن پر رسول خدا ﷺ اپنے وصال مبارک کے وقت راضی اور خوش تھے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی، عثمان، زبیر، سعد اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کے

اسماء ذکر فرمائے اور فرمایا تم لوگوں پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ گواہ ہیں لیکن ان کا خلافت میں کوئی حق نہیں اور یہ قول حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لئے تسلی کی مانند تھا۔ اگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو خلافت مل جائے تو یہ بھی درست ہے ورنہ جو آدمی بھی امورِ خلافت کا متولی بنے وہ ان سے معاونت حاصل کرتا رہے۔ کیونکہ میں نے ان کو کسی کمزوری اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنے بعد خلیفہ مقرر ہونے والے صحابی رضی اللہ عنہ کو اولین مہاجرین کے متعلق وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کی فضیلت کی پہچان رکھے اور ان کی حرمت کی حفاظت کرے اور میں اسے انصار کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو مہاجرین سے پہلے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور ایمان میں ثابت قدم ہیں۔ ان کے نیکوکاروں کا عذر قبول کرے اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کرے۔ نیز میں اسے دوسرے شہروں کے مکینوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے مددگار، اموال جمع کرنے والے اور دشمنوں کے لئے غیض وغضب ہیں اور ان سے ان کی ضرورت سے زائد مال صرف ان کی مرضی سے وصول کرے۔ اور میں اسے دیہاتیوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ اصل عرب اور اسلام کا مادہ ہیں اور ان سے ان کی ضرورت سے زائد مال لے کر ان کے فقراء پر تقسیم کرے۔ اور میں اسے اللہ تعالیٰ کے عہد اور رسولِ خدا ﷺ کے عہد کو نبھانے کی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے عہد کو پورا کرے، ان کی خاطر دوسروں سے قتال کرے اور ان کو ان کی طاقت کے مطابق مکلف بنائے۔

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جونہی آپ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی تو ہم آپ رضی اللہ عنہ کو لے کر نکل پڑے اور ہم تیز تیز چلتے جا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کرنے کے بعد عرض کیا عمر بن خطاب اجازت مانگ رہے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ان کو اندر لے آؤ اور فرمایا ان کو فلاں جگہ پر اپنے دونوں

ساتھیوں کے ساتھ دفن کردو۔

حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر اسلام بھی روئے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کی چارپائی پر رکھا گیا تو لوگوں نے آپ کو اُٹھانے سے پہلے ہی آپ کو گھیرے میں لے لیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائیں اور بلندیٔ درجات کی التجائیں کرنے لگے اور میں بھی ان لوگوں میں موجود تھا۔ مجھے صرف ایک آدمی نے خوفزدہ کیا تھا جس نے میرا کاندھا پکڑا تھا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے رحمت کی دعا کرتے ہوئے فرمایا آپ نے اپنے پیچھے کوئی ایسا آدمی نہیں چھوڑا جس کے متعلق میں یہ چاہت رکھوں کہ میں اس جیسا عمل لے کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ اللہ کی قسم! مجھے یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ملائے گا کیونکہ میں حضور ﷺ کو اکثر یہ فرماتے ہوئے سنتا تھا:۔

"میں، ابوبکر اور عمر گئے ہیں"۔ کبھی حضور ﷺ فرماتے تھے "میں، ابوبکر اور عمر باہر نکلے ہیں" اور کبھی آپ ﷺ فرماتے تھے "میں، ابوبکر اور عمر داخل ہوئے ہیں"۔

مجھے قوی امید اور پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان دونوں کے ساتھ ہی رکھے گا۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق مشہور حدیث پاک ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں میرے بھائی امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں محصور تھے، میں ان کو سلام کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جونہی میں اندر داخل ہوا تو انہوں نے فرمایا اے میرے بھائی! آپ کا آنا مبارک ہو! میں نے آج رات اس کھڑکی میں رسولِ خدا ﷺ کو دیکھا ہے اور انہوں نے فرمایا ہے اے عثمان! لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

ﷺ ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے ان لوگوں نے پیاسا رکھا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ ﷺ نے فوراً ایک ڈول میرے قریب فرمایا جس میں پانی تھا میں نے اس سے خوب سیر ہو کر پانی پیا ہے حتیٰ کہ میں اب بھی اپنے سینے اور کاندھوں کے مابین یعنی دل میں اس کی ٹھنڈک محسوس کر رہا ہوں۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا ہے اگر تم چاہو تو ہم ان کے خلاف آپ کی مدد کرتے ہیں اور اگر تم چاہو تو آج افطار ہمارے پاس کرو۔ اور میں نے حضور ﷺ کے پاس افطار کرنے کا انتخاب کیا ہے اور پھر اسی دن آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا جو اس وقت موقع پر موجود تھے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ خون میں لت پت تھے تو انہوں نے خون میں لتھڑتے وقت زندگی کے آخری لمحات میں کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہوئے سنا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار اس طرح دعا کی:۔

اے اللہ! حضرت محمد ﷺ کی امت کو اکٹھا فرما۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کرتے اے اللہ ان کو کبھی اکٹھا نہ فرما تو وہ قیامت کے دن تک اکٹھے اور متحد نہ ہو سکتے۔

حضرت ثمامہ بن حزن قشیری رحمۃ اللہ عنہ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں جس وقت امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گھر کی دیواروں سے لوگوں کی طرف جھانک کر دیکھا تو اس وقت میں گھر میں موجود تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لاؤ جنہوں نے تم لوگوں کو میرے خلاف اکٹھا کیا ہے؟ حضرت ثمامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان دونوں کو آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ وہ دونوں بالکل

دو اونٹ یا دو گدھے معلوم ہو رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں پر جھانک کر فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو پورے مدینہ طیبہ میں بئر رومہ کے علاوہ میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہیں تھا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج جو آدمی بئر رومہ خرید کر اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈولوں کے ساتھ رکھے گا اس کے لئے جنت میں اس سے بہتر کنواں ہوگا۔ اور میں نے وہ کنواں اپنے مال سے خریدا تھا آج تم لوگ مجھے اس کنوئیں سے اور سمندر کا پانی پینے سے روکے ہوئے ہو۔ لوگوں نے کہا بے شک اسی طرح ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کیا تم علم رکھتے ہو کہ میں نے جیش عسرہ یعنی غزوۂ تبوک کے لشکر کے لیے اپنے مال سے تیاری کی تھی۔ لوگوں نے کہا بے شک اسی طرح ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ جب مسجدِ نبوی نمازیوں کے لئے تنگ پڑ گئی تو رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا آلِ فلاں کا قطعۂ زمین کون خریدے گا کہ اس کو مسجد میں شامل کیا جائے اور اس کے لئے جنت میں اس سے بہتر قطعۂ زمین ہو؟ اور میں نے وہ قطعۂ زمین خالص اپنے مال سے خرید کر مسجدِ نبوی کے لیے وقف کر دیا تھا اور آج تم لوگ مجھے اسی قطعہ میں دو رکعتیں نماز پڑھنے سے روک رہے ہو۔ انہوں نے کہا بے شک بالکل اسی طرح ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دے کر تم لوگوں سے پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں کوہِ ثبیر پر کھڑے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور میں بھی تھا۔ پہاڑ نے حرکت کی حتیٰ کہ اس کے پتھر اس کے دامن یعنی گہرائی میں گرنے لگے تھے اور حضور ﷺ نے پہاڑ کو پاؤں کی ٹھوکر مار کر حکم فرمایا اے ثبیر! ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ لوگوں نے کہا بے شک یہ درست ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر ان لوگوں نے میرے حق میں گواہی

دے دی ہے۔ رب کعبہ کی قسم! میں شہید ہوں۔

قبیلہ ضبہ کے ایک بزرگ آدمی سے مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جس وقت حملہ کیا گیا اور خون آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک پر بہہ رہا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ مسلسل کہہ رہے تھے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ (الانبیاء)

''کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاک ہے تو بے شک میں ہی قصورواروں میں سے ہوں''۔

اے اللہ! میں ان کے خلاف تجھ سے مدد و نصرت طلب کرتا ہوں اور اپنے تمام امور پر تجھ سے مدد مانگتا ہوں اور جس آزمائش میں تو نے مجھے ڈالا ہے اس پر تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وصال مبارک

حضرت اصبغ حنظلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس رات امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر حملہ ہوا تھا اس رات آپ رضی اللہ عنہ بستر پر لیٹے ہوئے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے مؤذن ابن تیاح نے طلوع فجر کے وقت حاضر ہو کر نماز کی اطلاع دی۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت مبارک کچھ بوجھل تھی اس لئے آپ نماز کے لیے اُٹھ نہ سکے۔ وہ دوسری بار آیا تو آپ رضی اللہ عنہ پھر بھی اسی طرح لیٹے رہے پھر وہ تیسری بار آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کر چل پڑے اور زبان مبارک سے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:۔

اُشْدُدْ حَيَازِيْمَكَ لِلْمَوْتِ فَاِنَّ الْمَوْتِ لَا قِيكَا

''موت کے لئے اپنے صبر کو پختہ کر لو کیونکہ موت تمہارے پاس آنے والی ہے''۔

وَلَا تَجْزَعْ مِنَ الْمَوْتِ اِذَا حَلَّ بِوَادِيكَا

''جب موت تمہاری وادی میں اتر پڑے تو اس پر غم و تکدر کا اظہار نہ کرو''۔

جونہی امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد کے چھوٹے دروازے پر پہنچے تو

عبدالرحمٰن ابنِ ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا باہر نکلیں تو وہ کہہ رہی تھیں صبح کی نماز کو کیا ہو گیا ہے۔ میرے خاوند امیر المومنین حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں شہید ہوئے تھے اور میرے والد ماجد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی صبح کی نماز میں شہید ہو گئے ہیں۔

ایک قریشی بزرگ سے مروی ہے کہ ابنِ ملجم ملعون نے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو زخمی کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی اور پھر دنیا سے کوچ کرنے تک لا الٰہ الا اللہ کے علاوہ زبان مبارک سے کوئی لفظ نہیں نکالا تھا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی روح مبارک پرواز کر گئی۔

مروی ہے کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے وصال کے وقت ان کی طبیعت بوجھل ہو گئی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا اے میرے بھائی! آپ غمگین کیوں ہو رہے ہیں؟ آپ حضور ﷺ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہے ہیں جو آپ کے نانا اور باپ ہیں۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہما کے پاس جا رہے ہو جو آپ کی مائیں ہیں اور حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس جا رہے ہیں جو آپ کے چچا ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بھائی! میں ایک ایسے امر کی طرف بڑھ رہا ہوں جس جیسے امر کی طرف پہلے کبھی نہیں گیا۔

حضرت محمد بن حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یزیدیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا کے میدان میں اتار لیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان کو شہید کر دیں گے تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہو

گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا ہمیں ایک ایسا معاملہ درپیش ہے جو تم دیکھ رہے ہو، دنیا بدل گئی ہے اور اجنبی بن بیٹھی ہے اور اس نے اپنی نیکیوں سے منہ موڑ لیا ہے اور بالکل سکڑ گئی ہے حتیٰ کہ اس میں سے صرف اس قدر باقی ہے جس طرح برتن میں بچا کھچا پانی ہوتا ہے۔

یاد رکھو! مجھے اس ناخوشگوار زندگی کی نسبت موت زیادہ پسند ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں کیا جاتا اور باطل سے روکا نہیں جاتا۔ یاد رکھو! مومن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات کی رغبت رکھنی چاہیے اور میں ایسی صورتِ حال میں موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو جرم سمجھتا ہوں۔

پانچواں باب

قریب المرگ خلفاء، امراء اور صالحین کے اقوال

منقول ہے کہ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا مجھے بٹھا دو۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو بٹھا دیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح اور ذکر شروع کر دیا پھر زار و قطار رونے لگے اور فرمایا اے معاویہ! تم بڑھاپے اور انحطاط و شکستگی کے بعد اپنے رب کا ذکر کر رہے ہو۔ یاد رکھو ذکرِ الٰہی کا وقت وہ تھا جب تیری جوانی کی شاخ تر و تازہ اور سرسبز و شاداب تھی۔ آپ اس قدر روئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آواز بلند ہونے لگی اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے عرض کیا اے میرے پروردگار! سخت دل والے اور گناہگار بوڑھے پر رحم فرما۔ اے میرے مولا! میری لغزشیں معاف فرما، میرے گناہ بخش دے اور اس بندے کے ساتھ حلم و بردباری کا معاملہ فرما جو تیرے غیر سے امید نہیں رکھتا اور تیرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتا۔

ایک قریشی بزرگ سے مروی ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرض الموت میں ایک جماعت کے ہمراہ ان کی عیادت کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جلد میں بے شمار جھریاں دیکھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا امابعد! پوری دنیا وہی ہے جس کو ہم نے آزما لیا ہے اور آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم نے اپنی رائے و مرضی کے ساتھ دنیا کی تر و تازگی کا استقبال کیا ہے اور اپنی زندگی سے لذت حاصل کی ہے۔ لیکن ہم دنیا میں صرف اسی قدر رہے ہیں کہ اس نے ہمارے ایک حال کے بعد دوسرے حال اور ایک حلقہ کے بعد دوسرے حلقہ کو توڑ دیا ہے۔ دنیا یوں ہے کہ اس نے ہمیں ہلکان کر کے پیچھے چھوڑ دیا اور ہمیں ملامت کر رہی ہے۔ دنیا کے اس گھر پر تف اور افسوس ہے پھر دنیا کے اس گھر پر تف ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا

اے لوگو! میرا ایک ایسی کھیتی سے تعلق ہے جس کے کاٹنے کا وقت قریب آچکا ہے۔ میں تمہارا حاکم مقرر ہوا تھا اور میرے بعد جو آدمی بھی تمہارا حاکم مقرر ہوگا وہ مجھ سے بُرا ہی ہوگا۔ جس طرح مجھ سے پہلے والے حاکم مجھ سے بہتر تھے۔

پھر اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا اے یزید! جب میری زندگی پوری ہو یعنی میری روح پرواز کر جائے تو میرے غسل کا کام کسی عقل مند آدمی کے سپرد کرنا۔ کیونکہ عقل مند آدمی کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک خاص مقام ورتبہ ہوتا ہے۔ وہ مجھے اچھی طرح غسل دے اور بلند آواز سے اللہ اکبر کہے۔ پھر شاہی خزانہ میں موجود ایک رومال نکال لینا۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کپڑوں میں سے ایک کپڑا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں اور ناخنوں کے ٹکڑے ہیں وہ ٹکڑے میری ناک، منہ، کانوں اور آنکھوں میں رکھ دینا اور کپڑے کو میری جلد کے ساتھ ملا کر کفن کے اندر رکھ دینا۔

اے یزید! والدین کے متعلق اللہ تعالیٰ کی وصیت اور فرمان کی حفاظت کرو۔ چنانچہ جب مجھے میرے نئے کپڑوں یعنی کفن میں لپیٹ دو تو پھر مجھے میری قبر میں رکھ دو اور معاویہ کو ارحم الراحمین ذات کے سپرد کر دو!۔

شام کے قاضی حضرت محمد بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر موت آئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش میں قریشِ مکہ میں سے ایک بھوکا آدمی ہوتا اور میں امورِ خلافت میں سے کسی کا والی وحکمران نہ ہوتا۔

مروی ہے کہ جب اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے دمشق کی جانب ایک دھوبی کی طرف دیکھا جو اپنے ہاتھ سے کپڑے کو لپیٹتا ہے اور پھر اسے پتھر پر مارتا ہے۔ اسے دیکھ کر عبدالملک نے کہا کاش میں ایک دھوبی ہوتا جو روزانہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھانا کھاتا اور دنیا کے کسی معاملہ کا والی وحکمران نہ ہوتا۔ جب یہی بات حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ان مالداروں کو اس طرح بنایا ہے کہ جب ان پر موت آئے تو وہ ہم جیسا ہونے کی تمنا کرتے

ہیں اور جب ہم پر موت آتی ہے تو ہم ان جیسا ہونے کی تمنا نہیں کرتے۔

مروی ہے کہ عبدالملک بن مروان سے اس کی مرض الموت میں پوچھا گیا۔ اے امیر المومنین! تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا میں اپنے آپ کو اسی طرح پاتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ (الانعام:94)

"بے شک آ گئے ہو تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی دفعہ اور تم چھوڑ آئے ہو جو ہم نے عطا فرمایا تھا تمہیں اپنے پیچھے"۔

امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ فاطمہ بنت عبدالملک بن مروان فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی مرض الموت میں کہتے ہوئے سنا ہے۔ وہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کر رہے تھے اے اللہ! میری موت کو لوگوں پر مخفی رکھنا اگرچہ دن کی ایک ساعت کے لئے ہی ہو۔ آپ فرماتی ہیں جس لمحہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی روح قبض ہوئی اس وقت میں آپ کے پاس سے باہر نکل گئی۔ میں ایک دوسرے کمرے میں بیٹھی تھی۔ میرے اور ان کے درمیان صرف ایک دروازہ تھا آپ اپنے گول کمرے میں تھے اور میں نے ان کو یہ آیت مبارکہ پڑھتے ہوئے سنا:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (القصص)

"یہ آخرت کا گھر ہے ہم مخصوص کر دیں گے اس (کی نعمتوں) کو ان لوگوں کے لئے جو خواہش نہیں رکھتے زمین میں بڑا بننے کی اور نہ فساد برپا کرنے کی اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے"۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ بالکل خاموش ہو گئے اور مجھے آپ کی کوئی حرکت اور کلام سنائی نہیں دے رہا تھا۔ میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص سے کہا۔ دیکھو کیا آپ سو گئے

ہیں؟ وہ جونہی اندر داخل ہوا تو اس کی چیخ نکل گئی۔ میں جست لگا کر اندر گئی تو آپ کی روح پرواز کر چکی تھی۔

مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا اے امیر المومنین کوئی وصیت فرمائیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تمہیں اپنی طرح کے انجام سے ڈراتا ہوں اور تمہارے پاس اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔

مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت بوجھل ہوگئی تو آپ کے لئے ایک طبیب بلایا گیا۔ جونہی اس طبیب نے آپ کو خوب غور کے ساتھ دیکھا تو اس نے کہا میرا خیال ہے کہ اس آدمی کو زہر پلایا گیا ہے اور مجھے ان کی موت کا خدشہ ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نگاہ اوپر اٹھا کر فرمایا جس آدمی کو زہر نہ پلایا گیا ہو اس کے متعلق بھی تو تمہیں موت کا ڈر ہوتا ہے۔ طبیب نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ زہر کا اثر محسوس کر رہے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب یہ زہر میرے پیٹ میں داخل ہوا تھا مجھے اسی وقت معلوم ہو گیا تھا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! پھر آپ اس کا علاج کریں مجھے ڈر ہے کہ آپ کی جان چلی جائے گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرا رب بہت اچھا ہے جس کی طرف میں جا رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میری شفا میرے کان کی لو کے پاس موجود ہے تو میں پھر بھی کان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اسے نہیں اٹھاؤں گا۔ اے اللہ! عمر کے لیے اپنی ملاقات میں بھلائی فرما۔ اس واقعہ کے بعد چند دن ہی گزرے تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔

ایک روایت میں منقول ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رونے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اے امیر المومنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ خوشی کا اظہار فرمائیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ہماری سنتوں کو زندگی بخشی ہے اور آپ کے ذریعے عدل قائم فرمایا ہے۔ لیکن یہ سن کر بھی آپ

روتے رہے۔اور فرمایا قیامت کے دن مجھے کھڑا کر کے مجھ سے اس مخلوق کے معاملہ کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔ اللہ کی قسم! اگر میں نے لوگوں کے مابین عدل کیا ہے تو پھر بھی مجھے اپنے نفس کے متعلق یہ خوف ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت کی تلقین کے بغیر اس کے سامنے اپنی حجت پیش نہیں کر سکے گا اور جب ہم نے بہت کچھ ضائع کر دیا ہے تو پھر یہ اپنی حجت کیسے پیش کر سکے گا؟ اس کے ساتھ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور تھوڑی ہی دیر بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ۔ جب حاضرین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بٹھا دیا تو آپ نے کہا (اے اللہ) میں وہی ہوں جسے تو نے حکم فرمایا لیکن میں نے کوتاہی کی جس کو تو نے منع فرمایا لیکن میں نے تیری نافرمانی کی اور آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا میرے پاس صرف ایک قول لا الٰہ الا اللہ ہے۔ پھر آپ نے سر اُٹھا کر گھور کر دیکھا اور اس طرح دیکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے گندم گوں مخلوق نظر آ رہی ہے جو نہ انسان ہیں اور نہ جن ہیں اور ساتھ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے روح پرواز کر گئی۔

خلیفہ ہارون الرشید کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے موت کے وقت اپنا کفن خود اپنے ہاتھوں سے پسند کر لیا تھا اور اس کی طرف دیکھ کر فرماتے تھے:۔

مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾ (الحاقہ)

''آج میرا مال کسی کام نہ آیا میری بادشاہی بھی فنا ہوگئی''۔

خلیفہ مامون الرشید کے متعلق منقول ہے کہ وہ وصال کے وقت زمین پر راکھ بچھا کر اس پر لیٹ گئے اور کہتے تھے اے وہ ذات جس کی حکومت کبھی ختم نہیں ہوگی، اس پر رحم فرما جس کی حکومت ختم ہو گئی ہے۔

خلیفہ معتصم باللہ محمد بن ہارون اپنی موت کے وقت کہتا تھا اگر مجھے علم ہوتا کہ میری عمر اس قدر مختصر ہے تو میں زندگی بھر کوئی برا کام نہ کرتا۔

جب خلیفہ مستنصر باللہ اپنی موت کے وقت اپنے آپ پر بہت زیادہ مضطرب و پریشان ہوا تو اس سے کہا گیا اے امیر المومنین! کوئی بات نہیں۔ اس نے کہا بس صرف یہی بات ہے کہ دنیا چل بسی ہے اور آخرت آ گئی ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت درہم و دنانیر سے بھرے ہوئے صندوقوں کی طرف دیکھ کر اپنے بیٹوں سے فرمایا تم میں سے جو بھی ان صندوقوں کو ان میں موجود مال کے ساتھ لے کاش وہ مینگنیاں ہوں۔

حجاج بن یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا اے اللہ! مجھے بخش دے۔ لوگ کہتے ہیں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس کے اس کلمہ پر بہت تعجب کرتے تھے اور اس پر رشک کرتے تھے۔ اور جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ بات بیان کی گئی تو انہوں نے پوچھا کیا حجاج نے واقعی اس طرح کہا تھا؟ عرض کیا گیا ہاں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پھر ہو سکتا ہے کہ اس کی بخشش ہو جائے۔

صحابہ کرام، تابعین اور مابعد اہلِ تصوف میں سے خاص صالحین کے اقوال

مروی ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ! میں تجھ سے ہمیشہ خائف رہتا تھا اور آج تجھ سے امید رکھتا ہوں۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں روئے زمین پر چلتی ہوئی نہروں کے لیے اور درخت لگانے کے لئے دنیا اور دنیا میں طویل زندگی بسر کرنے کو پسند نہیں کرتا بلکہ میں موسمِ گرما میں دوپہر کے وقت کی پیاس کی لذت پانے، زمانے کی تکالیف برداشت کرنے اور ذکر کے حلقوں میں علمائے کرام کے سامنے دوزانو ہونے کی خاطر دنیا اور طویل زندگی کو پسند کرتا ہوں۔ اور جب آپ رضی اللہ عنہ کی حالتِ نزع شدت اختیار کر گئی اور اس قدر شدید ہو گئی کہ اس طرح کسی پر شدید نہ ہوئی ہو گی تو اس دوران جونہی آپ کو اس سختی و تکلیف سے کچھ افاقہ ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ اپنی آنکھیں کھول دیتے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے اے اللہ! تو جس قدر چاہے میرا گلہ گھونٹ لے مجھے تیری عزت کی قسم! تو

جانتا ہے کہ میرا دل تجھ سے محبت کرتا ہے۔

مروی ہے کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں دنیا سے جدائی کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس دنیا کا اتنا مال ہو جتنا ایک مسافر کا زادِ راہ ہوتا ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے تمام ترکہ کا حساب لگایا گیا تو اس کی کل قیمت صرف دس درہم تھی۔

منقول ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو ان کی اہلیہ محترمہ نے کہا ہائے کتنا غم آ گیا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس طرح نہ کہو بلکہ تم کہو کس قدر خوشی آ رہی ہے۔ ہم کل اپنے محبوبوں یعنی حضرت محمد ﷺ اور ان کے گروہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کریں گے۔

منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے وصال کے وقت آنکھیں کھولیں اور مسکرا کر فرمایا:۔

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿٦١﴾ (الصافات)

''ایسی ہی عظیم الشان کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے''۔

جب حضرت ابراہیم بن یزید نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رونے لگے۔ عرض کیا گیا آپ روتے کیوں ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قاصد کا منتظر ہوں جو مجھے جنت یا دوزخ کی خوشخبری سنائے گا۔

جب حضرت محمد ابن منکد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رونے لگے۔ عرض کیا گیا آپ روتے کیوں ہیں؟ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں کسی ایسے گناہ کی وجہ سے نہیں روتا جس کے متعلق مجھے علم ہے کہ میں نے اس کا ارتکاب کیا ہے بلکہ مجھے یہ خوف ہے کہ میں نے کہیں کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جس کو میں نے ہلکا گمان کیا ہو جب کہ اللہ

تعالیٰ کے نزدیک وہ کوئی بہت بڑا گناہ ہو۔

منقول ہے کہ جب حضرت عامر بن عبدالقیس عنبری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رونے لگے۔ پوچھا گیا آپ روتے کیوں ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں موت سے ڈر کر اور دنیا کی حرص کی وجہ سے نہیں روتا بلکہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ مجھ سے گرمیوں کی دوپہر کی پیاس اور سردیوں میں رات کا قیام چھوٹ جائے گا۔

جب حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ پر ایک غشی طاری ہوگئی پھر آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا سفر بہت طویل ہے اور زادِ راہ بہت تھوڑا ہے۔

جب حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے غلام نصر سے فرمایا میرا سر مٹی میں رکھ دو۔ یہ سن کر آپ کا غلام نصر رونے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا روتے کیوں ہو؟ اس نے عرض کیا مجھے آپ کی آسائشات یاد آئی ہیں اور اب آپ فقیر و غریب ہو کر دنیا سے کوچ کر رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خاموش ہو جاؤ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی تھی کہ مجھے مالداروں کی طرح زندہ رکھ اور فقراء کی طرح موت دے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نصر سے فرمایا مجھے کلمہ شہادت کی تلقین کرو لیکن جب تک میں کوئی دوسری بات نہ کروں دوبارہ تلقین نہ کرنا۔

حضرت ابو محمد عطا بن یسار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابلیس ایک آدمی کی موت کے وقت اس کے سامنے ظاہر ہوا اور اسے کہا تم نجات پا گئے ہو۔ اس نے کہا میں ابھی تک تجھ سے مامون نہیں ہوں۔

ایک بزرگ موت کے وقت رونے لگے تو ان سے پوچھا گیا آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کتابِ الٰہی میں موجود ایک آیت مبارکہ کو یاد کر کے روتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۷﴾ (المائدہ)

''قبول فرماتا ہے اللہ صرف پرہیز گاروں سے''۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک قریب المرگ آدمی کے ہاں تشریف لے گئے اور اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا جس معاملہ کی ابتدا یہ ہو وہ اس لائق ہے کہ اس کی انتہا سے خوف کھایا جائے اور جس معاملہ کی یہ انتہا ہو وہ اس لائق ہے کہ اس کی ابتدا میں زہد اختیار کیا جائے۔

حضرت ابو محمد احمد حریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی حالتِ نزع میں ان کے پاس موجود تھا۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا اور اسی دن نوروز بھی تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید ختم کیا تو میں نے عرض کیا اے ابو القاسم! کیا اس حالت میں بھی آپ اتنی تلاوت فرما رہے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب میرا نامۂ اعمال لپیٹا جا رہا ہے تو اس تلاوت کا مجھ سے زیادہ کون حقدار ہو سکتا ہے۔

حضرت رویم بن احمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:۔

حَنِينُ قُلُوبِ الْعَارِفِينَ اِلَى الذِّكْرِ وَتَذْكَارُهُمْ وَقْتَ الْمُنَاجَاةِ لِلسِّرِّ

''عارفوں کے دل ہر لحہ ذکرِ الٰہی کے مشتاق ہوتے ہیں اور وہ مناجات کے وقت اللہ تعالیٰ کے بھید بیان کرتے ہیں''۔

اُدِيرَتْ كُؤسٌ لِلْمَنَايَا عَلَيْهِمْ فَاَغْفَوعَنِ الدُّنْيَا كَاِغْفَاءِ ذِى السُّكْرِ

''ان پر موت کے پیالے گردش کر رہے ہیں اور وہ دنیا سے اس طرح غافل ہیں جس طرح نشہ میں مدہوش انسان ہوتا ہے''۔

هُمُو مُهُمْ جَوَّالَةٌ بِمَعْسْكَرٍ بِهٖ اَهْلُ وُدِّ اللّٰهِ كَالْاَنْجُمِ الزُّهْرِ

''ان کی فکریں اس میدان میں گھوم رہی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے محب روشن ستاروں کی مانند چمک رہے ہیں''۔

فَاَجْسَامُهُم فِي الْاَرْضِ قَتْلٰی بِحُبِّهٖ
وَاَرْوَاحُهُم فِي الْحُجْبِ نَحْوَ الْعُلَا تَسْرِیْ

''ان کے بدن زمین میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ قتل ہیں جب کہ حجابات میں ان کی ارواح بلندیوں کی طرف رواں دواں ہیں''۔

فَمَا عَرَّسُوا اِلَّا بِقُرْبِ حَبِیْبِهِم وَمَا عَرَّجُوا مِن مَسِّ بُؤْسٍ وَلَاضَرَرٍ

''لہٰذا وہ صرف اپنے محبوب کے قرب میں خوش رہتے ہیں اور وہ کسی شدت اور ضرر کی وجہ سے کمزوری نہیں دکھاتے''۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ وصال کے وقت بہت زیادہ وجد کی حالت میں تھے۔ انہوں نے فرمایا اس بات پر بھی تعجب نہیں تھا کہ ان کی روح اپنے رب کے ساتھ ملاقات کے اسی اشتیاق میں پرواز کر گئی ہو۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے وصال کے وقت پوچھا گیا آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے ایک لحظہ پہلے اپنے رب کو کما حقہ پہچان لوں۔

ایک بزرگ نزع کی حالت میں تھے اور ان سے کہا گیا کہو''اللہ'' انہوں نے فرمایا تم کب تک اللہ اللہ کہتے رہو گے میں تو اللہ تعالیٰ کے عشق کی آگ میں جل رہا ہوں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں حضرت ابوعلی مشار دینوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ وہاں پر ایک فقیر آیا اور اس نے کہا السلام علیکم پھر پوچھا کیا یہاں پر کوئی صاف سی جگہ ہے جہاں انسان کے لئے مرنا ممکن ہو۔ فرماتے ہیں لوگوں نے اسے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں پر پانی کا ایک چشمہ تھا۔ اس فقیر نے اس چشمہ کے پانی سے وضو تازہ کیا اور جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا نوافل ادا کئے۔ پھر اس جگہ پر جا کر پاؤں پھیلا دیئے اور مر گیا۔

حضرت ابوعباس احمد بن محمد دینوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس میں وعظ و گفتگو فرمارہے تھے کہ ایک خاتون نے وجد کرتے ہوئے چیخ ماری۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا مر

جاؤ۔ وہ عورت اُٹھ کر کھڑی ہوئی اور جب دروازے پر پہنچی تو ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں مر رہی ہوں اور مر کر زمین پر گرگئی۔

حضرت ابوعلی احمد بن محمد روذباری رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا سے منقول ہے کہ جب حضرت ابوعلی روذباری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا اور ان کا سر میری گود میں تھا تو انہوں نے آنکھیں کھول کر مجھے فرمایا یہ آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں، یہ جنتیں مزین کر دی گئی ہیں اور یہ کہنے والا کہہ رہا ہے اے ابوعلی! ہم نے تجھے انتہائی مرتبہ پر پہنچا دیا ہے اگرچہ آپ کی مراد اور مطلوب یہ مرتبہ نہیں تھا پھر یہ اشعار پڑھنے لگے:۔

وَحَقِّکَ لَا نَظَرْتُ اِلٰی سِوَاکَا　بِعَیْنِ　مَوَدَّةٍ　حَتّٰی　اَرٰکَا

"مجھے تیرے حق کی قسم! میں جب تک تیرا دیدار نہیں کروں گا اس وقت تک تیرے سوا کسی کو محبت کی آنکھ سے نہیں دیکھوں گا"

اَرَاکَ　مُعَذِّبِی　بِفُتُوْرِ　لَحْظٍ　وَّ بِالْخَدِّ　الْمَوَرِّدِ　مِنْ　حَیَا کَا

"میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو مجھے دیدار کی کمی اور حیا سے سرخ ہونے والے اپنے رخسار کے ذریعے تکلیف دیتا ہے"۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو نزع کے وقت کہا گیا۔ لا الٰہ الا اللہ پڑھو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اسے بھلایا نہیں کہ اسے یاد کروں۔

حضرت ابو محمد جعفر بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم بکران دینوری سے پوچھا کہ تو نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت ان سے کیا دیکھا ہے۔؟ اس نے کہا حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا کہ میرے ذمہ ایک ناحق درہم ہے اور میں نے اس درہم کے مالک کی طرف سے ہزاروں درہم صدقہ کئے ہیں لیکن پھر بھی میرا دل سب سے زیادہ اسی درہم میں مشغول ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے نماز کے لئے وضو کراؤ! چنانچہ میں نے ان کو وضو کروایا اور میں ان کی داڑھی میں خلال کروانا

بھول گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک بند تھی۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داڑھی میں داخل کیا تا کہ میں آپ کی داڑھی میں خلال کروں۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کی روح پرواز کر گئی۔ یہ سن کر حضرت جعفر بن نصیر رونے لگے اور فرمایا تم اس آدمی کے متعلق کیا کہہ سکتے ہو جس نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی شریعت کے ایک معمولی ادب کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

جب حضرت بشر بن حارث حافی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب تھا اور نزع کی سختی طاری تھی تو آپ سے کہا گیا یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو زندگی بہت محبوب ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف جانا بہت سخت کام ہے۔

حضرت صالح بن مسمار رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کیا آپ اپنے بیٹوں اور اہلِ خانہ کے لئے وصیت نہیں کریں گے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتا ہے کہ میں ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کی وصیت کروں۔

جب حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو ان کے دوساتھیوں نے آکر کہا آپ کو مبارک ہو آپ غفور ورحیم کے پاس جا رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ ڈرو۔ تم اس رب کے پاس جا رہے ہو جو چھوٹے سے چھوٹے عمل کا بھی تجھ سے حساب لے گا اور بڑے عمل پر تجھے سزا دے گا۔

جب حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو ان کی خدمت میں عرض کیا گیا ہمیں وصیت فرمایئے؟ انہوں نے فرمایا اپنے آپ میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرتے رہو۔

ایک بزرگ کے وصال کا وقت قریب آیا تو ان کی اہلیہ رونے لگی۔ انہوں نے اس سے پوچھا کیوں روتی ہو؟ بیوی نے کہا میں آپ سے جدائی کے ڈر سے رو رہی ہوں۔ انہوں نے فرمایا اگر رونا ہی ہے تو اپنے آپ پر روؤ۔ میں تو اس دن کے لئے چالیس سال سے رو رہا ہوں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوا اور ان سے پوچھا آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں؟ تو وہ یہ اشعار پڑھنے لگے:۔

كَيفَ اَشكُو اِلٰى طَبِيبِى مَابِى   وَالَّذِى بِى اَصَا بَنِى مَنْ طَبِيبِى

''میں اپنی بیماری کی اپنے طبیب کے سامنے شکایت کیسے کروں جب کہ مجھ پر جو تکلیف آئی ہے وہ میرے طبیب کی طرف سے ہی ہے''۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک پنکھا پکڑا تا کہ اس سے ان کو ہوا دوں۔ انہوں نے فرمایا جس آدمی کے اندر آگ جل رہی ہو اس کو پنکھے کی ہوا کیسے لگے گی؟ پھر آپ یہ اشعار پڑھنے لگے:۔

اَلْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ وَالدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ   وَالْكَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَالصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ

''دل جل رہا ہے، آنسو مسلسل جاری ہیں، مصیبت بڑی سخت ہے اور صبر کمزور ہے''۔

كَيفَ الْقَرَارُ عَلٰى مَنْ لَا قَرَارَلَه   مِمَّا جَنَاهُ الْهَوٰى وَالشَّوقُ وَاْلقَلَقُ

''جو آدمی عشق، شوق اور بے چینی کے غلبہ کی وجہ سے بے قرار ہو اسے قرار کیسے آسکتا ہے''۔

يَارَبِّ اِنْ يَّكُ شَىْءٌ فِيهِ لِى فَرَجٌ   فَامْنُنْ عَلَىَّ بِهٖ مَا دَامَ بِى رَمَقٌ

''اے پروردگار! اگر کوئی چیز ہے جس میں میرے لئے کشادگی ہے تو جب تک مجھ میں زندگی کی رمق باقی ہے اس کے ذریعے مجھ پر احسان فرما''۔

منقول ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی مرض الموت میں ان کے دوست احباب ان کی عیادت کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا لا الٰہ الا اللہ پڑھو؟ تو وہ درج ذیل اشعار پڑھنے لگے:۔

اِنَّ بَيْتًا اَنْتَ سَاكِنُهٗ غَيْرُ مُحْتَاجٍ اِلَى السُّرُجِ

''بے شک تو جس گھر میں مقیم ہے اسے چراغوں کی حاجت نہیں''۔

وَجْهُکَ الْمَامُوْلُ حُجَّتُنَا یَوْمَ یَاْتِی النَّاسُ بِالْحِجَجِ

''جس دن لوگ اپنی اپنی حجت پیش کریں گے اس دن تیری امید بھری ذات ہماری حجت ہوگی''۔

لَا اَتَاحَ اللّٰہُ لِی فَرَجًا یَوْمَ اَدْعُوا مِنْکَ بِالْفَرَجِ

''میں جس دن تجھ سے کشادگی کی التجا کروں اللہ تعالیٰ مجھے کشادگی عطا نہ فرمائے''

منقول ہے کہ حضرت ابو العباس احمد بن عطار رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی حالتِ نزع میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا لیکن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا پھر ایک لمحہ کے بعد جواب دیتے ہوئے فرمایا معذرت خواہ ہوں میں اپنے وظیفہ میں مشغول تھا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر لیا اور اللہ اکبر کہا اور ساتھ ہی آپ کی روح پرواز کر گئی۔

مروی ہے کہ جب حضرت ابو بکر محمد بن علی کتانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو ان سے پوچھا گیا آپ کا ساری زندگی میں عمل کیا رہا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر میرا وصال قریب نہ ہوتا تو میں تمہیں ہرگز نہ بتاتا۔ میں چالیس سال تک اپنے دل کے دروازے پر کھڑا رہا ہوں۔ جب بھی اس میں کسی غیرِ خدا کا گزر ہونے لگا تو میں نے اسے روک دیا۔

حضرت معتمر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ حکم بن مروان کے وصال کے وقت جو لوگ اس کے پاس موجود تھے میں بھی ان میں موجود تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اے اللہ! اس پر موت کی سختیاں آسان فرما۔ یہ اس اس طرح تھا اور اس کی اچھائیوں کا ذکر کیا۔ جب اسے کچھ افاقہ ہوا تو اس نے پوچھا کون بول رہا تھا؟ میں نے کہا، میں دعا کر رہا تھا۔ اس نے کہا ملک الموت نے مجھے کہا ہے کہ میں ہر سخی کے ساتھ نرمی ہی کرتا ہوں اور پھر اس کی روح پرواز کر گئی۔

جب حضرت ابو محمد یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا اور

حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اور ان کو بے چین پایا تو حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے ابو محمد! یہ بے چینی اور جزع کی گھڑی ہے؟ انہوں نے عرض کیا اے ابو عبد اللہ! میں کس طرح بے چینی اور جزع کا اظہار نہ کروں جب کہ میں یہ نہیں جانتا کہ میں نے اپنے کسی عمل میں اللہ تعالیٰ سے صدق کا معاملہ کیا ہے یا نہیں۔ حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس صالح آدمی پر تعجب ہے کہ موت کے وقت قسم کھا رہا ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس نے اپنے کسی عمل میں اللہ تعالیٰ سے سچ کا معاملہ کیا ہے یا نہیں۔

حضرت ابو احمد مغازلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ان صفات کے حامل لوگوں میں سے اپنے ایک شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ کچھ علیل تھے اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے اے اللہ! تیرے لئے اپنے ارادے پر عمل کرنا ممکن ہے پس تو میرے ساتھ نرمی فرما۔

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت ایک بزرگ ان کے پاس آئے اور ان کے لئے دعا کرتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ اس اس طرح سلوک فرمائے۔ حضرت ممشاد رحمۃ اللہ علیہ ہنس پڑے پھر فرمایا تیس سال سے جنت اپنی پوری نعمتوں کے ساتھ مجھ پر پیش کی جا رہی ہے لیکن میں نے اس کی طرف نگاہ نہیں اُٹھائی۔

حضرت رویم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت ان سے کہا گیا لا الٰہ الا اللہ پڑھیں تو انہوں نے فرمایا اس سے زیادہ خوبصورت کوئی بات ہے ہی نہیں جو میری زبان پر آئے گی۔

جب حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا اور ان سے کہا گیا لا الٰہ الا اللہ پڑھیں تو انہوں نے فرمایا کیا وہاں کوئی اور امر نہیں ہے؟

مروی ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مرض الموت میں حضرت ابو یحیٰ اسماعیل مزنی رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا اے ابو عبد اللہ! آپ

نے صبح کیسے کی ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے صبح اس طرح کی ہے کہ میں دنیا سے کوچ کرنے والا، اپنے بھائیوں سے جدا ہونے والا، اپنے برے اعمال سے ملاقات کرنے والا، موت کا پیالہ پینے والا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میری روح جنت کی طرف جائے گی کہ میں اسے مبارک باد دوں یا دوزخ کی طرف جائے گی کہ اس سے تعزیت کروں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ اشعار پڑھنے لگے:۔

وَلَمَّا قَسَا قَلْبِي وَضَاقَتْ مَذَاهِبِي جَعَلْتُ رَجَائِي نَحْوَ عَفْوِكَ سُلَّمَا

"جب میرا دل سخت ہو گیا اور میرے سارے راستے تنگ ہو گئے تو میں نے تیرے عفوو کرم پر اپنی امید کو سیڑھی بنالیا"۔

تَعَاظَمَنِي ذَنْبِي فَلَمَّا قَرَنْتُهُ بِعَفْوِكَ رَبِّي كَانَ عَفْوُكَ اَعْظَمَا

"میرے گناہ میرے نزدیک بہت بڑے ہیں لیکن اے میرے رب! جب ان کا تیرے عفوو کرم کے ساتھ موازنہ کیا ہے تو تیرا عفوو کرم کہیں زیادہ بڑا ہے"۔

فَمَا زِلْتَ ذَا عَفْوٍ عَنِ الذَّنْبِ لَمْ تَزَلْ تَجُوْدُ وَتَعْفُو مِنَّةً وَّ تَكَرُّمَا

"کیونکہ تو نے ہمیشہ گناہ معاف فرمائے ہیں اور احسان و کرم کرتے ہوئے ہمیشہ جودو سخاوت اور عفوو درگزر کیا ہے"۔

وَلَوْلَاكَ لَمْ يَغْوِي بِاِبْلِيْسَ عَابِدٌ فَكَيْفَ وَقَدْ اَغْوٰى صَفِيَّكَ آدَمَا

"اور اگر تو نہ ہوتا یعنی تیرا عفوو درگزر نہ ہوتا تو کوئی عابد ابلیس سے دھوکہ کیوں کھاتا۔ اس نے تیرے آدم صفی علیہ السلام کو بھی پھسلا دیا تھا"۔

جب حضرت ابو حامد احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا اور ان سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا اے بیٹا! میں پچانوے سال سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں جو ابھی میرے لئے کھلنے والا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کیا وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا شقاوت کے ساتھ کھلتا ہے۔ اب میرے پاس آپ کے سوال کا جواب دینے کے لئے وقت کہاں ہے؟

یہ اسلاف کے اقوال ہیں اور ان کے احوال کے مطابق ان کے اقوال بھی مختلف ہیں، ان میں سے بعض پر خوف، بعض پر رجاء اور بعض پر شوق اور بعض پر محبت غالب تھی اور ہر ایک نے اپنے حال کے مطابق کلام کیا ہے اور اپنے اپنے حال کے مطابق ہر ایک کی بات صحیح ہے۔

چھٹا باب

جنازوں اور قبرستان میں کہے گئے اقوالِ عارفین اور زیارتِ قبور کا حکم

جان لو!

جنازے ہر صاحب بصیرت انسان کے لئے باعث عبرت ہیں اور ان میں غافلوں کے لئے تنبیہ و تذکیر موجود ہے جب کہ آج کل جنازوں کو دیکھ کر لوگوں کے دل مزید سخت ہو جاتے ہیں کیونکہ لوگ جنازوں کو دیکھ کر یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ دوسروں کے جنازے دیکھتے رہیں گے اور یہ نہیں سوچتے کہ یقیناً ایک نہ ایک دن ان کا جنازہ بھی اٹھایا جائے گا۔ یا وہ یہ تو سوچتے ہیں لیکن اس طرح ہونے کو قریب گمان نہیں کرتے اور یہ نہیں سوچتے کہ جنازوں پر اٹھائے جانے والے لوگ بھی اس طرح گمان کرتے تھے لیکن ان کے سب گمان جھوٹ ہو گئے اور ان کی زندگی بہت جلد ختم ہو گئی۔

لہٰذا ہر آدمی کو چاہیے کہ ہر جنازے کو دیکھ کر اپنے آپ کو اس پر محمول کرے کہ اسے اس جنازہ پر اٹھایا گیا ہے، بہت جلد گویا کہ اسے اٹھایا جا چکا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کل یا پرسوں اٹھ جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی جنازہ کو دیکھتے تو آپ ارشاد فرماتے تم چلو ہم پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔

حضرت ابو عبداللہ مکحول دمشقی رحمۃ اللہ علیہ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو آپ اسے مخاطب کر کے فرماتے تم صبح کے وقت چلو اور شام کو ہم بھی آ جائیں گے۔ نصیحت بڑی بلیغ ہے اور غفلت بہت تیز رفتار ہے پہلا چلا جاتا ہے اور دوسرا اس سے سبق نہیں سیکھتا۔

حضرت ابو یحییٰ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جب بھی کسی آدمی کے جنازہ

میں شریک ہوا ہوں تو میرے نفس نے میرے ساتھ صرف یہی بات کی ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور یہ کہاں جا رہا ہے۔

مروی ہے کہ جب حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی کا انتقال ہوا تو حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے جنازہ میں تشریف لے گئے آپ رو رہے تھے اور فرما رہے تھے اللہ کی قسم! میری آنکھیں اس وقت تک ٹھنڈی نہیں ہوں گی جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ آپ کا انجام کیا ہے اور جب تک میں زندہ ہوں مجھے معلوم ہو بھی نہیں سکتا۔

حضرت سلیمان بن مہران اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب ہم جنازوں میں جاتے تھے تو سب کے غمگین ہونے کی وجہ سے ہمیں معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وارث کون ہے اور ہم کس سے تعزیت کریں۔

حضرت ابو محمد ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم جنازوں میں جاتے تھے تو ہم کو ہر ایک آدمی اپنی چادر میں منہ لپیٹ کر روتے ہوئے دکھائی دیتا تھا۔

غرضیکہ سلف صالحین موت سے اس طرح خائف تھے۔ جبکہ آج ہم جنازہ میں شریک ہونے والے لوگوں میں سے اکثر مسلمانوں کو ہنستے ہوئے اور لہو ولعب میں مشغول دیکھتے ہیں بلکہ وہ صرف مرنے والے کی میراث اور وارثوں کے لئے چھوڑے ہوئے مال کے متعلق باتیں کرتے رہتے ہیں جب کہ اس کے دوست احباب اور عزیز و اقارب ایسے حیلے اختیار کرنے کے متعلق غور وفکر کر رہے ہوتے ہیں جن کے ذریعے اس کے ترکہ میں سے کچھ مال حاصل کر سکیں۔ ان میں سے ایک آدمی بھی الا ماشاء اللہ اپنے جنازہ کے متعلق اور جنازہ پر اٹھائے جانے کے وقت کی حالت میں غور وفکر نہیں کرتا اس غفلت کا صرف یہی سبب ہے کہ نافرمانیوں اور گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہمارے دل سخت ہو چکے ہیں حتیٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ، روزِ آخرت اور اپنے آپ کو درپیش بہت بڑی گھبراہٹ کو بھول کر لہو ولعب میں مشغول ہو گئے ہیں اور غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور لایعنی امور میں مشغول ہو گئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس غفلت سے بیدار فرمائے۔

جنازوں میں موجود لوگوں کی سب سے احسن حالت یہ ہے کہ وہ میت پر روئیں اور اگر سمجھ سکیں تو میت کی بجائے اپنے آپ پر روئیں۔

مروی ہے کہ حضرت ابراہیم زیات رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ لوگوں کو ایک میت کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کو فرمایا اگر تم اپنے لئے رحمت کی دعا کرو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہوگا۔ کیونکہ مرنے والا تو تین مصیبتوں سے نجات پا چکا ہے۔ یہ ملک الموت کے چہرے کو دیکھ چکا ہے، موت کا ذائقہ چکھ چکا ہے اور خاتمہ کے خوف سے مامون ہو چکا ہے۔

حضرت ابوعمر بن علا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت جریر بن خطفی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا اور وہ اپنے کاتب کو اشعار لکھوا رہے تھے۔ اچانک ایک جنازہ سامنے ہوا تو آپ رک گئے اور فرمایا اللہ کی قسم! ان جنازوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے اور پھر آپ یہ اشعار پڑھنے لگے:۔

تُرَوِّعُنَا الْجَنَائِزُ مُقْبِلَاتٍ وَّ تَلْهُو حِيْنَ تَذْهَبُ مُدْبِرَاتٍ

"جنازے آتے ہوئے ہمیں خوف زدہ کر دیتے ہیں اور جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو ہم لہو ولعب میں مشغول ہو جاتے ہیں"۔

كَرَوْعَةِ ثُلَّةٍ لِمَغَارِ ذِئْبٍ فَلَمَّا غَابَ عَادَتْ رَاتِعَاتٍ

"جس طرح بھیڑوں کا ریوڑ بھیڑیئے کی غارت گری سے ڈرتا ہے اور جب بھیڑیا غائب ہو جائے تو وہ پھر چرنے لگتی ہیں"۔

جنازوں میں شریک ہونے کے آداب

جنازے کے ساتھ شریک ہونے کے آداب میں سے ہے کہ انسان اپنے متعلق خوب غور وفکر کرے، موت کو سمجھے اور اس کی تیاری کرے اور تواضع کے ساتھ جنازہ کے آگے آگے چلے جیسا کہ ہم نے فقہ کی کتب میں اس کے آداب وسنن بیان کئے ہیں۔

جنازہ کے آداب میں سے ہے کہ انسان میت کے متعلق حسنِ ظن رکھے اگر چہ وہ کوئی

فاسق وفاجر انسان ہی ہو۔ اور اپنے متعلق سوئے ظن رکھے اگرچہ ظاہراً نیک ہو کیونکہ خاتمہ ایک پُرخطر معاملہ ہے جس کی حقیقت معلوم نہیں ہوسکتی۔

اسی لئے حضرت ابوذر عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ ان کا ایک پڑوسی انتقال کر گیا جو اپنے آپ پر بہت زیادہ ظلم کرنے والا یعنی فاسق تھا اور بہت سے لوگوں نے اس کے جنازہ میں شریک ہونے سے کنارہ کشی اختیار کی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے جنازہ میں تشریف لائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ جب اسے قبر میں اتارا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا اے ابوفلاں! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے تو نے اپنی پوری زندگی توحید میں بسر کی ہے اور اپنے چہرے کو سجدوں کے ساتھ غبار آلودہ رکھا ہے اگرچہ لوگوں نے تجھے گناہ گار اور خطا کار کہا ہے۔ ہم میں سے کون ہے جو بے گناہ اور بے خطا ہے؟۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار بصرہ کے نواح میں ایک انتہائی فاسق وفاجر آدمی کا انتقال ہو گیا اور اس کی بیوی کو کوئی آدمی نہ مل سکا جو اس کا جنازہ اٹھانے میں اس کی مدد کرتا۔ کیونکہ اس کے کثرتِ فسق کی وجہ سے اس کا کوئی ہمسایہ اسے جانتا ہی نہیں تھا۔ چنانچہ اس کی بیوہ نے مجبوراً اجرت پر دو مزدور لئے اور اسے جنازہ گاہ میں لے آئی لیکن کسی ایک آدمی نے بھی اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی۔ پھر وہ اسے دفن کرنے کے لیے ایک صحرا میں لے آئی۔ اس صحرا کے قریب پہاڑ پر ایک بہت بڑا زاہد رہتا تھا۔ عورت نے اسے اس طرح دیکھا گویا وہ اس کے خاوند کے جنازہ کا منتظر ہے۔ اِس زاہد نے اس فاسق آدمی کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو پورے شہر میں یہ خبر پھیل گئی کہ فلاں زاہد اس آدمی کا جنازہ پڑھنے کے لئے پہاڑ سے نیچے اترا ہے اور یہ بات سنتے ہی شہر کے لوگ گھروں سے باہر نکل آئے اور زاہد کے ساتھ مل کر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ لوگوں کو اس بات پر بہت تعجب ہوا کہ یہ زاہد اس فاسق کی نماز جنازہ پڑھ رہا ہے۔ زاہد نے فرمایا مجھے خواب میں حکم دیا گیا ہے کہ فلاں جگہ پر جاؤ وہاں پر تمہیں ایک جنازہ نظر آئے گا جس کے ساتھ صرف ایک عورت ہے۔ اس کی نماز جنازہ پڑھو! وہ ایک بخشا ہوا آدمی ہے۔ یہ سن کر لوگ اور زیادہ حیران ہوئے۔

پھر اس زاہد نے اس آدمی کی بیوی کو بلایا اور اس سے اس کے حالات دریافت کیے اور اس سے پوچھا کہ اس کی زندگی کیسے گزرتی تھی؟ عورت نے کہا جس طرح اس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ سارا دن شراب خانے میں شراب نوشی میں مشغول رہتا تھا۔ زاہد نے کہا ذرا غور کرو کیا تم اس کے کسی اچھے عمل کو بھی جانتی ہو؟ اس نے کہا ہاں! اس میں تین چیزیں بہت اچھی تھیں۔

ہر روز صبح کے وقت جب اسے مدہوشی سے کچھ افاقہ ہوتا تھا تو یہ کپڑے بدل کر وضو کرتا اور صبح کی نماز باجماعت پڑھ کر شراب خانے کی طرف جاتا تھا اور فسق و فجور میں مشغول رہتا تھا۔

اس کے گھر میں ہمیشہ ایک یا دو یتیم بچے موجود رہتے تھے اور یہ اپنی اولاد سے بڑھ کر ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا تھا اور ان کی بہت زیادہ دیکھ بھال کرتا تھا۔

اور جب اسے رات کی تاریکی میں مدہوشی کے دوران کچھ افاقہ ہوتا تھا تو یہ رو رو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا تھا اے میرے رب! تو مجھ خبیث کے ساتھ جہنم کا کون سا کونہ بھرنا چاہتا ہے۔

یہ سن کر زاہد پہاڑ کی طرف چل پڑا اور اس کی بخشش کا راز کھل گیا۔

حضرت صلہ بن اشیم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب ان کے بھائی کو دفن کر دیا گیا تو انہوں نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا:۔

فَإِنْ تَنْجُ مِنْهَا تَنْجُ مِنْ ذِي عَظِيْمَةٍ وَ اِلَّا فَاِنِّي لَا اَخَالُکَ نَاجِيًا

''اگر تو اس یعنی قبر کی سختیوں سے نجات پا گیا تو تُو اس مصیبت یعنی دوزخ سے بھی بچ جائے گا ورنہ میں تجھے نجات پانے والا خیال نہیں کرتا''۔

قبروں کے احوال اور ان کے پاس مختلف اسلاف کے اقوال

حضرت ابو القاسم ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ علیک وسلم! سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

مَنْ لَّمْ يَنْسَ الْقَبْرَ وَالْبِلٰى وَتَرَکَ فَضْلَ زِيْنَةِ الدُّنْيَا وَآثَرَ مَا يَبْقٰى

عَلٰی مَا یَفْنٰی وَلَمْ یَعُدَّ غَدًا مِنْ اَیَّامِہٖ وَعَدَّ نَفْسَہٗ مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ

"جو آدمی قبر اور قبر میں بدن کے بوسیدہ ہونے کو نہ بھولے، دنیا کی ہر قسم کی زیب و زینت کو چھوڑ دے، باقی رہنے والی زندگی کو فانی زندگی پر ترجیح دے، آنے والے کل کو اپنی زندگی کے دنوں میں شمار نہ کرے اور اپنے آپ کو اہلِ قبور میں شمار کرے"۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا گیا۔ کیا وجہ ہے کہ آپ ہمیشہ قبرستان کے قریب رہتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان کو بہترین اور سچا پڑوسی پاتا ہوں۔ یہ لوگ اپنی زبانیں بند رکھتے ہیں اور آخرت کی یاد دلاتے رہتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

مَا رَأَیْتُ مَنْظَرًا اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْہُ

"میں نے قبر کے منظر کو ہر منظر سے زیادہ خوفناک دیکھا ہے"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک دن حضور ﷺ کے ساتھ قبرستان کی طرف گئے تو آپ ﷺ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور اس وقت میں سب لوگوں سے زیادہ آپ ﷺ کے قریب تھا۔ آپ رونے لگے۔ آپ کو دیکھ کر میں بھی رونے لگا حتیٰ کی آپ ﷺ کے پاس موجود سب لوگ رونے لگے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے رونے کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ میری والدہ محترمہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی قبرِ انور ہے۔ میں نے اپنے پروردگار سے ان کی زیارت کی اجازت مانگی ہے اور مجھے اجازت عطا فرمائی گئی۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی ہے کہ میں ان کے لیے استغفار کروں تو مجھے یہ اجازت نہیں ملی جس وجہ سے مجھ پر رقت طاری ہو گئی ہے جو اولاد پر طاری ہوتی ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو آپ اس قدر

روتے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی۔ جب اس کے متعلق دریافت کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کے ذکر پر اس قدر نہیں روتے لیکن جب آپ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے ہیں تو خوب روتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:۔

اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَاِنْ نَجَا مِنْهُ صَاحِبُهُ فَمَا بَعْدَهُ اَلْيَسَرُ مِنْهُ وَاِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ اَشَدُّ

”قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر صاحبِ قبر اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد والی منازل اس سے زیادہ آسان ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پاسکا تو اس سے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہیں“

منقول ہے کہ ایک دن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دوران سفر ایک قبرستان دیکھا تو آپ نے اپنے سواری سے اتر کر دو رکعات نوافل ادا کئے۔ پوچھا گیا پہلے تو آپ اس طرح نہیں کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اہلِ قبور اور وہ چیز یاد آئی ہے جو ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل ہے۔ اسلئے میں نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ دو رکعات ادا کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلوں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر انسان کے ساتھ سب سے پہلے یہ بات کرتی ہے کہ میں کیڑوں کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں، پردیس کا گھر ہوں اور اندھیروں کا گھر ہوں۔ میں نے تیرے لئے یہ کچھ تیار کر رکھا ہے تو نے میرے لئے کیا تیار کیا ہے؟

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کیا میں تمہیں اپنے فقر کے دن کے متعلق بتاؤں؟ پھر فرمایا جس دن مجھے میری قبر میں رکھا جائے گا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ اکثر اوقات قبروں کے پاس بیٹھے رہتے تھے جب اس سلسلہ میں آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں ایسے لوگوں کے پاس بیٹھتا ہوں جو مجھے میری آخرت یاد دلاتے ہیں اور جب میں

ان کے پاس سے اٹھ جاتا ہوں تو میری غیبت نہیں کرتے۔

حضرت ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہم رات کے وقت قبرستان جاتے اوران کو مخاطب کر کے فرماتے اے اہلِ قبور! کیا بات ہے کہ میں تم لوگوں کو بلاتا ہوں لیکن تم مجھے جواب نہیں دیتے۔ پھر فرماتے اللہ کی قسم! ان کے اور میرے جواب کے درمیان کوئی رکاوٹ ہے گویا کہ میں بھی ان کی طرح ہی ہوں۔ پھر آپ طلوعِ فجر تک نوافل پڑھنے میں مصروف رہتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک ہم مجلس سے فرمایا اے فلاں !میں آج پوری رات قبر اور اہلِ قبر کے متعلق غور وفکر کرتے ہوئے جاگتا رہا ہوں۔ اگر تم ایک میت کو تین دن کے بعد اس کی قبر میں دیکھ لو تو تم اس کے ساتھ طویل انس ومحبت ہونے کے باوجود اس کے قرب سے وحشت محسوس کرنے لگو اور تم اس کی قبر کو ایسا گھر پاؤ جس میں کیڑے مکوڑے گھوم رہے ہیں، پیپ بہہ رہی ہے اور بدبودار ہونے کے ساتھ ساتھ اس پیپ میں کیڑے چل رہے ہیں اور اس کا کفن بوسیدہ ہو چکا ہے اگرچہ اس سے پہلے اس کی ہیئت وشکل انتہائی حسین، خوشبو عمدہ اور کپڑے صاف تھے۔ راوی فرماتے ہیں پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حضرت یزید بن ابان رقاشی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اے اپنے گڑھے میں مدفون اندھیری قبر میں اپنی تنہائی کے ساتھ تنہا اور زمین کے پیٹ میں اپنے اعمال سے مانوس ہونے والے! کاش مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تو اپنے کن کن اعمال پر خوش ہے اور اپنے کن بھائیوں پر تجھے رشک آیا ہے؟ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ رونے لگتے حتیٰ کہ آپ کا عمامہ مبارک تر ہو جاتا۔ پھر فرماتے اللہ کی قسم! تم اپنے صالحہ اعمال پر خوش رہو اور اللہ کی اطاعت پر تعاون کرنے والے بھائیوں پر رشک کرو۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ جب بھی قبروں کو دیکھتے تھے تو بیل کی طرح آواز نکالتے تھے۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو آدمی قبرستان کے پاس سے گزرے اور

اپنے متعلق غور و فکر نہ کرے اور نہ اہلِ قبور کے لئے دعا کرے تو اس نے اپنے آپ کے ساتھ بھی اور اہلِ قبور کے ساتھ بھی خیانت کی ہے۔

حضرت بکر بن محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے اے ماں! کاش تو میرے حق میں بانجھ ہوتی یعنی مجھے جنم نہ دیتی۔ بے شک تیرے بیٹے کو قبر میں طویل عرصہ تک محبوس رہنا پڑے گا۔ اور اس کے بعد وہاں سے کوچ کرنا ہوگا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے ابنِ آدم! تیرے پروردگار نے تجھے سلامتی کے گھر کی طرف بلایا ہے۔ لہٰذا تو غور کر کہ تو نے اسے کہاں سے جواب دینا ہے۔ اگر تو نے اپنی دنیا سے اس کی دعوت پر لبیک کہا اور اس کی طرف کوچ کرنے میں مشغول رہا تو سلامتی کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اور اگر تو اپنی قبر سے اس کی دعوت پر لبیک کہے گا تو پھر اس سے محروم رہے گا۔

حضرت حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ جب کسی قبرستان کو دیکھتے تو آپ فرماتے تھے تمہارے ظاہر کس قدر حسین ہیں لیکن تمہارے باطن میں مصائب ہی مصائب ہیں۔

حضرت عطا سلمی رحمۃ اللہ علیہ رات چھا جانے کے بعد قبرستان کی طرف نکل جاتے اور فرماتے اے اہلِ قبور! تم مر چکے ہو۔ ہائے موت! تم نے اپنے اعمال دیکھ لئے ہیں ہائے اعمال۔ پھر فرماتے کل عطا بھی قبروں میں ہوگا، کل عطا بھی قبروں میں ہوگا اور صبح تک اسی طرح کہتے رہتے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو آدمی اپنی زندگی میں قبر کا تذکرہ کثرت کے ساتھ کرتا ہے وہ قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ پائے گا اور جو آدمی قبر کے ذکر سے غافل رہتا ہے وہ اسے دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا پائے گا۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی۔ جب آپ اپنے دل میں معمولی سی سختی محسوس کرتے تو آپ اس قبر میں داخل ہو کر لیٹ جاتے اور جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتا لیٹے رہتے۔ پھر فرماتے:۔

رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ

''میرے رب! مجھے (دنیا میں) واپس بھیج دے شاید میں اچھے کام کروں اس دنیا میں دوبارہ جا کر جسے میں ایک بار چھوڑ آیا ہوں'' (المومنون: 100)

آپ یہ آیت مبارکہ بار بار پڑھتے رہتے۔ پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے اے ربیع! تجھے واپس لوٹا دیا گیا اب عمل کر لو۔

حضرت احمد بن حرب نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زمین اس آدمی پر تعجب کرتی ہے جو زمین پر اپنا بستر بچھا کر اسے سونے کے لئے درست کرتا ہے اور اسے مخاطب ہو کر کہتی ہے اے ابنِ آدم! تو طویل عرصہ تک قبر میں بوسیدہ ہونے کو یاد کیوں نہیں کرتا۔ اس وقت میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہوگی۔

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ قبرستان کی طرف گیا۔ جب انہوں نے قبور کی طرف دیکھا تو رونے لگے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے میمون! یہ میرے آباؤ اجداد بنو امیہ کی قبریں ہیں۔ آج ان کی یہ حالت ہے گویا یہ لوگ اہلِ دنیا کی لذتوں اور عیش و عشرت میں ان کے ساتھ کبھی شریک نہیں تھے۔ کیا آپ ان کو نہیں دیکھتے کہ یہ آج پچھڑے ہوئے ہیں، ان پر آفات و مصائب پڑی ہوئی ہیں، ان کے بدن بہت بوسیدہ ہو چکے ہیں اور کیڑوں مکوڑوں نے ان کے بدنوں کو اپنی آرام گاہ بنا لیا ہے۔ پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور فرمایا اللہ کی قسم! میں ان قبروں کی طرف جانے والوں میں سے کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں جانتا جس پر دنیوی مال و متاع کا انعام ہوا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہو۔

حضرت ابو محمد ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک قبرستان میں داخل ہوا اور جب وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو کسی کہنے والے نے بلند آواز کے ساتھ مجھے کہا اے ثابت! قبرستان والوں کی خاموشی تجھے دھوکہ میں مبتلا نہ کرے کیونکہ ان میں کئی

مغموم نفوس موجود ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند حضرت حسن بن امام حسن رضی اللہ عنہما کے جنازہ کو دیکھ کر اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور فرمایا:۔

وَكَانُوا رَجَاءً ثُمَّ اَمْسَوا رَزِيَّةً لَقَدعَظُمَتْ تِلكَ الرَّزَايَا وَجَلَّتْ

"یہ لوگ ہماری امید تھے پھر غم واندوہ ہو گئے ہیں یہ غم واندوہ بہت عظیم اور بڑے ہیں"

منقول ہے کہ انہوں نے اپنے خاوند کی قبر پر خیمہ لگا لیا اور ایک سال تک وہیں بیٹھی رہیں۔ جب ایک سال گزر گیا تو لوگوں نے ان کا خیمہ اکھاڑ دیا اور آپ مدینہ منورہ میں آ گئیں۔ لوگوں نے جنت البقیع کی جانب سے ایک دن یہ آواز سنی۔ کیا انہوں نے جو کچھ کھویا تھا وہ پا لیا ہے؟ اور انہوں نے دوسری طرف سے سنا نہیں بلکہ مایوس ہو کر واپس لوٹ آئے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ تمیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب فرزدق کی بیوی نوار فوت ہوئی تو اس کے جنازہ میں بصرہ کے بڑے بڑے سردار بھی آئے اور ان میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے۔ انہوں نے فرزدق سے پوچھا اے ابوفراس! تو نے اس دن کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ اس نے کہا میں ساٹھ سال سے لا الہ الا اللہ کی گواہی دے رہا ہوں۔

جب فرزدق کی بیوی کو دفن کر دیا گیا تو اس نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا:۔

اَخَافُ وَرَاءَ الْقَبْرِ اِن لَّم تُعَافِنِى اَشَدُّ مِنَ الْقَبْرِ اِلْتِهَابًا وَّاَضيَقَا

"اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا تو میں قبر کے بعد قبر سے بھی زیادہ گرم اور تنگ عذاب سے ڈرتا ہوں"۔

اِذَا جَاءَنِى يَومَ الْقِيَامَةِ قَائِدٌ عَنِيفٌ وَّسَوَّاقٌ يَّسُوقُ الْفَرَزْدَقَا

"جب قیامت کے دن میرے پاس سخت قائد اور ہانکنے والا آئے گا جو فرزدق کو ہانک رہا ہو گا"۔

لَقَدْ خَابَ مِنْ اَولَادِ آدَمَ مَن مَّشٰى اِلَى النَّارِ مَغْلُولَ الْقِلَادَةِ اَزْرَقَا

"اولادِ آدم میں سے جو انسان نیلگوں تنگ طوق پہن کر دوزخ کی طرف چل دیا وہ نا مراد ہو گیا"۔

اہلِ قبور کے متعلق شعراء نے مختلف قسم کے اور اپنے اپنے انداز میں اشعار کہے ہیں:۔

قِفْ بِالْقُبُورِ وَقُلْ عَلٰی سَاحَاتِهَا مَنْ مِنْكُمُ الْمَغْمُورُ فِی ظُلُمَاتِهَا

"قبروں کے پاس رک جاؤ اوران کے سرہانے کھڑے ہو کر ان سے پوچھو تم میں سے کون قبر کی تاریکیوں میں غرق ہے"۔

وَمَنِ الْمُكَرَّمُ مِنكُمْ فِی قَعْرِهَا قَدْذَاقَ بَرْدَالْاَمْنِ مِنْ رَّوْ عَاتِهَا

"اور تم میں کون قبر کی گہرائیوں میں مکرم ہے جس نے قبر کی گھبراہٹوں سے امن کی ٹھنڈک چکھی ہے"۔

اَمَّاالسَّكُوْنُ لِذِی الْعُيُونِ فَوَاحِدٌ لَّا يَسْتَبِينُ الْفَضْلُ فِی دَرَجَاتِهَا

"ان سب لوگوں پر ایک جیسی خاموشی طاری ہے اوران کے درجات کی برتری واضح نہیں ہوتی"۔

لَوجَا وَبُوكَ لَاَخْبَرُوكَ بِاَلْسُنٍ تَصِفُ الْحَقَائِقَ بَعْدُ مِنْ حَالَاتِهَا

"اگر وہ تمہیں جواب دے سکتے تو ضرور ایسی زبانوں کے ساتھ تمہیں خبر دیتے جو ان کے حالات کی حقیقت بیان کرتی ہیں"۔

اَمَّاالْمُطِيعُ فَنَازِلٌ فِی رَوضَةٍ يُفْضِی اِلٰی مَاشَاءَ مِنْ دَوحَاتِهَا

"وہ تمہیں بتاتے کہ مطیع وفرمانبردار جنت کے باغات میں اترا ہے اوران باغات کے درختوں میں جہاں چاہتا ہے چہل قدمی کرتا ہے"۔

وَالْمُجْرِمُ الطَّاغِی بِهَا مُتَقَلِّبٌ فِی حُفْرَةٍ يَأْوِی اِلٰی حَيَّاتِهَا

"جب کہ سرکش مجرم یہاں پر جہنم کے گڑھے میں لوٹ پوٹ ہو رہا ہے اوراس نے جہنم کے سانپوں کے پاس ٹھکانا پایا ہے"۔

وَعَقَارِبُ تَسْعٰی اِلَيْهِ فَرُوحُهُ فِی شِدَّةِ التَّعْذِيبِ مِنْ لَدَغَاتِهَا

"اور بچھو اس کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں جن کے ڈسنے کی وجہ سے اس کی روح سخت عذاب میں ہے"۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی:۔

عَدِمْتَ الْحَیَاۃَ وَلَا نِلْتَهَا اِذَا کُنْتَ فِی الْقَبْرِ قَدْ اَلْحَدُوکَا

"تیری زندگی ختم ہو گئی ہے اور جب لوگوں نے تجھے قبر میں دفن کر دیا ہے تو تو اسے دوبارہ نہیں پا سکے گا"۔

فَکَیْفَ اَذُوقُ لِطَعْمِ الْکَرٰی وَاَنْتَ بِیُمْنَاکَ قَدْ وَسَّدُوکَا

"جب لوگوں نے تجھے تیرے دائیں پہلو پر لٹا دیا ہے تو میں نیند کا ذائقہ کیسے چکھ سکتی ہوں"۔

پھر اس عورت نے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا اے بیٹا! کیڑوں نے تیرے کس رخسار سے کھانا شروع کیا ہے؟ یہ سن کر حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جگہ پر ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں ایک مقبرہ کے پاس سے گزرا تو میں نے وہاں یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیئے:۔

اَتَیْتُ الْقُبُوْرَ فَنَادَیْتُهَا فَاَیْنَ الْمُعَظَّمُ وَالْمُحْتَقَرُ

"میں نے قبروں کے پاس آ کر ان کو ندا دی کہ تم میں سے عظمت والے اور حقیر کہاں ہیں"۔

وَاَیْنَ الْمُدِلُّ بِسُلْطَانِهٖ وَاَیْنَ الْمُزَکِّی اِذَا مَا افْتَخَرَ

"اور اپنی بادشاہی پر ناز کرنے والے کہاں ہیں اور فخر سے اپنی پاکیزگی بیان کرنے والے کہاں ہیں"۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے انکے درمیان سے آواز دی گئی جو

میں سن رہا تھا لیکن مجھے منادی کا وجود نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا:

تَفَانُوا جَمِيعًا فَمَا مُخْبِرٌ وَّمَاتُو جَمِيعًا وَّمَاتَ الْخَبَرُ

''سب فنا ہو گئے ہیں کوئی خبر دینے والا نہیں رہا وہ سب خود بھی اور ان کی خبر بھی مر چکی ہے''۔

تَرُوحُ وَتَغْدُو بَنَاتُ الثَّرٰى فَتَمْحُو مَحَاسِنَ تِلْكَ الصُّوَرِ

''صبح و شام زمین کے کیڑے مکوڑے آتے ہیں اور ان صورتوں کے محاسن مٹا دیتے ہیں''۔

فَيَاسَائِلِي عَنْ أُنَاسٍ مَّضَوا اَمَالَكَ فِيمَا تَرٰى مُعْتَبَرُ

''اے مجھ سے گزشتہ لوگوں کے متعلق سوال کرنے والے! کیا تو جو کچھ دیکھ رہا ہے اس میں تیرے لئے سامانِ عبرت نہیں ہے''۔

قبروں پر لکھے ہوئے ملنے والے اشعار

ایک قبر پر لکھا ہوا پایا گیا۔

تُنَاجِيكَ اَجْدَاثٌ وَّهُنَّ صَمُوتٌ وَّ سُكَّانُهَا تَحْتَ التُّرَابِ خُفُوتٌ

''یہ خاموش قبریں تیرے ساتھ سرگوشی کرتی ہیں اور ان کے باسی مٹی کے نیچے پوشیدہ ہیں''۔

اَيَا جَامِعَ الدُّنْيَا لِغَيْرِ بَلَاغِهٖ لِمَنْ تَجْمَعُ الدُّنْيَا وَاَنْتَ تَمُوتُ

''اے دنیا کو بیکار جمع کرنے والے! جب تو نے مر جانا ہے تو پھر دنیا کس کے لئے جمع کرتا ہے''۔

ایک دوسری قبر پر لکھا ہوا پایا گیا۔

اَيَا غَانِمٌ اَمَا ذَرَاكَ فَوَاسِعٌ وَّقَبْرُكَ مَعْمُورُ الْجَوَانِبِ مُحْكَمٌ

''اے صاحبِ مال! کیا تیرے گھر کا صحن وسیع اور تیری قبر کی اطراف آباد اور پختہ نہیں ہیں''۔

وَمَا تَنْفَعُ الْمَقْبُوْرَ عِمْرَانُ قَبْرِهٖ اِذَاكَانَ فِيْهِ جِسْمُهٗ يَتَهَدَّمُ

"اور جب صاحب قبر کا بدن قبر میں دھیرے دھیرے گل سڑ رہا ہو تو پختہ قبر اسے کوئی فائدہ نہیں دے گی"۔

حضرت ابن سماک محمد بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک قبرستان کے پاس سے گزرا تو وہاں ایک قبر پر لکھا ہوا تھا:۔

يَمُرُّ اَقَارِبِيْ جَنْبَاتِ قَبْرِيْ كَاَنَّ اَقَارِبِيْ لَمْ يَعْرِفُوْنِيْ

"میرے رشتہ دار میری قبر کے پاس سے اس طرح گزرتے ہیں گویا وہ مجھے پہچانتے ہی نہیں ہیں"۔

ذَوُو الْمِيْرَاثِ يَقْتَسِمُوْنَ مَالِيْ وَمَا يَالُوْنَ اَنْ جَحِدُوْا دُيُوْنِيْ

"میرے وارث میرا مال تقسیم کرتے ہیں لیکن میرے قرضوں سے انکار میں دیر نہیں لگاتے"۔

وَقَدْ اَخَذُوْاسِهَا مَهُمْ وَعَاشُوْ فَبِاللّٰهِ اَسْرَعُ مَا نَسُوْنِيْ

"وہ اپنے اپنے حصے لیکر عیش کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! انہوں نے کتنی جلدی مجھے بھلا دیا ہے"۔

ایک اور قبر پر لکھا ہوا پایا گیا:۔

اِنَّ الْحَبِيْبَ مِنَ الْاَحْبَابِ مُخْتَلَسٌ لَّايَمْنَعُ الْمَوْتَ بَوَّابٌ وَّلَاحَرَسٌ

"بے شک ایک دوست کو دوستوں سے چھین لیا جاتا ہے۔ کوئی دربان اور پہریدار موت کو نہیں روک سکتا"۔

فَكَيْفَ تَفْرَحُ بِالدُّنْيَا وَلَذَّتِهَا يَامَنْ يُّعَدُّ عَلَيْهَا اللَّفْظُ وَالنَّفَسُ

"اے وہ انسان جس کے الفاظ اور سانس گنے جا چکے ہیں! تو دنیا اور اس کی لذتوں پر کیسے خوش ہوتا ہے؟"۔

اَصْبَحْتَ يَاغَافِلًا فِي النَّقْصِ مُنْغَمِسًا وَّاَنْتَ دَهْرَكَ فِي اللَّذَّاتِ مُنْغَمِسٌ

''اے غافل! تو نقص و کمی میں ڈوبا ہے (یعنی تیرے زندگی کم ہو رہی ہے) جب کہ تیرا ہر لمحہ لذتوں میں غرق ہے''۔

لَا يَرْحَمُ الْمَوْتُ ذَاجَهْلٍ لِغُرَّتِهٖ وَلَا الَّذِي كَانَ مِنْهُ الْعِلْمُ يُقْتَبَسُ

''موت کسی جاہل پر اس کی جہالت کی وجہ سے رحم نہیں کرتی اور نہ اس (عالم) پر رحم کرتی ہے جس سے علم حاصل کیا جا رہا ہو''۔

كَمْ اَخْرَسَ الْمَوْتُ فِي قَبْرٍوَقَفْتُ بِهٖ عَنِ الْجَوَابِ لِسَاناً مَّا بِهٖ خَرَسٌ

''موت نے قبر میں آنے والے کتنے لوگوں کی زبانوں کو جواب دینے سے گونگا کر دیا ہے حالانکہ وہ گونگے نہیں تھے''۔

قَدْ كَانَ قَصْرُكَ مَعْمُوْرًا لَّهٗ شَرَفٌ فَقَبْرُكَ الْيَوْمَ فِي الْاَجْدَاثِ مُنْدَرِسٌ

''تیرا محل بڑی شان و شوکت کے ساتھ آباد تھا جب کہ آج تیری قبر قبروں میں مٹ چکی ہے''۔

ایک اور قبر پر لکھا ہوا پایا گیا:۔

وَقَفْتُ عَلَى الْاَحِبَّةِ حِيْنَ صَفَّتْ قُبُوْرُهُمْ كَاَفْرَاسِ الرِّهَانِ

''میں اپنے دوستوں کے پاس رک گیا جن کی قبریں مضبوط گھوڑوں کی مانند ایک قطار میں تھیں''۔

فَلَمَّا اَبْكَيْتُ وَفَاضَ دَمْعِي رَأَتْ عَيْنَايَ بَيْنَهُمْ مَكَانِي

''جب میں رونے لگا اور میرے آنسو بہہ نکلے تو میری آنکھوں نے ان کے درمیان اپنی جگہ کا مشاہدہ کر لیا''۔

ایک طبیب کی قبر پر لکھا ہوا پایا گیا:۔

قَدْ قُلْتُ لَمَّا قَالَ لِي قَائِلٌ صَارَ لُقْمَانُ اِلٰى رَمْسِهٖ

''جب بتانے والے نے مجھے بتایا کہ لقمان اپنی قبر میں چلا گیا ہے تو میں نے پوچھا''۔

فَاَيْنَ مَنْ يُّوْصَفُ مِنْ طِبِّهٖ وَحَذْقِهٖ فِي الْمَاءِ مَعَ جِسْمِهٖ

"جس کی طب اور مہارت کی تعریف کی جاتی تھی وہ اپنے جسم کے ساتھ کہاں چلا گیا"۔

هَيهَاتَ لَايَدْفَعُ عَنْ غَيرِهٖ مَنْ كَانَ لَايَدْفَعُ عَنْ نَّفسِهٖ

"آگاہ رہو! جو آدمی اپنے آپ سے موت کو دور نہیں کر سکتا وہ دوسرے سے موت کو کیسے دور کرے گا"۔

اور ایک دوسری قبر پر لکھا ہوا پایا گیا:۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ كَانَ لِي اَمَلٌ قَصَرَبِي عَن بُلُوغِهِ الْاَجَلُ

"اے لوگو! میری ایک آرزو تھی جس تک پہنچنے سے موت نے مجھے روک دیا ہے"۔

فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ رَجُلٌ اَمْكَنَهٗ فِي حَيَاتِهِ الْعَمَلُ

"آدمی کو اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جس نے اسے زندگی میں عمل کی توفیق عطا فرمائی ہے"۔

مَا اَنَا وَحْدِي نُقِلْتُ حَيثُ تَرىٰ كُلٌّ الىٰ مِثْلِي سَيَنْتَقِلُ

"میں تنہا یہاں منتقل نہیں ہوا جہاں تم دیکھ رہے ہو بلکہ ہر ایک نے اس جیسی جگہ کی طرف منتقل ہونا ہے"۔

مذکورہ بالا یہ اشعار قبروں پر اسلئے لکھے ہوئے تھے کہ ان قبروں کے باسیوں نے موت سے پہلے عبرت و نصیحت پکڑنے میں کوتاہی کی تھی۔ صاحب بصیرت انسان وہ ہے جو کسی دوسرے کی قبر کو دیکھ کر ان کے درمیان اپنی جگہ کا مشاہدہ کر لے اور ان کے ساتھ ملنے کی تیاری کرنے لگے اور اس بات کو جان لے کہ جب تک یہ ان کے ساتھ نہیں ملے گا اس وقت تک وہ اہل قبور اپنی جگہوں یعنی قبروں سے نہیں اٹھیں گے۔ اور انسان اپنے دل میں یہ بات پختہ کر لے کہ اگر ان لوگوں یعنی اہلِ قبور کو اس کی زندگی کے دنوں میں سے ایک دن بھی مل جائے جسے یہ یونہی ضائع کر رہا ہے تو وہ دن ان کو ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہوگا۔ کیونکہ ان لوگوں کو عمروں کی قدر معلوم ہو چکی ہے اور ان پر حقائق امور منکشف ہو چکے ہیں۔ وہ زندگی کے ایک دن پر اس لئے حسرت و افسوس کر رہے ہین کہ کوتاہی کرنے والا اس ایک دن کے

ذریعے اپنی کوتاہی کا تدارک کرلے اور عذاب سے نجات پا جائے۔ اور جس کو دنیا میں اچھے اعمال کی توفیق ملی تھی وہ اس ایک دن کے ذریعے اپنے رتبہ کو مزید بڑھالے اور اس کے لئے ثواب دوگنا ہو جائے گا۔ کیونکہ عمر گزرنے کے بعد ان کو عمر کی قدر معلوم ہوئی ہے اور وہ زندگی کی ایک ساعت کیلئے ترس رہے ہیں۔ جب کہ تو اس ساعت پر قادر ہے اور ہوسکتا ہے کہ تم اس جیسی بے شمار ساعتوں پر قادر ہونے کے باوجود ان کو ضائع کر رہے ہو۔ چنانچہ تم اپنے نفس کو اس بات کے لئے تیار کرلو کہ جب تم اپنی ساعت سے اپنا حصہ جلدی جلدی حاصل نہیں کرو گے اور معاملہ تمہارے اختیار سے نکل جائے گا تو پھر تمہیں ان ساعتوں کے ضائع کرنے پر افسوس و حسرت کرنا ہوگی۔

ایک صالح بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں اپنے ایک دینی بھائی کو دیکھا اور اس سے کہا اے فلاں! الحمدللہ رب العالمین تو زندہ ہو گیا ہے۔ اس نے کہا اگر مجھے یہ کلمہ یعنی الحمدللہ رب العالمین کہنے کی قدرت مل جائے تو یہ قدرت ملنا مجھے دنیا و مافیہا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو۔ پھر اس نے کہا جب لوگ مجھے دفن کر رہے تھے تو کیا تو نے دیکھا تھا کہ فلاں آدمی نے اٹھ کر دو رکعات پڑھی تھیں۔ اگر مجھے دو رکعتیں پڑھنے کی قدرت مل جاتی تو یہ مجھے دنیا و مافیہا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔

اولاد کی موت کے وقت مختلف مشائخ عظام کے اقوال

جس آدمی کا بیٹا یا کوئی قریبی رشتہ دار مر جائے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی موت سے پہلے اس کی موت آنے کو یوں خیال کرے کہ ہم دونوں ایک سفر کے مسافر ہیں اور اس کا بیٹا اس سے پہلے اس شہر میں پہنچ گیا ہے جو ان دونوں کا ٹھکانہ اور وطن ہے۔ اس طرح اسے اپنے بیٹے اور عزیز کی موت پر زیادہ افسوس نہیں ہوگا۔ کیونکہ اسے اس بات کا علم ہے کہ میں بھی بہت جلد اس کے ساتھ مل جاؤں گا۔ ہم دونوں میں صرف آگے پیچھے جانے کا فرق ہے۔ اور موت بھی اسی طرح ہے کیونکہ اس کا معنی ہے وطن کی طرف جانا یہاں تک کہ پچھلا بھی ساتھ آملتا ہے۔ جب انسان یہ اعتقاد اور ایمان رکھے تو اس کی بے صبری اور غم کم ہو جائے گا۔

خصوصاً اولاد کی موت پر صبر کرنے کے متعلق ایسے ثواب کی خوشخبری وارد ہے جس کی وجہ سے ہر مصیبت زدہ انسان کو تسلی مل جاتی ہے۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

لَاَنْ اُقَدِّمَ سَقْطًا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُخَلِّفَ مِائَۃَ فَارِسٍ کُلُّھُمْ یُقَاتِلُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ

''اگر میں پیٹ سے گرنے والا ناتمام بچہ آگے بھیجوں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک سو سوار چھوڑ کر دنیا سے جاؤں جو سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں''۔

آپ ﷺ نے ناتمام گرنے والے بچے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ادنیٰ سے اعلیٰ پر اشارہ ہو جائے ورنہ انسان کو اسی قدر ثواب ملے گا جس قدر دل میں بچے کی قدر و منزلت ہوگی۔

حضرت زید بن اسلم عدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام کے بچے کا انتقال ہوا تو آپ کو بہت سخت صدمہ و غم ہوا۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے نبی! آپ کے نزدیک اس بچے کی قدر و منزلت کیا تھی؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا سونے سے بھری ہوئی پوری زمین کے برابر۔ عرض کیا گیا آپ کے لیے آخرت میں اسی کے مطابق اجر ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

لَا یَمُوْتُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ثَلَاثَۃٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَیَحْتَسِبُھُم اِلَّا کَانُوْ الَہٗ جُنَّۃً مِّنَ النَّارِ

''جس مسلمان آدمی کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ ان کے ذریعے ثواب کی امید رکھے تو وہ بچے اس کے لیے جہنم سے ڈھال بن جائیں گے''۔

اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ دو ہی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا خواہ دو ہی ہوں۔

والدہ کو چاہیے کہ اپنے بیٹے کی موت پر اس کے لئے خلوصِ دل کے ساتھ دعا کرے

کیونکہ یہ دعا زیادہ پر امید اور قبولیت کے قریب تر ہوتی ہے۔

حضرت محمد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا اے اللہ! میں اس کے لئے تجھ سے امید رکھتا ہوں اور اس کے معاملہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں۔ پس تو میری امید کو پورا فرما اور میرے خوف کو دور فرما۔

حضرت ابوسنان ضرار بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اے اللہ! میں نے اسے اپنے وہ تمام حقوق بخش دئے ہیں جو میرے لئے اس پر لازم تھے جس قدر تیرے حقوق اس پر واجب ہیں اے اللہ! تو اسے معاف فرمادے کیونکہ تو سب سے زیادہ جود و کرم کرنے والا ہے۔

ایک اعرابی نے اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا اے اللہ! اس نے میرے ساتھ نیکی اور احسان کرنے میں جو کوتاہیاں کی ہیں وہ میں نے اسے بخش دی ہیں اور اس نے تیری اطاعت کے معاملہ میں جس قدر کوتاہی کی ہے وہ تو اسے بخش دے۔

منقول ہے کہ جب حضرت ذر بن عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہما کا وصال ہوا تو ان کے والد حضرت عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو قبر میں رکھنے کے بعد فرمایا اے ذر! تیرے متعلق آخرت کے غم نے ہمیں تیری موت پر غم کرنے سے غافل کر دیا ہے۔ کاش! مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تو نے کیا کہا ہے اور تجھے کیا کہا گیا ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ! یہ ذر ہے۔ تو نے جب تک چاہا مجھے اس سے نفع و آسودگی عطا فرمائی ہے۔ اب اگر تو نے اس کی زندگی اور رزق پورا کر دیا ہے تو تو نے اس پر ظلم نہیں کیا۔ اے اللہ! تو نے اپنی اور میری اطاعت اس پر لازم کی تھی۔ اے اللہ! تو نے میری مصیبت میں میرے لئے جس اجر کا وعدہ فرمایا ہے وہ اجر میں نے اسے ہبہ کر دیا ہے اور تو اس کا عذاب مجھے دے دے۔ اس کو عذاب نہ دینا۔ یہ سنکر لوگ رونے لگے۔ پھر قبر سے واپس لوٹتے ہوئے انہوں نے فرمایا اے ذر! تیرے بعد ہماری کوئی حاجت نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی انسان کی حاجت ہے۔ ہم تجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں اگر ہم ٹھہر بھی جائیں تو تجھے کوئی فائدہ

نہیں دے سکیں گے۔

منقول ہے کہ بصرہ میں ایک آدمی نے کسی خوش وخرم عورت کو دیکھ کر کہا کہ میں نے ایسی تروتازگی کبھی نہیں دیکھی اور لگتا ہے کہ یہ تروتازگی غم کے کم ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس عورت نے کہا اے اللہ کے بندے! میں ایک ایسے غم میں مبتلا ہوں جس میں میرا کوئی شریک نہیں۔ اس نے پوچھا وہ کس طرح؟ اس نے کہا میرے خاوند نے عید الاضحیٰ کے دن ایک بکری ذبح کی اور اس کے پاس ہی میرے دو خوبصورت بچے کھیل رہے تھے۔ ان میں سے بڑے بچے نے دوسرے کو کہا کیا میں تجھے بتاؤں کہ ابا جان نے بکری کو کیسے ذبح کیا ہے؟ دوسرے نے کہا ہاں۔ اس نے فوراً اسے پکڑا اور چھری کے ساتھ ذبح کر دیا اور ہمیں اس کا تب پتہ چلا جب وہ خون میں لتھڑا پڑا تھا۔ جب اس کی چیخ وپکار بلند ہوئی تو بڑا لڑکا ہمارے ڈر سے بھاگ کر ایک پہاڑ کی غار میں چھپ گیا جس پر بھیڑیئے نے حملہ کر دیا اور اسے کھالیا۔ اس کا والد اس کی تلاش میں نکلا تو وہ گرمی کی شدت سے پیاسا مر گیا۔ عورت نے کہا زمانے نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا ہے جس طرح تم دیکھ رہے ہو۔

غرضیکہ انسان کو چاہیے کہ اپنی اولاد کی موت کے وقت اس قسم کے مصائب کو یاد رکھے تاکہ ان کے ذریعے پریشانی کی شدت سے تسلی اور کمی ہو جائے۔ کیونکہ ہر مصیبت سے بڑی مصیبت کا پایا جانا ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ ہر حال میں اسے دور فرماتا ہے بلکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

زیارتِ قبور، میت کے لیے دعا اور میت کے متعلقہ امور

نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے اور عبرت پذیری کے لیے قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ جبکہ صالحین کی قبروں کی زیارت عبرت پذیری کے ساتھ ساتھ حصول تبرک کی خاطر بھی مستحب ہے۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبور کی زیارت سے منع فرمایا اور پھر اس کی اجازت دے دی۔

جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ غَيْرَ اَنْ لَّاتَقُوْلُوْا هُجْرًا

"میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا لیکن اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ لیکن وہاں پر کوئی غیر مناسب بات نہ کرو"۔

مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہزار شاہسواروں کے ہمراہ اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن سے زیادہ روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

اُذِنَ لِيْ فِي الزِّيَارَةِ دُوْنَ الْاِسْتِغْفَارِ

"مجھے والدہ محترمہ کی قبر مبارک کی زیارت کی اجازت دی گئی ہے لیکن ان کے لئے استغفار کرنے کی اجازت نہیں ملی"۔

جیسا کہ ہم قبل ازیں یہ حدیث پاک بیان کر چکے ہیں۔

حضرت ابنِ ابی ملیکہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قبرستان کی طرف سے واپس تشریف لائیں تو میں نے عرض کیا اے ام المومنین! آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر سے ہو کر آ رہی ہوں۔ میں نے عرض کیا اے ام المومنین! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا؟ انہوں نے فرمایا ہاں منع فرمایا تھا لیکن پھر اس کا حکم فرما دیا تھا۔

لیکن اس حدیث پاک سے استدلال کرتے ہوئے عورتوں کو قبرستان جانے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ کیونکہ عورتیں قبروں کے سرہانے اکثر فحش اور غیر مناسب گفتگو کرتی ہیں اور قبروں کی زیارت سے حاصل ہونے والی بھلائی کے مقابلہ میں ان کی گفتگو کا شر بڑھ جاتا ہے۔ نیز وہ راستہ میں چلتے ہوئے بے پردگی اور اظہارِ زینت سے خالی نہیں

رہتیں اور یہ گناہ کبیرہ ہیں۔ جب کہ قبروں کی زیارت کرنا سنت ہے۔ لہٰذا سنت کی خاطر اتنا بڑا گناہ کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے؟ البتہ اس قسم کے لباس میں عورتوں کے باہر نکلنے اور قبرستان کی طرف جانے میں کوئی حرج نہیں جو لوگوں کی نگاہوں کو ان سے روک کر رکھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ وہ صرف اہلِ قبور کے لیے دعا کرنے پر اکتفا کریں اور قبر کے سرہانے بالکل گفتگو نہ کریں۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا قبروں کی زیارت کیا کرو۔ ان کے ذریعے تمہیں آخرت کی یاد آتی رہے گی۔ اور اپنے مردوں کو غسل دیا کرو کیونکہ روح سے خالی جسم کی دیکھ بھال کرنا ایک بلیغ نصیحت ہے۔ اور نماز جنازہ پڑھا کرو کیونکہ ہو سکتا ہے ان کی وجہ سے تمہارے دل میں غم پیدا ہو جائے اور غمگین انسان اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوتا ہے۔

حضرت ابنِ ابی ملیکہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:۔

زُوْرُوْا مَوْتَاکُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَیْهِمْ فَاِنَّ لَکُمْ فِیْهِمْ عِبْرَةً

"اپنے مرنے والوں کی زیارت کیا کرو اور ان کو السلام علیکم کہا کرو کیونکہ اس میں تمہارے لئے سامانِ عبرت ہے"۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جس آدمی کی قبر کے پاس سے بھی گزرتے تھے اس پر کھڑے ہو کر السلام علیکم کہتے تھے۔

حضرت جعفر بن محمد بن زین العابدین رضی اللہ عنہم اپنے والد گرامی حضرت محمد بن زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی دادی جان یعنی حضرت فاطمہ سیدہ بنت محمد رضی اللہ عنہا مختلف ایام میں اپنے والد گرامی کے یعنی حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں اور وہاں نوافل پڑھتی تھیں اور قبر کے پاس بیٹھ کر روتی رہتی تھیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَیْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِیْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَلَهٗ وَكُتِبَ بِرًّا

"جو آدمی ہر جمعہ المبارک کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اس کو بخش دیا جاتا ہے اور اس کا نام نیک لوگوں کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے"۔

حضرت ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاهُ وَهُوَ عَاقٌ لَّهُمَا فَیَدْعُو اللّٰهَ لَهُمَا مِنْ بَعْدِهِمَا فَیَكْتُبُهُ اللّٰهُ مِنَ الْبَارِّیْنَ

"بے شک ایک آدمی کے والدین اس حال میں مر جاتے ہیں کہ وہ ان کا نافرمان ہوتا ہے۔ لیکن وہ ان کے مرنے کے بعد ان دونوں کے لئے دعا کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کے سبب اسے نیک لوگوں میں لکھ دیتا ہے"۔

ایک حدیث پاک میں ہے۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ

"جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی"۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

مَنْ زَارَ نِیْ بِالْمَدِیْنَةِ مُحْتَسِبًا كُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا وَّ شَهِیْدًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ

"جس آدمی نے اجر و ثواب اور رضائے الٰہی کی امید میں مدینہ منورہ میں میری زیارت کی تو میں قیامت کے دن اس کا شافع اور گواہ ہوں گا"۔

حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر فجر کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی آسمانوں سے ستر ہزار ملائکہ نازل ہوتے ہیں جو حضور ﷺ کی قبر انور کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پروں کو ہلاتے رہتے ہیں اور حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود پاک پڑھتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب شام ہو جاتی ہے تو وہ فرشتے آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں اور ان کی جگہ

مزید ستر ہزار فرشتے نازل ہوجاتے ہیں جو ان کی طرح درود پاک پڑھتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب زمین شق ہوگی تو حضور ﷺ ستر ہزار ملائکہ کے ہمراہ قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے اور وہ فرشتے آپ کے ساتھ ساتھ آپ کی تعظیم بجالا رہے ہوں گے۔

زیارتِ قبور کے سلسلہ میں مستحب امور

زیارتِ قبور کے سلسلہ میں ایک مستحب امر یہ ہے کہ انسان قبلہ کی طرف پیٹھ اور میت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور قبر والے کو اے فلاں السلام علیکم کہے۔ قبر پر ہاتھ نہ ملے نہ اسے چھوئے اور نہ ہی اسے منہ کے ساتھ بوسہ دے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک سو بار یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ حضور ﷺ کی قبرِ انور پر حاضری دیتے ہوئے دیکھا ہے آپ رضی اللہ عنہ عرض کرتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِی، اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِی بَکْرٍ، اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِی اور پھر آپ رضی اللہ عنہ واپس ہو جاتے تھے۔

حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی قبر انور پر کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ اوپر اُٹھائے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نماز شروع کر رہے ہیں۔ آپ نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا اور پھر واپس ہو گئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

مَا مِنْ رَّجُلٍ یَزُوْرُ قَبْرَ اَخِیْهِ وَ یَجْلِسُ عِنْدَهٗ اِلَّا اِسْتَاْنَسَ بِهٖ وَرَدَّ عَلَیْهِ حَتّٰی یَقُوْمَ

"جب کوئی آدمی اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس بیٹھے تو وہ صاحبِ قبر اس سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے حتیٰ کہ وہ وہاں سے اٹھ جائے"۔

حضرت سلیمان بن سحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ لوگ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر آپ کو سلام عرض کرتے ہیں کیا آپ ان کے سلام کو سمجھ لیتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں میں ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ایک آدمی کسی ایسے آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ پہچانتا ہو اور اسے سلام کہے تو وہ گزرنے والے آدمی کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچان لیتا ہے۔ اور جب انسان کسی ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو پہچانتا نہیں اور اسے سلام کہے تو وہ صاحبِ قبر صرف اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

حضرت عاصم جحدری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک آدمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے دو سال بعد ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کیا آپ کا وصال نہیں ہو گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے پوچھا اب آپ کہاں ہیں؟ حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہوں۔ میں اور میرے دوستوں کی ایک جماعت ہر جمعۃ المبارک کی رات اور جمعہ کی صبح کو حضرت ابو بکر بن عبد اللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اکٹھے ہوتے ہیں اور تمہاری خبریں وصول کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا تمہارے جسم یا تمہاری روحیں؟ انہوں نے فرمایا نہیں نہیں ہمارے جسم تو بوسیدہ ہو چکے ہیں ہماری روحوں کی ملاقات ہوتی ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر میں نے پوچھا کیا آپ کو علم ہو جاتا ہے کہ ہم تمہاری قبروں کی زیارت کرنے آئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ ہمیں جمعہ کی رات، جمعہ کے پورا دن اور ہفتہ کے دن طلوعِ آفتاب تک تمہارے آنے کا علم ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا باقی دنوں میں معلوم کیوں نہیں ہوتا؟ انہوں نے فرمایا یہ سب علم جمعہ کے دن کی فضیلت اور عظمت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے دن قبروں کی زیارت کیا کرتے تھے۔ ایک بار عرض کیا گیا اگر آپ اس عمل کو پیر کے دن تک مؤخر فرما دیں؟ انہوں نے فرمایا مجھے یہ

بات پہنچی ہے کہ مُردوں کو جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد یعنی جمعرات اور ہفتہ کے دن زیارت کرنے والوں کا علم ہوتا ہے۔

حضرت ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کوئی آدمی ہفتہ کے دن طلوع آفتاب سے پہلے کسی قبر کی زیارت کرے تو میت کو اس کی زیارت کرنے کا علم ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ جمعہ کے دن کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے ہے۔

حضرت بشیر بن منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طاعون کے دنوں میں ایک آدمی اکثر قبرستان میں آتا جاتا اور مرنے والوں کی نماز جنازہ پڑھتا جب شام ہو جاتی تو وہ قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتا اللہ تعالیٰ تمہاری وحشت میں تم پر مہربانی فرمائے، تمہاری اجنبیت پر رحم فرمائے، تمہاری برائیوں کو معاف فرمائے اور تمہاری نیکیوں کو قبول فرمائے۔ ان کلمات کے علاوہ وہ اور کچھ نہ کہتا۔ وہ آدمی کہتا ہے ایک دن شام ہو گئی اور میں گھر والوں کی طرف لوٹ آیا اور مصروفیت کی وجہ سے قبرستان میں نہ جا سکا اور نہ ہی حسب معمول ان لوگوں کے لئے دعا کی۔ جب میں سو گیا تو لوگوں کی ایک کثیر تعداد میرے پاس آ گئی۔ میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور تمہاری کیا حاجت ہے؟ انہوں نے کہا ہم فلاں قبرستان میں مدفون لوگ ہیں۔ میں نے کہا تم میرے پاس کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا آپ نے ہمیں اس کا عادی بنا دیا تھا کہ آپ ہر روز گھر آتے وقت ہمیں ایک ہدیہ دے کر آتے تھے۔ میں نے پوچھا میں کیا ہدیہ دیتا تھا؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے لئے ایک دعا کرتے ہیں وہ ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ میں نے کہا اب میں ہمیشہ دعا کروں گا اور اس کے بعد میں نے وہ دعا نہیں چھوڑی۔

حضرت بشار بن غالب نجرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رابعہ بنت اسماعیل عدویہ رحمۃ اللہ علیہا کے لئے بہت زیادہ دعا کیا کرتا تھا۔ میں نے ایک رات ان کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا اے بشار بن غالب! آپ کے تحائف نور کے تھالوں میں رکھ کر ریشمی رومالوں کے ساتھ ڈھانپ کر ہمارے پاس لائے جاتے تھے۔ میں نے

پوچھا وہ کس طرح؟ انہوں نے فرمایا اس لئے کہ زندہ مومنین جب مرنے والوں کے لئے دعا کرتے ہیں تو ان کی دعا اسی طرح قبول کر کے نور کے تھالوں میں رکھی جاتی ہے اور اس کو ریشمی رومالوں کے ساتھ ڈھانپ کر میت کے پاس لایا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے یہ فلاں آدمی نے آپ کے لئے تحفہ بھیجا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

مَا الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهٖ اِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ اَبِيْهِ اَوْ اَخِيْهِ اَوْ صِدِّيْقٍ لَهُ فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَاِنَّ هَدَايَا الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْوَاتِ الدُّعَاءُ وَالْاِسْتِغْفَارُ

”قبر میں میت کی حالت غرق ہونے والے آدمی کی مانند ہوتی ہے جو مدد کے لئے پکار رہا ہو۔ قبر میں انسان اپنے باپ، بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچنے والی دعاؤں کا منتظر رہتا ہے۔ جونہی کوئی دعا اس تک پہنچتی ہے تو وہ دعا اسے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور زندہ لوگوں کی طرف سے فوت شدہ لوگوں کے لئے تحائف دعا اور استغفار ہیں“۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرا ایک بھائی فوت ہو گیا میں نے اس کو خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ جب تجھے قبر میں رکھا گیا تھا تو اس وقت تیرا کیا حال تھا؟ اس نے کہا میرے پاس آنے والا آگ کا ایک شعلہ لے کر آیا تھا۔ اس وقت اگر دعا کرنے والا میرے لئے دعا نہ کرتا تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ آنے والا اس شعلہ کے ساتھ مجھے مارے گا۔

دفن کے بعد میت کو تلقین کرنا

اسی وجہ سے میت کو دفن کرنے کے بعد اس کو تلقین کرنا اور اس کے لئے دعا کرنا مستحب ہے۔ حضرت سعید بن عبد اللہ اودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی حالتِ نزع میں ان کے پاس موجود تھا۔ انہوں نے فرمایا اے سعید! جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ اسی طرح معاملہ کرنا جس طرح رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا

ہے۔میں نے پوچھا کس طرح؟انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے:۔

”جب تم میں سے کوئی آدمی مرجائے اور تم اس کی قبر پر مٹی برابر کردو تو تم میں سے کوئی ایک آدمی اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے اور میت کو مخاطب کر کے کہے اے فلاں بن فلانہ! کیونکہ وہ تمہاری آواز سنتا ہے لیکن تمہاری باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ پھر دوسری بار کہے اے فلاں بن فلانہ! اور اس بار وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا۔ پھر تیسری بار کہے اے فلاں بن فلانہ! اور اس بار وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے ہماری راہنمائی کرو؟ لیکن تم اس کی آواز نہیں سنتے اور تلقین کرنے والا اسے کہے تو اس گواہی کو یاد کر جو گواہی دیتے ہوئے دنیا سے نکلا ہے۔یعنی اشھد ان لا الہ الااللّٰہ و اشھد ان محمد رسول اللّٰہ۔تو یہ گواہی دے کہ تو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے پر اور قرآن مجید کے امام ہونے پر راضی تھا۔ یہ سن کر منکر و نکیر ایک دوسرے سے پیچھے ہونے لگتے ہیں اور کہتے ہیں آؤ چلیں۔ جب اسے اس کی حجت و دلیل کی تلقین کردی گئی ہے تو ہمیں اس کے پاس بیٹھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے فرشتوں کو خاموش کرادیتا ہے۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر اس آدمی کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو پھر کیا کہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس کی حضرت حوا علیہا السلام کی طرف نسبت کردو یعنی فلاں بن حوا کہہ دو۔

قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنا

قبروں کے پاس قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت علی بن موسیٰ حداد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک جنازہ میں شریک تھا اور حضرت محمد بن قدامہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے ساتھ موجود تھے۔ جب میت کو دفن کردیا گیا تو ایک نابینا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے قبر کے پاس آکر قرآن مجید پڑھنا شروع کردیا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا اے فلاں! قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنا بدعت ہے۔ جب ہم قبرستان سے باہر نکلے

تو حضرت محمد بن قدامہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا آپ حضرت مبشر بن اسماعیل حلبی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ ثقہ راوی ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ نے ان سے کچھ نقل کیا ہے؟ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں! حضرت محمد بن قدامہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے حضرت مبشر بن اسماعیل نے، انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن علاء بن لجاج سے اور انہوں نے اپنے والد سے خبر دی ہے کہ انہوں نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب ان کو دفن کر دیا جائے تو ان کے سر کی طرف سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھی جائیں اور انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اسی طرح وصیت کرتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا واپس جاؤ اور اس آدمی سے کہو قبر کے پاس قرآن مجید پڑھتا رہے۔

حضرت محمد بن احمد مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۂ فاتحہ، سورۃ الفلق، سورۃ الناس، اور سورۂ اخلاص پڑھ کر ان کا ثواب قبرستان والوں کی ارواح کو بخش دو کیونکہ یہ ثواب ان کو پہنچتا ہے۔

حضرت ابو قلابہ عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شام سے بصرہ کی طرف آ رہا تھا اور میں نے ایک خندق میں قیام کیا۔ وہاں پر میں نے وضو کر کے رات کے وقت دو رکعات پڑھیں پھر میں ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا۔ جب میں بیدار ہوا تو صاحب قبر نے مجھ سے شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے پوری رات مجھے اذیت دی ہے۔ پھر اس نے کہا تم لوگ نہیں جانتے اور ہم جانتے ہیں لیکن ہمارے پاس عمل کرنے کی قدرت و طاقت نہیں۔ پھر اس نے کہا آپ نے دو رکعتیں پڑھی ہیں وہ ہمارے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ پھر کہا اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو ہماری طرف سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ دنیا والوں کو میرا سلام کہنا کیونکہ ان کی دعاؤں کے سبب ہم پر پہاڑوں کی مانند نور داخل ہوتا ہے۔

غرضیکہ قبور کی زیارت سے مقصود یہ ہو کہ زیارت کرنے والا ان سے عبرت حاصل کرے اور صاحب قبر اس کی دعا سے نفع حاصل کرے۔ لہٰذا زیارت کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنے لئے اور میت کے لئے دعا کرنے اور صاحب قبر سے عبرت حاصل کرنے میں غفلت نہ کریں عبرت پذیری کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل میں میت کا تصور کرے کہ اس کے بدن کے اجزا کس طرح مٹی میں منتشر ہو چکے ہیں اور اس کے اجزاء کو اکٹھا کر کے کس طرح قبر سے اٹھایا جائے گا۔ اور یہ بھی بہت جلد ان کے ساتھ مل جائے گا۔

جیسا کہ حضرت مطرف بن ابی بکر ہذلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی عبدالقیس میں ایک انتہائی عبادت گزار بوڑھی عورت رہتی تھی۔ جب رات چھا جاتی تو وہ اپنی کمر کس لیتی اور محراب میں کھڑی ہو جاتی۔ اور جب دن آ جاتا تو وہ قبرستان کی طرف نکل جاتی۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ جب اس کو قبرستان میں زیادہ جانے کی وجہ سے جھڑکا گیا تو اس نے جواب دیا کہ جب کسی انسان کا سخت دل بداخلاقی کرنے لگے تو اسے صرف بوسیدہ نشانات ہی نرم کر سکتے ہیں۔ اور میں قبرستان میں آتی ہوں گویا میں دیکھتی ہوں کہ وہ قبروں کے گڑھوں سے باہر نکلے ہیں اور گویا میں ان کے خاک آلود چہروں، متغیر بدنوں اور بھورے رنگ کی پلکوں کو دیکھتی ہوں۔ اور ایسی نظر کا کیا کہنا۔ اگر بندے اپنے دلوں پر ایک نظر ڈالیں تو نفسوں پر ان کی تلخی کس قدر عبرتناک ہوگی۔ اور بدنوں کو کس قدر شدت کے ساتھ تلف اور کمزور کرے گی۔

بلکہ انسان کو چاہیے کہ میت کی صورت کو اس طرح دل میں حاضر کرے جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک فقیر آیا اور آپ کی سخت کوشش اور عبادت کی کثرت کی وجہ سے آپ کی صورت کے متغیر ہونے پر بہت زیادہ حیران ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا اے فلاں! اگر تم مجھے قبر میں جانے کے تین دن بعد دیکھو تو تم اس سے بھی زیادہ تعجب خیز منظر دیکھو گے۔ میری دونوں آنکھوں کے ڈھیلے باہر نکل کر دونوں رخساروں پر لٹک رہے ہوں گے۔ میرے

دونوں ہونٹ دانتوں پر سکڑ چکے ہوں گے۔ میرے منہ سے پیپ نکل رہی ہوگی اور منہ کھلا ہوا ہوگا، پیٹ پھول کر سینے سے آگے نکل چکا ہوگا، پیٹ کے اندر کا سب کچھ پاخانے کے راستے سے نکل رہا ہوگا اور میری ناک کے نتھنوں سے کیڑے اور پیپ نکل رہی ہوگی۔

میت کی تعریف کرنا اور اس کی صرف اچھائیاں ہی ذکر کرنا مستحب ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ وَلَا تَقَعُوْا فِيْهِ

''جب تمہارا کوئی مسلمان ساتھی انتقال کر جائے تو تم اس کے متعلق باتیں کرنا چھوڑ دو اور اس کے عیب بیان نہ کرو''۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَاقَدَّمُوْا

''فوت شدہ لوگوں کو گالی نہ دو کیونکہ وہ اپنے اچھے یا برے عمل تک پہنچ چکے ہیں''۔

اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا:۔

لَا تَذْكُرُوْا مَوْتَاكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّهُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ تَاْثَمُوْا وَاِنْ يَّكُوْنُوْا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَحَسْبُهُمْ مَا هُمْ فِيْهِ

''اپنے فوت شدہ لوگوں کا اچھائی کے ساتھ تذکرہ کرو کیونکہ اگر وہ اہلِ جنت میں سے ہیں تو تم گناہگار ہوگے۔ اور اگر وہ اہلِ دوزخ میں سے ہیں تو ان کے لئے وہی دوزخ کافی ہے''۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا جس کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت زیادہ تعریف بیان کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ پھر لوگ ایک اور جنازہ لے کر وہاں سے گزرے جس کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت زیادہ برائی بیان کی تو حضور ﷺ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب وَجَبَتْ یعنی واجب ہوگئی کے الفاظ کے متعلق دریافت کیا

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

تم لوگوں نے پہلے جنازہ کی تعریف کی ہے جس وجہ سے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی ہے اور دوسرے جنازہ کی برائی بیان کی ہے جس وجہ سے اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی ہے۔ یادرکھو! تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک جب ایک بندہ مرجاتا ہے اور لوگ اس کی ایسی تعریف کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم کے برعکس ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اس بندے کے حق میں اپنے بندوں کی گواہی قبول کر لی ہے اور اپنے بندے کے جس قدر گناہ میرے علم میں ہیں وہ میں نے معاف فرما دیئے ہیں۔

ساتواں باب

موت کی حقیقت اور صور پھونکے جانے تک میت کو پیش آنے والے احوال

جان لو!

موت کی حقیقت کے سلسلہ میں لوگوں کے جھوٹے گمان اور آراء ہیں جن میں انہوں نے خطا کی ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ موت محض عدم کا نام ہے۔ اس کے بعد کوئی حشر یعنی اکٹھا ہونا اور نشر یعنی زندہ ہونا نہیں ہے اور نہ ہی خیر اور شر کا کوئی بدلہ ہوگا۔ انسان کی موت حیوانوں کی موت اور نباتات کے خشک ہونے کی طرح ہی ہے اور یہ آخرت کا انکار کرنے والے ملحدین اور ہر اس آدمی کی رائے ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ انسان موت کے ساتھ معدوم ہو جاتا ہے جب تک انسان اپنی قبر میں رہے گا اسے عذاب کے ساتھ تکالیف یا ثواب کے ساتھ آسودگی نہیں پہنچے گی حتیٰ کہ اسے حشر کے وقت دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ جب کہ کچھ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ انسان کی روح موت کے ساتھ معدوم نہیں ہوتی بلکہ یہ باقی رہتی ہے اور ثواب اور عذاب کا محل ارواح ہیں۔ بدن کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں اور بدنوں کو نہ اٹھایا جائے گا اور نہ ہی میدانِ حشر میں اکٹھا کیا جائے گا۔

لیکن یہ سب خیال اور آراء فاسد اور حق بات سے دور ہیں۔ بلکہ غور و فکر کے تمام طریقے جس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں اور قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ جو کچھ بیان کرتی ہیں وہ یہ ہے کہ موت صرف حال کے متغیر ہونے اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونے کا نام ہے۔ انسان کی روح بدن سے جدا ہونے کے بعد عذاب میں یا انعامات

میں باقی رہتی ہے۔ بدن سے روح کے جدا ہونے کا معنی یہ ہے کہ انسان کا بدن روح کی اطاعت سے نکل کر آزاد ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے روح کا بدن پر تصرف ختم ہو چکا ہے۔ کیونکہ انسانی اعضاء روح کے آلات ہیں جن سے وہ کام لیتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ ہاتھ کے ساتھ پکڑتی ہے، کان کے ساتھ سنتی ہے، آنکھ کے ساتھ دیکھتی ہے اور دل کے ساتھ اشیاء کی حقیقت معلوم کرتی ہے اور یہاں پر دل سے مراد روح ہے اور روح کسی آلہ کے بغیر خود بخود اشیاء کا علم رکھتی ہے۔ اسی لئے بعض اوقات انسان خود بخود مختلف قسم کے حزن، غم اور رنج سے تکلیف پاتا ہے اور مختلف قسم کی فرحت اور سرور سے آسودگی حاصل کرتا ہے اور ان سب کا اعضاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

غرضیکہ ہر وہ صفت جو بنفسہ روح کا وصف ہے وہ روح کے بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی روح کے ساتھ قائم رہتا ہے اور جو صفت اعضاء کے واسطہ سے روح کا وصف ہو وہ بدن کی موت کے ساتھ ختم اور بیکار ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب روح بدن میں لوٹ کر آئے گی تو وہ وصف پھر بحال ہو جائے گا۔ یہ بعید نہیں کہ قبر میں پہنچ کر انسان کی روح بدن میں لوٹ آئے اور یہ بھی بعید نہیں کہ یہ لوٹنا اٹھائے جانے کے دن تک مؤخر کر دیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کے متعلق جو حکم صادر فرما رکھا ہے اسے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

موت کے ذریعے بدن کا معطل و بیکار ہونا اسی طرح ہے جیسے ایک اپاہج آدمی کے مزاج میں فساد کی وجہ سے اس کے اعضاء ناکارہ اور معطل ہو جاتے ہیں اور اعصاب میں شدت پیدا ہونے کی وجہ سے ان میں روح کا نفوذ رک جاتا ہے۔ غرضیکہ عالمہ یعنی جاننے والی، عاقلہ یعنی سمجھنے والی اور مدرکہ یعنی ادراک کرنے والی روح بدن میں باقی ہوتی ہے اور وہ بعض اعضاء سے کام لے رہی ہوتی ہے اور بعض اعضاء اس کی نافرمانی کر رہے ہوتے ہیں۔ جبکہ موت تمام اعضاء کی نافرمانی کا نام ہے۔ تمام اعضاء آلات ہیں اور روح ان کو عمل میں لاتی ہے۔

روح سے میری مراد وہ قوت ہے جو انسان میں علوم، غموں کی تکالیف اور خوشیوں کی لذت کا ادراک کرتی ہے۔ اور جب اعضاء میں روح کا تصرف باطل ہو جائے تو اس وقت بھی روح سے علوم اور ادراکات باطل نہیں ہوتے نہ ہی اس سے خوشیاں اور غم باطل ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کی غموں اور لذتوں کو قبول کرنے کی قوت باطل ہوتی ہے۔ انسان درحقیقت اسی قوت کا نام ہے جو علوم، آلام اور لذتوں کا ادراک کرنے والی ہے اور وہ انسان نہیں مرتا یعنی وہ قوت معدوم نہیں ہوتی۔ اور موت کا معنی ہے روح کا بدن سے تصرف ختم ہو جانا اور بدن کا روح کا آلہ بننے سے خارج ہو جانا۔ جس طرح اپاہج ہونے کا یہ معنی ہے کہ انسان کا ہاتھ استعمال ہونے والا آلہ بننے سے خارج ہو جائے۔ غرضیکہ موت تمام اعضاء کا مطلقاً اپاہج ہونا ہے اور انسان کی حقیقت اس کا نفس اور روح ہے جو نفس اور روح ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

موت کے سبب انسان میں رونما ہونے والے تغیرات

ہاں! موت کے ذریعے روح انسانی میں دو جہت سے تغیر آتا ہے۔

پہلی تبدیلی

موت کے سبب انسان میں پہلا تغیر یہ رونما ہوتا ہے کہ انسان سے اس کی آنکھیں، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء سلب ہو جاتے ہیں، اس سے اس کے اہلِ خانہ، اولاد، رشتے دار اور تمام جاننے والے چھین لئے جاتے ہیں۔ نیز اس سے اس کے ہر قسم کے گھوڑے، جانور، غلام، مکانات، زمینیں اور ساری املاک سلب ہو جاتی ہے۔ اور اس چیز میں کوئی فرق نہیں کہ انسان سے یہ اشیاء سلب کر لی جائیں یا ان اشیاء سے انسان کو سلب کر لیا جائے۔ کیونکہ تکلیف دہ چیز تو فراق ہے اور فراق کبھی اس طرح واقع ہوتا ہے کہ آدمی سے اس کا مال لوٹ لیا جاتا ہے اور کبھی آدمی کو ملک اور مال سے دور دھکیل دیا جاتا ہے اور دونوں صورتوں میں آدمی کے لئے تکلیف ایک جیسی ہوتی ہے۔

جبکہ موت کا معنی انسان کو اپنے اموال سے سلب کر کے ایک دوسرے عالم کی طرف لے جانا ہے۔ جو عالم اس دنیا کے مشابہ نہیں ہے۔ اگر دنیا میں اس کے پاس کوئی ایسی چیز تھی

جس کے ساتھ وہ انس و پیار کرتا تھا، جس سے راحت و سکون پاتا تھا اور جس کی موجودگی کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک معتبر سمجھا جاتا تھا تو موت کے بعد اسے اس پر بہت زیادہ افسوس ہوگا۔ اور اس سے جدائی کے سبب اس کی بدبختی مزید بڑھ جائے گی۔ بلکہ اس کا دل اپنے مال، جاہ و مرتبہ اور زمین میں سے ایک ایک چیز کی طرف متوجہ رہے گا۔ حتیٰ کہ اس کے دل میں اپنی اس قمیض کا بھی خیال آئے گا جسے پہن کر وہ خوش ہوتا تھا۔ اگر انسان کو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خوشی ہوتی ہے اور اسی سے وہ انس حاصل کرتا ہے تو جب اس کے اور محبوب کے درمیان خلوت ہوگئی اور تمام شواغل اور موانع منقطع ہو جائیں گے تو اس وقت اس کی نعمت بہت زیادہ عظیم اور سعادت تام ہو جائے گی۔ کیونکہ دنیا کے یہ تمام اسباب انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کرنے والے ہیں۔ یہ حالتِ موت اور حالتِ زندگی کے مابین اختلاف کی ایک وجہ ہے۔

دوسری تبدیلی

موت کے سبب انسان میں دوسرا تغیر یہ رونما ہوتا ہے کہ موت کے ذریعے انسان پر وہ کچھ منکشف ہو جاتا ہے جو زندگی میں اس پر منکشف نہیں تھا۔ جس طرح جاگنے والے انسان پر وہ کچھ منکشف ہو جاتا ہے جو نیند کی حالت میں منکشف نہیں ہوتا۔ سب لوگ سوئے ہیں جب مریں گے تو جاگ جائیں گے موت کے ذریعے انسان پر جو چیز منکشف ہوتی ہے وہ اسے نفع اور ضرر پہنچانے والی اس کی نیکیاں اور گناہ ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس کے دل کے پردوں میں لپٹی ہوئی کتاب میں لکھا ہوتا ہے۔ جن پر مطلع ہونے سے دنیا کے شواغل اسے روکے ہوئے تھے لیکن جب دنیوی مشاغل منقطع ہو گئے تو اس کے تمام اعمال اس پر منکشف ہو گئے۔ پھر وہ جس گناہ کو بھی دیکھتا ہے اسے اس پر اس قدر افسوس ہوتا ہے کہ اس افسوس اور حسرت سے چھٹکارا پانے کے لئے آگ میں گھسنے کو بھی ترجیح دینے لگتا ہے اور اس وقت اسے کہا جاتا ہے:۔

كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ (الاسراء)

''تم خود ہی کافی ہو آج اپنی باز پرس کرنے کے لئے''

یہ سب کچھ روح کے بدن سے جدا ہونے کے ساتھ ہی دفن ہونے سے پہلے پہلے انسان پر منکشف ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں دنیا کی جدائی کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ یعنی جس دنیا سے صرف زادِ راہ اور بقدر ضرورت لینے کی بجائے اسی پر مطمئن ہو گیا تھا اس سے جدائی کی آگ بھڑک اٹھتی ہے کیونکہ جو آدمی صرف منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے زادِ راہ لیتا ہے جب وہ مقصد تک پہنچ جائے تو اسے باقی ماندہ زادِ راہ سے جدا ہونے پر خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی منزل اور مراد فی نفسہ زادِ راہ نہیں تھی۔ یہ اس آدمی کا حال ہے جو دنیا سے صرف بقدر ضرورت لیتا ہے اور اس بات کی خواہش رکھتا ہے کہ اس کی ضرورت ہی ختم ہو جائے تاکہ وہ دنیا سے مستغنی ہو جائے کیونکہ اب اسے اپنی خواہش و چاہت مل گئی ہے اور وہ زادِ راہ سے مستغنی ہو چکا ہے۔ غرضیکہ عذاب اور تکالیف کی یہ عظیم اور بڑی اقسام دفن ہونے سے پہلے ہی انسان پر ہجوم کر آتی ہیں۔

پھر دفن کے وقت ایک اور قسم کے عذاب کا سامنا کرنے کے لئے انسان کی روح کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے البتہ بعض اوقات وہ عذاب معاف بھی ہو جاتا ہے۔ دنیا سے اطمینان پا کر اس سے آسودگی و آرام حاصل کرنے والے کا حال اس آدمی کی طرح ہوتا ہے جو کسی بادشاہ کی عدم موجودگی میں اس بات پر بھروسہ کرتے ہوئے بادشاہ کے محل، حکومت اور اس کی حریم یعنی اہلِ خانہ سے لطف اندوز ہوتا رہے کہ بادشاہ اس کے معاملہ میں چشم پوشی سے کام لیتا ہے یا اسے اس بات کا سہارا ہے کہ بادشاہ کو اس کے قبیح افعال کا علم نہیں ہے۔ لیکن بادشاہ اسے اچانک پکڑ لیتا ہے اور اس کے سامنے ایک رجسٹر رکھ دیتا ہے جس میں اس کی تمام فواحشات اور جرائم کا ذرہ ذرہ اور اس کا ہر قدم درج ہے۔ مزید برآں وہ بادشاہ بہت زیادہ غالب، صاحب تسلط، اپنی حرم کے سلسلہ میں غیور، اپنی سلطنت میں جرائم کرنے والوں سے بدلہ لینے والا اور نافرمان لوگوں کے سلسلہ میں کسی سفارشی کی پرواہ نہ کرنے والا ہے۔

اب تم اس گرفتار ہونے والے آدمی کے متعلق غور و فکر کرو! اس پر بادشاہ کا عذاب نازل

ہونے سے پہلے خوف، خجالت، حیا، افسوس اور ندامت کی وجہ سے اس مجرم کی کیا حالت ہو گی؟ غرضیکہ ایک فاسق و فاجر انسان کی عذابِ قبر کے نزول سے پہلے یہی حالت ہوتی ہے جو دنیا سے دھوکہ کھانے والا اور اس سے اطمینان حاصل کرنے والا ہے۔ بلکہ موت کے وقت ہی اس کی حالت اس طرح ہو جاتی ہے۔ ہم ایسی حالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ کیونکہ رسوائی، فضیحت اور پردہ دری ہر اس عذاب سے بڑا عذاب ہے جو مار پیٹ اور زخم و ہتھیار وغیرہ کے ذریعے بدن پر آتا ہے۔

تو یہ موت کے وقت میت کے حال کے طرف ایک اشارہ ہے جس کا اربابِ بصیرت باطنی مشاہدہ کے ساتھ نظارہ کرتے ہیں۔ جو باطنی مشاہدہ عینی مشاہدہ سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور اس پر قرآن و سنت کے شواہد بھی دلالت کرتے ہیں۔

ہاں! موت کی اصل حقیقت سے پردہ اُٹھانا ممکن نہیں۔ کیونکہ جو آدمی زندگی کی پہچان نہ رکھتا ہو اسے موت کی پہچان نہیں ہو سکتی اور زندگی کی پہچان اسی وقت ہو سکتی ہے جب انسان کو فی نفسہ روح کی حقیقت کی پہچان ہو اور اس کی ذات کی ماہیت کا ادراک حاصل ہو۔ جب کہ رسولِ خدا ﷺ کو روح کی حقیقت کے متعلق گفتگو کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ آپ ﷺ کو صرف یہی کہنے کی اجازت تھی:۔

الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ (الاسراء:85)

"روح میرے رب کے حکم سے ہے"۔

لہٰذا علماءِ دین میں سے بھی کسی عالم کو روح کے راز کو منکشف کرنے کی اجازت نہیں اگرچہ وہ اس پر مطلع بھی ہو۔ البتہ اس سلسلہ میں روح کی موت کے بعد کی حالت کو بیان کرنے کی اجازت ہے۔ اس بات پر قرآنی آیات اور ان کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ احادیث بھی دلالت کرتی ہیں کہ موت روح اور روح کی قوتِ ادراک کے معدوم ہونے کا نام نہیں۔

آیاتِ قرآنی

شہداء کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِیْنَ (آل عمران)

"اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیئے جاتے ہیں شاد ہیں"

احادیث مبارکہ

مروی ہے کہ جب غزوۂ بدر کے دن قریشِ مکہ کے بڑے بڑے سردار قتل ہو گئے تو حضور ﷺ نے ان مقتول کافروں کو ندا دیتے ہوئے فرمایا اے فلاں! اے فلاں! اے فلاں! میرے رب نے مجھ سے مدد کا جو وعدہ فرمایا تھا میں نے اسے سچ پایا ہے۔ کیا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا تم نے بھی اسے سچ پایا ہے؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ان مردوں کو خطاب فرما رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِہٖ اِنَّھُمْ لَاَسْمَعُ لِھٰذَا الْکَلَامِ مِنْکُمْ اِلَّا اَنَّھُمْ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلَی الْجَوَابِ

"اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ لوگ اس کلام کو تم زندہ لوگوں سے زیادہ سننے والے ہیں لیکن ان میں جواب دینے کی قدرت نہیں ہے"۔

یہ حدیثِ پاک اس بات پر ایک نص قطعی ہے کہ ایک بدبخت آدمی کی روح اور روح کا ادراک و معرفت بھی باقی رہتی ہے اور مذکورہ بالا آیت کریمہ شہداء عظام کی ارواح کے باقی رہنے کے متعلق نص ہے اور میت کی یہی دو حالتیں یعنی سعادت یا شقاوت ہوتی ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اَلْقَبْرُ اِمَّا حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ اَوْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ

"قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔

یہ حدیث پاک اس بات پر صریح نص ہے کہ موت کا معنی صرف حال کا متغیر ہونا ہے اور میت کا بد بخت ہونا یا نیک بخت ہونا کسی تاخیر کے بغیر مرنے والے پر موت کے وقت فوراً ظاہر ہو جاتا ہے۔ البتہ عذاب اور ثواب کی بعض انواع مؤخر ہو جاتی ہیں لیکن اصل عذاب موت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْمَوْتُ الْقِيَامَةُ فَمَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ

"موت قیامت ہے چنانچہ جو آدمی مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی ہے"

اور حضور ﷺ نے فرمایا:

اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ غُدْوَةً وَّ عَشِيَّةً اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنَ النَّارِ وَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى تُبْعَثَ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

"جب تم میں سے کوئی آدمی مر جاتا ہے تو اس پر صبح و شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت میں سے ہو تو جنتی ٹھکانا اور اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہو تو دوزخی ٹھکانا اور اسے بتایا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن تجھے اسی ٹھکانا کی طرف اٹھایا جائے گا"۔

اس وقت عذاب اور نعمتوں کے ٹھکانوں کا مشاہدہ کرنے میں جو غم اور خوشی ہوگی وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔

حضرت ابو قیس رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک جنازہ میں شریک ہوئے۔ انہوں نے اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا اس آدمی کی قیامت قائم ہو چکی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی انسان یہ نہ جان لے کہ وہ اہل جنت میں سے ہے یا اہل دوزخ میں سے ہے، اس وقت تک اس کے لئے دنیا سے کوچ کرنا

حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَن مَّاتَ غَرِيبًا مَّاتَ شَهِيدًا وَّوُقِيَ فَتَّانَاتِ الْقَبْرِ وَغُذِيَ وَ رِيحَ عَلَيْهِ بِرِزْقِهِ مِنَ الْجَنَّةِ

"جو آدمی غریب الوطنی یعنی پردیس میں مرجائے وہ شہید شمار ہوتا ہے اور وہ قبر کے فتنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور صبح و شام اسے جنت سے رزق دیا جاتا ہے"۔

حضرت مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے اس قدر کسی آدمی پر رشک نہیں آیا جس قدر قبر میں رکھے جانے والے اس مومن پر آتا ہے جسے دنیا کی مشقت سے راحت مل گئی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہو گیا ہے۔

حضرت یعلی بن ولید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ چلتا جا رہا تھا اور میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ جس سے محبت فرماتے ہیں اس کے لئے آپ کیا پسند فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا موت۔ میں نے عرض کیا اگر اسے موت نہ آئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میں اس کے مال اور اولاد کے کم ہونے کو پسند کرتا ہوں اور میں اس کے لئے یہ بات اس لئے پسند کرتا ہوں کہ موت کو صرف مومن پسند کرتا ہے اور موت مومن کے لئے قید خانہ سے رہائی ہے۔ اور میں اس کے مال اور اولاد کی کمی اس لئے پسند کرتا ہوں کہ مال ایک فتنہ ہے اور دنیا کے ساتھ انس و محبت کرنے کا سبب ہے اور جس چیز سے جدائی ہونا لازم ہو اس کے ساتھ انس و محبت کرنا انتہائی درجہ کی شقاوت ہے۔ جب کہ موت کے وقت اللہ تعالیٰ اس کے ذکر اور اس کے ساتھ انس کے علاوہ ہر چیز سے جدائی لازم ہے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مومن کی روح یا آپ نے فرمایا جب مومن کی جان نکلتی ہے تو اس وقت مومن کی مثال اس آدمی کی ہوتی ہے جو قید خانہ میں رات گزارے اور پھر اسے وہاں سے نکال دیا جائے تو وہ اچھلتا کودتا اور قلابازیاں لیتا ہے۔

یہ سب کچھ جو مذکورہ سطور میں بیان ہوا ہے یہ اس آدمی کا حال ہے جو دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے والا اور اس سے زچ ہونے والا ہو اور اسے صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ انس و محبت ہو اور دنیا کے مشاغل اسے اپنے محبوب سے روکتے ہوں اور خواہشات کو پورا کرنے سے اسے اذیت پہنچتی ہو۔ کیونکہ موت کے ذریعے انسان کو تمام اذیت ناک چیزوں سے رہائی مل جاتی ہے اور وہ کسی رکاوٹ اور مزاحم کے بغیر اپنے محبوب کے ساتھ خلوت نشین ہو جاتا ہے جس کے ساتھ اسے انس و محبت ہوتی ہے۔

اور یہ رہائی اور چھٹکارا اس لائق ہے کہ یہ سب نعمتوں اور لذتوں کی انتہا اور ان شہداء کی سب سے کامل لذت ہو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے علائق دنیا سے اپنی توجہ ہٹا کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قتل ہونے پر راضی ہوتے ہوئے جہاد کی طرف قدم بڑھایا ہے۔ کیونکہ اگر دنیا کو دیکھا جائے تو انہوں نے اسے بخوشی آخرت کے عوض بیچ دیا ہے اور بیچنے والے کا دل فروخت کردہ چیز کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اور اگر آخرت کو دیکھا جائے تو انہوں نے آخرت کو خرید لیا ہے اور وہ اس کے مشتاق ہیں۔ چنانچہ جب وہ اپنی خرید کردہ چیز کو دیکھیں گے تو ان کو اس پر کس قدر خوشی ہوگی۔ اور جب وہ بیچی ہوئی چیز سے جدا ہوں گے تو ان کی اس چیز کی طرف توجہ کس قدر کم ہوگی = انسان کا دل بعض احوال میں کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے خالی ہوتا ہے لیکن اس حال پر انسان کو موت نہیں آتی۔ حتیٰ کہ دل پھر متغیر ہو جاتا ہے اور میدان جنگ میں لڑنا موت کا سبب ہے۔ گویا کہ قتال اس حالت پر موت کو حاصل کرنے کا سبب ہے۔ اور اسی وجہ سے نعیم یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل بہت عظیم ہے۔ کیونکہ نعیم یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل کا معنی یہ ہے کہ انسان جس چیز کا ارادہ کرے اسے پالے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ (النحل)

"اور ان کے لئے تو وہ ہیں جنہیں وہ پسند کرتے ہیں"۔

یہ آیت کریمہ جنتی لذتوں کی تمام اقسام کی جامع ہے اور انسان کے لئے سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ انسان کو اپنی مراد سے روک دیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ (السباء:54)

''اور رکاوٹ کھڑی کردی جائے گی ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جو وہ دل سے چاہتے ہوں گے''۔

یہ آیت کریمہ اہلِ جہنم کو پہنچنے والی تمام عقوبتوں کی جامع ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جسے شہید ہونے والا انسان بدن سے روح کے نکلتے ہی کسی تاخیر کے بغیر پالیتا ہے۔ یہ معاملہ ارباب قلوب پر نور یقین کے ذریعے بالکل منکشف ہوتا ہے۔ اگر تم اس پر سماعی شہادت چاہتے ہو تو شہداء عظام کے متعلق وارد تمام احادیث اس پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک حدیث اہلِ جنت کی انتہائی نعمتوں کو الگ الگ عبارت سے بیان کرتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے جابر! کیا میں تجھے ایک خوشخبری نہ سناؤں؟ ان کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوہِ احد کے دن شہید ہوئے تھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ہاں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھلائی کی خوشخبری سنائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد گرامی کو زندہ فرما کر اپنے سامنے بٹھایا ہے اور فرمایا ہے اے میرے بندے! تم جو چاہتے ہو مجھ سے مانگ لو میں تمہیں عطا کروں گا۔ تمہارے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے میرے پروردگار! میں نے تیری کما حقہ عبادت نہیں کی، میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے ایک بار پھر دنیا میں بھیج دے اور میں تیرے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کروں اور ایک بار پھر تیری راہ میں قتل ہو جاؤں؟ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا ہے کہ میں نے یہ لکھ دیا ہے کہ تم دنیا کی طرف لوٹ کر نہیں جاؤ گے۔

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک جنتی آدمی روتا ہوا نظر آئے گا اس سے پوچھا جائے گا کہ جب تو جنت میں موجود ہے تو پھر روتا کیوں ہے؟ وہ کہے

گا میں اسلئے رو رہا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف ایک بار قتل ہوا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ واپس لوٹ جاؤں اور کئی بار قتل ہو جاؤں۔

جان لو! مومن پر اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ کا اس قدر وسیع جلال اور عظمت منکشف ہوتی ہے کہ اس جلال وعظمت کے مقابلہ میں اسے یہ دنیا قید خانہ اور تنگ نظر آتی ہے۔ اور مومن کی مثال اس آدمی کی ہے جو کسی تاریک کمرے میں قید ہو۔ اور اس کے لئے ایک ایسے باغ کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے جس کے کنارے بہت وسیع ہوں جہاں تک نگاہ نہ پہنچ پاتی ہو اور اس باغ میں طرح طرح کے درخت، پھول، پھل اور پرندے موجود ہوں تو وہ اس تاریک قید اور تنگ کمرے کی طرف لوٹنے کی کبھی خواہش نہیں کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال بیان فرمائی اور دنیا سے انتقال کر جانے والے ایک آدمی کے متعلق فرمایا:۔

"یہ آدمی دنیا سے کوچ کر گیا ہے اور دنیا کو دنیا والوں کے لئے چھوڑ گیا ہے۔ اگر یہ آدمی اس کوچ کرنے اور دنیا کو چھوڑنے پر راضی ہے تو اسے دنیا کی طرف لوٹنے کی کوئی خواہش نہیں ہوگی جس طرح تم میں سے کسی آدمی کو اپنی ماں کے پیٹ میں لوٹنا اچھا نہیں لگتا"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مبارکہ کے ذریعے آپ کو یہ بتایا ہے کہ دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی وسعت اسی طرح ہے جیسے ماں کے رحم کی تاریکی کے مقابلہ میں دنیا کی وسعت ہے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ فِی الدُّنْیَا کَمَثَلِ الْجَنِیْنِ فِی بَطْنِ اُمِّهٖ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَطْنِهَا بَکٰی عَلٰی مخرجه حَتّٰی اِذَا رَاَی الضَّوْءَ وَرُضِعَ لَمْ یُحِبَّ اَنْ یَّرْجِعَ اِلٰی مَکَانِهٖ

"بے شک دنیا میں مومن کی مثال اس طرح ہے جس طرح ایک بچہ اپنی ماں کے

پیٹ میں ہوتا ہے۔ جب وہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے باہر نکلتا ہے تو وہ اپنے نکلنے پر روتا ہے حتیٰ کہ جب وہ روشنی دیکھ لیتا ہے اور پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ اپنے سابقہ مکان کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرتا"۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں آدمی وفات پا گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:۔

مُسْتَرِيحٌ او مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ

"وہ راحت پانے والا ہے یا اس سے دوسروں کو راحت مل گئی ہے"۔

حضور ﷺ نے مستریح (یعنی راحت پانے والا) کے لفظ سے مومن اور مستراح منہ سے فاجر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اہل دنیا کو اس کے فسق و شر سے راحت مل جاتی ہے۔

حضرت ابو عمر صاحب سقیا (یعنی پانی پلانے والے) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزرے اور ہم اس وقت ابھی بچے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک قبر کی طرف غور سے دیکھا تو اس میں کھوپڑی نظر آرہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا اور اس نے اسے مٹی میں چھپا دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان بدنوں کو یہ مٹی کچھ بھی ضرر نہیں پہنچاتی۔ اصل تو روحیں ہیں جن کو قیامت کے دن تک عذاب اور ثواب ہوتا رہے گا۔

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب بھی کوئی انسان مرتا ہے تو اسے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اس کے بعد اس کے اہلِ خانہ میں کیا ہو رہا ہے۔ نیز جب وہ اسے غسل دے رہے ہوتے ہیں اور کفن پہنا رہے ہوتے ہیں تو وہ ان کو دیکھتا رہتا ہے۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ مومنین کی ارواح بالکل آزاد ہوتی ہیں۔ وہ جہاں چاہیں چلی جاتی ہیں۔

حضرت نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ایک قبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے:۔

اَلَا لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا مَثَلُ الذُّبَابِ تَمُوْرُ فِی جَوِّهَا فَاللّٰهَ اَللّٰهَ فِی اِخْوَانِكُمْ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ فَاِنَّ اَعْمَالَكُمْ تُعْرَضُ عَلَیْهِمْ

"یاد رکھو! اس دنیا میں سے صرف مکھی کے برابر باقی رہ گیا ہے جو اپنی فضا میں اضطراب سے اُڑ رہی ہو۔ لہٰذا تم اپنے قبروں والے بھائیوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ تمہارے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

لَا تَفْضَحُوا مَوْتَاكُمْ بِسَیِّئَاتِ اَعْمَالِكُمْ فَاِنَّهَا تُعْرَضُ عَلٰی اَوْلِیَاءِكُمْ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ

"اپنے مردوں کو اپنے برے اعمال کے ذریعے رسوا نہ کرو کیونکہ تمہارے اعمال تمہارے اہلِ قبور دوستوں پر پیش کئے جاتے ہیں"۔

اسی لئے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی:۔

اے اللہ! میں کوئی ایسا عمل کرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کی وجہ سے مجھے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے رسوائی کا سامنا کرنا پڑے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان کے ماموں تھے اور وہ وصال فرما چکے تھے

مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مومنین کی ارواح کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جب مومنین کا وصال ہو جائے تو ان کی ارواح کہاں ہوتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا عرش کے سائے میں سفید پرندوں کی پوٹوں میں ہوتی ہیں اور کافروں کی روحیں ساتویں زمین میں ہوتی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

اِنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ مَنْ يَّغْسِلُهُ وَمَنْ يَحْمِلُهُ وَمَنْ يُّدَلِّيهِ فِي قَبْرِهِ

"بے شک میت کو اس آدمی کی پہچان ہوتی ہے جو اسے غسل دیتا ہے، کاندھوں پر اٹھاتا ہے اور جو اسے قبر میں اتارتے ہیں"۔

حضرت صالح مری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ موت کے وقت ارواح کی ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات ہوتی ہے۔ پہلے مردوں کی روحیں اس روح سے پوچھتی ہیں جو ان کی طرف نکل کر جاتی ہے کہ تیرا ٹھکانہ کیسا تھا۔ کیا تو کسی پاک بدن میں تھی یا کسی خبیث بدن میں؟

حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ قبور اہلِ دنیا کی خبروں کی انتظار کرتے رہتے ہیں۔ جونہی کوئی میت ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس سے پوچھتے ہیں فلاں آدمی کا کیا ہوا ہے؟ اور وہ ان سے پوچھتا ہے کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا۔ یا پوچھتا ہے کیا اسے تمہاری طرف نہیں بھیجا گیا؟ وہ کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (بقرہ) اسے ہمارے راستہ کے علاوہ کسی دوسرے راستہ سے لے جایا گیا ہے۔

حضرت جعفر بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب ایک آدمی مر جائے تو اس کا فوت شدہ بیٹا اس کا اس طرح استقبال کرتا ہے جس طرح باہر سے آنے والے کسی غائب انسان کا استقبال کیا جاتا ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بے شک آدمی کو قبر میں اس کے بیٹے کے صالح ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"جب ایک مومن کی روح قبض کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اہلِ رحمت یعنی جنتی اس روح کا اس طرح استقبال کرتے ہیں جس طرح دنیا میں خوشخبری لانے والے آدمی کا استقبال کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں اپنے بھائی کو تھوڑی سی مہلت دو یعنی پیچھے

پیچھے ہو جاؤ تا کہ یہ آرام کر لے۔ کیونکہ یہ بڑے شدید کرب و دکھ میں مبتلا تھا۔ پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں فلاں آدمی کا کیا ہوا اور فلاں عورت کا کیا بنا؟ کیا فلاں عورت نے شادی کر لی ہے؟ جب وہ اس سے کسی ایسے آدمی کے متعلق سوال کریں جو اس سے پہلے مر چکا ہو اور وہ کہے کہ وہ تو مجھ سے پہلے مر چکا ہے تو وہ کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (بقرہ) اسے اپنے ٹھکانے ہاویہ میں لے جایا گیا ہے"

میت کے ساتھ قبر کی گفتگو

مُردوں کا کلام یا تو ظاہری زبان کے ذریعے ہوتا ہے یا ایسی زبانِ حال کے ساتھ ہوتا ہے جو زندوں کو ظاہری زبان کے ساتھ سمجھانے کے مقابلہ میں مردوں کو سمجھانے کے سلسلہ میں زیادہ فصیح و واضح ہے۔

ایک حدیثِ پاک میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"جب ایک میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اسے مخاطب کر کے کہتی ہے۔ اے ابنِ آدم! تجھ پر افسوس! تجھے میرے بارے میں کس چیز نے دھوکہ میں مبتلا رکھا ہے؟۔ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ میں آزمائش کا گھر ہوں، میں ایک اندھیری کوٹھڑی ہوں، وحشت و تنہائی اور کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں؟ جب تو زندہ تھا اور تو میرے پاس سے تکبر و غرور کے ساتھ گزرتا تھا تو تجھے کون سی چیز میرے بارے میں دھوکہ میں رکھتی تھی؟ اگر وہ کوئی نیک آدمی ہو تو کوئی جواب دینے والا اس کی طرف سے قبر کو جواب دیتے ہوئے کہتا ہے اے قبر! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ یہ آدمی نیکی کا حکم دیتا تھا اور برائی سے منع کرتا تھا۔ یہ جواب سن کر قبر کہتی ہے پھر میں اس کے لئے سبزہ زار میں تبدیل ہو جاتی ہوں۔ اور اس کا بدن نور بن جائے گا اور اس کی روح اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کر جائے گی"۔

فذاذ اس بندے کو کہتے ہیں جو ایک قدم آگے اور دوسرا اسی طرح اس کے پیچھے رکھے اور راوی نے فذاذ کی یہی تفصیل بتائی ہے۔

حضرت عبید بن عمیر لیثی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی آدمی مرتا ہے تو

زمین کا وہ گڑھا جس میں اس نے دفن ہونا ہوا سے ندا دے کر کہتا ہے میں تاریکی، تنہائی اور اکیلے پن کا گھر ہوں۔ اگر تو اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا مطیع رہا ہے تو میں آج تیرے لئے رحمت ہوں اور اگر تو نافرمان رہا ہے تو میں آج تیرے لئے عذاب ہوں۔ میں وہ ہوں کہ جو مجھ میں اطاعت گزار ہو کر داخل ہوگا وہ اس گھر سے خوش خوش نکلے گا۔ اور جو مجھ میں نافرمان ہو کر آیا وہ غمگین و خاسر ہو کر نکلے گا۔

حضرت محمد بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جب ایک بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسے عذاب دیا جاتا ہے یا اس پر بعض ناپسندیدہ امور وارد ہو جاتے ہیں تو اس کے پڑوسی مُردے اسے پکار کر کہتے ہیں اے اپنے بھائیوں اور پڑوسیوں کے بعد دنیا میں رہ جانے والے! کیا تیرے لئے ہماری روانگی میں سامانِ عبرت نہیں تھا، کیا ہمارے پہلے آنے میں تیرے لئے فکر نہیں تھی؟ کیا تو نے ہمارے اعمال کا انقطاع یعنی اعمال کے سلسلہ کا خاتمہ نہیں دیکھا تھا اور تیرے پاس مہلت تھی۔ کیا جو کچھ تیرے بھائیوں سے رہ گیا تھا تو نے اس کا تدارک کر لیا تھا؟ اور زمین کا ٹکڑا اسے ندا دیتے ہوئے کہتا تھا۔ اے دنیا کے ظاہر سے دھوکہ کھانے والے! کیا تو نے اپنے اہلِ خانہ میں سے اس آدمی سے عبرت حاصل نہیں کی تھی جو زمین کے پیٹ میں چھپ گیا تھا اور تجھ سے پہلے دنیا نے اسے دھوکہ میں رکھا تھا؟ حتیٰ کہ اس کی موت اسے قبروں کی طرف ہانک کر لے آئی اور تو نے اسے کاندھوں پر اٹھتے دیکھا اور اس کے پیارے اسے اس منزل تک لے آئے جو منزل اس کے لئے ضروری تھی؟

حضرت ابو عمرو یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جب میت کو اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اعمال اسے گھیر لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان اعمال کو قوتِ گویائی عطا فرماتا ہے اور وہ اعمال کہتے ہیں اے اپنی قبر میں تنہا بندے! تیرے سب دوست اور اہلِ خانہ تجھ سے دور ہو گئے ہیں۔ آج تیرے پاس ہمارے سوا کوئی انیس و غم خوار نہیں ہے۔

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب ایک صالح بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اعمال صالحہ یعنی نماز، روزہ، حج، جہاد اور صدقہ وغیرہ اسے گھیر لیتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب عذاب کے فرشتے اس کے پاؤں کی طرف سے آتے ہیں تو نماز ان سے کہتی ہے اس سے دور رہو۔ تمہارے لئے اس کی طرف کوئی راستہ نہیں۔ اس نے ان پاؤں پر کھڑے ہو کر مجھ میں اللہ تعالیٰ کی خاطر لمبا لمبا قیام کیا تھا۔ پھر فرشتے اس کے سر کی طرف سے آتے ہیں تو روزہ ان کو کہتا ہے تمہارے لئے اس کی طرف کوئی راستہ نہیں۔ اس نے دنیا کے گھر میں اللہ تعالیٰ کی خاطر طویل پیاس برداشت کی تھی۔ لہٰذا تمہارے لئے اس تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ پھر فرشتے بدن کے باقی حصوں کی طرف سے آتے ہیں تو حج اور جہاد ان کو کہتے ہیں اس سے دور رہو۔ اس نے اپنے نفس اور بدن کو مشقت میں ڈال کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج اور جہاد کیا تھا۔ لہٰذا تمہارے لئے اس تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں۔

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر فرشتے ہاتھوں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ ان کو کہتا ہے میرے دوست سے رک جاؤ۔ ان دونوں ہاتھوں سے بے شمار صدقات اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نکل کر اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں پہنچ چکے ہیں۔ تمہارے لئے اس تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ راوی فرماتے ہیں پھر اسے کہا جاتا ہے مبارک ہو۔ تو زندگی میں بھی اچھا رہا اور موت میں بھی اچھا رہا ہے۔ فرماتے ہیں اس کے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور اس کے لئے جنتی بچھونے اور جنتی چادریں بچھا دیتے ہیں اور حدِ نظر تک اس کی قبر کو فراخ کر دیا جاتا ہے۔ اور جنت کی ایک قندیل لا کر اس کی قبر میں رکھ دی جاتی ہے جس سے وہ اس دن تک روشنی پاتا رہے گا جس دن اللہ تعالیٰ اسے قبر سے اٹھائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عبید اللہ عمیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جنازہ میں شرکت کے وقت فرمایا مجھے یہ روایت ملی ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

''بے شک میت کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور وہ اپنے جنازہ کے ساتھ آنے والوں کے قدموں کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔ اس وقت قبر کے علاوہ کوئی چیز اس سے بات نہیں کرتی۔ قبر

اسے کہتی ہے اے ابنِ آدم! تجھ پر افسوس! تجھے مجھ سے، میری تنگی وتاریکی سے، میری بدبو سے، میری ہیبت اور میرے کیڑوں سے ڈرایا گیا تھا۔ ذرا بتاؤ تو سہی تو نے میرے لئے کیا تیار کیا ہے''؟

قبر کا عذاب اور منکر ونکیر کے سوالات

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ہمراہ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ آپ ﷺ سر مبارک جھکا کر اس کی قبر پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے تین بار عرض کیا:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

''اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا بے شک جب ایک مومن آخرت کی طرف روانہ ہونے سے پہلے زندگی کے آخری لمحہ میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایسے فرشتے بھیجتا ہے جن کے چہرے سورج کی مانند روشن ہوتے ہیں اور ان کے پاس اس مومن کے لئے خوشبودار کفن ہوتا ہے۔ وہ فرشتے اس مومن کی حدِ نظر تک اس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر جونہی اس کی روح اس کے بدن سے باہر نکلتی ہے تو آسمان اور زمین کے مابین اور آسمان میں موجود ہر فرشتہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتا ہے۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں ہر دروازہ یہی چاہتا ہے کہ یہ مبارک روح اس سے داخل ہو۔ جب اس کی روح اوپر پہنچا دی جاتی ہے تو فرشتے بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں اے پروردگار! تیرا فلاں بندہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسے لے جاؤ اور اسے وہ عزت و کرامت دکھاؤ جو میں نے اس کے لئے تیار کر رکھی ہے۔ کیونکہ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

"اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور (روز حشر) اسی سے ہم تمہیں نکالیں گے ایک بار پھر"۔ (طٰہٰ)

جب لوگ اسے دفن کرنے کے بعد قبر سے واپس جاتے ہیں تو وہ مومن ان کے جوتوں کی چاپ بھی سنتا ہے۔ حتیٰ کہ اس سے سوال کیا جاتا ہے اے فلاں! مَنْ رَّبُّکَ وَ مَا دِیْنُکَ وَمَنْ نَبِیُّکَ؟ یعنی تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ اور وہ جواب دیتا ہے رَبِّیَ اللّٰہُ وَ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ۔ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر فرشتے اسے بہت سختی کے ساتھ جھڑکتے ہیں اور یہ جھڑک میت کو پیش آنے والی آخری آزمائش ہوتی ہے۔ جب وہ اس طرح جواب دے دیتا ہے تو ایک منادی اسے ندا دیتا ہے۔ تو نے سچ کہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک کا یہی معنی ہے:۔

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (ابراہیم:27)

"ثابت قدم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو اس پختہ قول (کی برکت) سے"

پھر ایک انتہائی خوبرو، عمدہ خوشبو والا اور دیدہ زیب لباس والا اس کے پاس آتا ہے اور اسے کہتا ہے تجھے اپنے رب کی رحمت اور دائمی نعمتوں کے ساتھ بھری ہوئی جنت مبارک ہو۔ وہ پوچھتا ہے اے خوشخبری دینے والے تجھے بھی بھلائی کی خوشخبری ہو تو کون ہے وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف جلدی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں سستی کرنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ تجھے اچھی جزا و بدلہ عطا فرمائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ایک دوسرا منادی اسے ندا دیتا ہے کہ اس کے لئے جنتی بچھونا بچھا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ لہٰذا اس کے لئے جنتی بچھونا بچھا دیا جاتا ہے اور اس کی قبر سے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ وہ عرض کرتا ہے اے میرے مولا! قیامت جلدی جلدی قائم فرما۔ تاکہ میں اپنے اہل وعیال اور مال کی

طرف چلا جاؤں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا جب ایک کافر آخرت کی طرف روانہ ہونے سے پہلے زندگی کے آخری لمحہ میں ہوتا ہے اور وہ دنیا سے جدا ہو رہا ہوتا ہے۔ تو اس پر بے رحم سخت فرشتے نازل ہوتے ہیں جن کے پاس آگ کے کپڑے اور گندھک کا لباس ہوتا ہے۔ وہ اس کے اردگرد اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جوں ہی اس کی روح بدن سے باہر نکلتی ہے تو اس پر زمین و آسمان کے مابین موجود ہر چیز اور آسمان پر موجود ہر فرشتہ لعنت بھیجتا ہے اور اس کی وجہ سے آسمانوں کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دروازہ اس بات سے نفرت کرتا ہے کہ اس کی روح اس سے داخل ہو۔ جب اس کی روح اوپر پہنچا دی جاتی ہے۔ تو اسے وہاں پھینک کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا جاتا ہے۔ اے پروردگار! یہ تیرا فلاں بندہ ہے جسے آسمان اور زمین نے قبول نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسے لے جاؤ اور اسے وہ عذاب دکھا دو جو میں نے اس کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝

"اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور (روز حشر) اسی سے ہم تمہیں نکالیں گے ایک بار پھر"۔ (طٰہٰ)

جب لوگ اسے دفن کرنے کے بعد پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی چاپ سن رہا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اس سے پوچھا جاتا ہے اے فلاں! مَنْ رَّبُّکَ وَ مَا دِیْنُکَ وَمَنْ نَّبِیُّکَ؟ یعنی تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ اور وہ جواب دیتا ہے میں نہیں جانتا۔ جس کے جواب میں اُسے کہا جاتا ہے تو کبھی نہ جانے۔

پھر اس کے پاس ایک بدصورت، بدبودار بدن اور قبیح لباس والا آتا ہے اور اسے کہتا ہے تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناراضگی اور ابدی دردناک عذاب کی خوشخبری ہو! وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے بھی برائی کی بشارت دے۔ تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ اللہ

کی قسم! تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بہت جلدی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے سستی کرنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ تجھے بری جزا دے۔ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے بھی برا بدلہ دے۔

پھر اس پر ایک بہرہ، اندھا اور گونگا فرشتہ مقرر کر دیا ہے۔ جس کے پاس لوہے کا اس قدر بھاری ہتھوڑا ہوتا ہے کہ اگر اسے اٹھانے کے لئے جن وانسان سب اکٹھے ہو جائیں تو اسے نہ اٹھا سکیں۔ اور اگر اسے کسی پہاڑ پر مارا جائے تو وہ پہاڑ مٹی ہو جائے۔ فرشتہ اس ہتھوڑے کے ساتھ اس کو ایک ضرب لگاتا ہے اور وہ کافر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی روح اس کے بدن میں دوبارہ لوٹ آتی ہے اور فرشتہ اس کی آنکھوں کے درمیان ہتھوڑے سے ایک اور ضرب لگاتا ہے جس کی آواز جن وانس کے علاوہ زمینوں کی ساری مخلوق سنتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا پھر ایک منادی ندا دیتا ہے اس کے لئے آگ کے دو تختے بچھا دو اور اس کی قبر سے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ چنانچہ اس کے لئے آگ کے دو تختے بچھا کر جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

حضرت ابو جعفر محمد بن علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موت کے وقت ہر مرنے والے انسان کے اعمال حسنہ اور اعمالِ سیۂ ایک جسمانی صورت میں اس کے سامنے کر دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ اپنی نیکیوں کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہتا ہے اور برائیوں کو دیکھنے سے نظریں چراتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب ایک مومن کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو فرشتے اس کے پاس ایک ریشمی حلہ لاتے ہیں جس میں کستوری اور ریحان کے گچھے ہوتے ہیں۔ اس کے بدن سے اس کی روح اس طرح نرمی کے ساتھ نکالی جاتی ہے جس طرح آٹے سے بال کھینچا جاتا ہے۔ اور اسے ندا دی جاتی ہے اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب سے راضی ہو کر اور اس کا پسندیدہ بن کر اپنے رب کی نعمتوں اور عزت کی طرف نکلو۔ جب اس کی روح نکال لی جاتی ہے تو اسے اس کستوری اور ریحان کے گچھوں پر رکھ کر اوپر سے ریشم لپیٹ دیا جاتا ہے اور اسے اعلیٰ علیین کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔

اور جب کافر کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو فرشتے انگاروں سے بھرا ہوا ایک ٹاٹ لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور اس کی روح کو بڑی سختی کے ساتھ کھینچتے ہیں اور اسے کہا جاتا ہے اے نفسِ خبیثہ! ناراض اور مقہور ہو کر اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ ذلت اور عذاب کی طرف نکل۔ جب اس کی روح نکال لی جاتی ہے تو اسے ان انگاروں پر رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے جلنے کی آواز ہنڈیا کی آواز کی طرح سنائی دیتی ہے اور پھر اوپر سے ٹاٹ لپیٹ کر اسے سجین کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ یہ ارشادِ خداوندی پڑھتے:

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ (المومنون)

"یہاں تک کہ جب آئے گی ان میں سے کسی کو موت تو وہ (بصد حسرت) کہے گا۔ میرے مالک! مجھے (دنیا میں) واپس بھیج دے شاید میں اچھے کام کروں اس دنیا میں دوبارہ جا کر جسے میں ایک بار چھوڑ آیا ہوں"

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے اللہ تعالیٰ بندے سے پوچھے گا تو دنیا سے کیا چاہتا ہے، کس چیز کی رغبت رکھتا ہے۔ کیا تو اس لیے دنیا میں لوٹنا چاہتا ہے کہ مال جمع کرے، درخت لگائے، عمارتیں بنائے اور نہریں کھودے؟ وہ عرض کرے گا نہیں بلکہ اس لئے کہ شاید میں اچھے کام کروں اس دنیا میں دوبارہ جا کر جسے میں ایک بار چھوڑ آیا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا:۔

كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا (المومنون:100)

"ایسا نہیں ہو سکتا یہ ایک (لغو) بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے"

یعنی انسان موت کے وقت یہ کلمہ کہتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"مومن قبر میں ایک سرسبز و شاداب باغ میں ہوتا ہے، اس کی قبر ستر گز تک فراخ کردی

جاتی ہے اور اس کا بدن چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوتا ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ آیت مبارکہ کس کے متعلق نازل ہوئی ہے؟

فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ:124)

''تو اس کے لئے زندگی (کا جامہ) تنگ کر دیا جائے گا''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قبر میں کافر کے عذاب کے متعلق ہے اس پر ننانوے تنین مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو تنین کیا ہوتا ہے؟ یہ دراصل ننانوے سانپ ہیں۔ ہر سانپ کے نو سر ہیں جو دوبارہ اٹھائے جانے کے دن یعنی روزِ قیامت تک انسان کے بدن کو خراشتے، ڈنگ لگاتے اور پھنکارتے رہیں گے۔

سانپوں کی اس خاص تعداد پر تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان سانپوں اور بچھوؤں کی تعداد مذموم اخلاق مثلاً تکبر، ریاکاری، حسد، کینہ اور دیگر بری عادات کے مطابق ہوگی۔ کیونکہ ان تمام برائیوں کی اصول اور جڑیں تو گنی چنی ہیں۔ پھر ان سے چند شاخیں نکلتی ہیں۔ پھر وہ شاخیں کئی اقسام میں منقسم ہو جاتی ہیں اور یہی بری صفات بذاتِ خود مہلکات ہیں اور یہی برائیاں بچھوؤں اور سانپوں کا روپ دھار لیں گے۔ ان میں زیادہ قوی اور بڑی برائی تنین کی مانند ڈسے گی۔ اور کمزور برائی بچھو کی مانند ڈنگ مارے گی۔ اور ان کے درمیان والی برائی سانپ کی طرح اذیت دے گی۔ اہلِ دل اور اہلِ بصیرت اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نورِ بصیرت کے ذریعے ان مہلکات اور ان کی شاخوں کے پھیلاؤ کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ البتہ ان کی تعداد پر آگاہی صرف نورِ نبوت کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے۔

غرضیکہ اس قسم کی احادیث کے ظاہری معانی صحیح ہیں اور ان میں کئی مخفی اسرار بھی ہیں لیکن اربابِ بصیرت پر وہ اسرار بھی عیاں ہوتے ہیں۔ لہٰذا جس آدمی پر ان کے حقائق منکشف نہ ہوں اس کو ان احادیث کے ظاہر کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ تصدیق کر کے تسلیم کر لینا ایمان کا سب سے کم درجہ یہی ہے۔

سوال

اگر آپ یہ سوال کریں کہ ہم ایک مدت تک کافر کو اس کی قبر میں دیکھتے رہتے ہیں اور اس پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ لیکن ہمیں قبر میں اس عذاب میں سے کوئی چیز نظر نہیں آتی تو پھر مشاہدہ کے خلاف امر کی تصدیق کرنے کی کیا وجہ ہے؟

وضاحت

عذابِ قبر کی تصدیق کے تین مقامات

یاد رکھو! ان جیسے امور کی تصدیق کرنے کے معاملہ میں آپ کیلئے تین مقامات ہیں:

پہلا مقام

یہ مقام سب سے زیادہ ظاہر، صحیح اور محفوظ ہے یعنی تم اس بات کی تصدیق کرو کہ احادیث مبارکہ کی رو سے سانپ اور بچھو وغیرہ موجود ہیں اور وہ میت کو ڈنگ مارتے ہیں لیکن تم اس کا مشاہدہ نہیں کرسکتے۔ کیونکہ انسان کی ظاہری آنکھ ملکوتی امور کا مشاہدہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور جس چیز کا بھی آخرت کے ساتھ تعلق ہو وہ عالمِ ملکوت میں سے ہے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کس طرح حضرت جبریل علیہ السلام کے نزول پر ایمان رکھتے تھے حالانکہ وہ ان کو دیکھتے نہیں تھے۔ اور وہ اس بات پر بھی ایمان رکھتے تھے کہ حضور ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھتے ہیں۔ اگر تمہارا اس بات پر ایمان نہیں ہے تو پھر عذابِ قبر پر ایمان رکھنے سے پہلے ملائکہ اور وحی پر ایمان کی درستگی آپ کے لئے زیادہ اہم ہے۔ اگر تم اس پر ایمان رکھتے ہو اور اس بات کو مباح و ممکن سمجھتے ہو کہ نبی کریم ﷺ ان امور کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں جن کا امت مشاہدہ نہیں کرسکتی تو پھر تم میت کے بارے میں ان امور کو کس طرح جائز نہیں سمجھتے؟ جس طرح فرشتے انسانوں اور حیوانوں کے مشابہہ نہیں ہیں اسی طرح قبر میں ڈنگ مارنے والے سانپ اور بچھو ہماری دنیا کے سانپوں کی طرح نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی ایک دوسری جنس ہے اور ان کا ظاہری آنکھ کی

بجائے ایک اور حس کے ساتھ ادراک ہو سکتا ہے۔

دوسرا مقام

تصدیق کا دوسرا مقام یہ ہے کہ تم ایک سونے والے آدمی کا معاملہ اپنے ذہن میں حاضر کرو سونے والا انسان بعض اوقات خواب میں سانپ دیکھتا ہے جو اسے ڈس رہا ہوتا ہے اور اسے تکلیف بھی ہو رہی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ تم اسے دیکھتے ہو کہ وہ نیند میں ہی چیخ اٹھتا ہے اور اس کی پیشانی سے پسینہ جاری ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات وہ اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر بھاگ پڑتا ہے۔ اس ساری کیفیت کا سونے والے کو خود ہی ادراک ہوتا ہے اور اسے سانپ سے اس طرح اذیت پہنچتی ہے جس طرح جاگنے والا انسان سانپ سے اذیت پاتا ہے۔ اور وہ اسی طرح سانپ کا مشاہدہ بھی کر رہا ہوتا ہے۔ جبکہ تم اسے دیکھتے ہو کہ اس کا ظاہری بدن بالکل ساکن ہے اور اس کے ارد گرد کوئی سانپ نہیں ہے حالانکہ اس کے حق میں سانپ موجود ہوتا ہے اور اسے عذاب ہو رہا ہوتا ہے لیکن تمہارے حق میں کوئی چیز سامنے نہیں ہوتی۔ غرضیکہ جب عذاب ڈسنے کی تکلیف میں ہوتا ہے تو پھر خیالی یا نظر آنے والے سانپ میں کوئی فرق نہیں۔

تیسرا مقام

تم جانتے ہو کہ سانپ ذاتی طور پر انسان کو تکلیف نہیں دیتا بلکہ سانپ کی طرف سے جو چیز انسان تک پہنچتی ہے وہ زہر ہے۔ پھر زہر بھی فی نفسہ تکلیف نہیں ہے بلکہ انسان کو عذاب اور تکلیف اس اثر سے ہوتی ہے جو زہر کی وجہ سے انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر انسان کے بدن میں اسی قسم کا اثر کسی زہر کے بغیر پیدا ہو جائے تو یقیناً عذاب و تکلیف بہت زیادہ ہوگی۔ اور اس قسم کے عذاب کی تعریف کرنا ممکن نہیں۔ اس کی تعریف و پہچان کی صرف یہی صورت ہوگی کہ اسے اس سبب کی طرف منسوب کیا جائے جس کی وجہ سے عام طور پر ایسی تکلیف ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر انسان میں مباشرت و جماع کی صورت اختیار کرنے کے بغیر ہی جماع کی لذت پیدا ہو جائے تو اس لذت کی تعریف و پہچان کا یہی طریقہ ہے کہ اسے

جماع کی لذت کی طرف منسوب کیا جائے تاکہ سبب کے ذریعے تعریف و پہچان کرنے کے لئے اضافت ہو جائے اور سبب کا ثمرہ حاصل ہو جائے۔ اگرچہ سبب کی صورت موجود اور حاصل نہیں ہوتی اور سبب ذاتی طور پر مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس کا ثمرہ مقصود ہوتا ہے۔

یہ جملہ مہلک صفات موت کے وقت نفس میں خود بخود اذیت ناک اور تکلیف دہ بن جائیں گی اور ان کا درد سانپوں کے بغیر ہی سانپوں کے ڈسنے کی مانند ہوگا۔ ایک صفت کا انسان کے لئے اذیت ناک بن جانا اس طرح ہے جیسے معشوق کی موت کے وقت عاشق کے لئے عشق اذیت ناک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ عشق پہلے لذیذ تھا۔ لیکن اب اس پر ایک ایسی حالت طاری ہوگئی ہے کہ وہ خود بخود تکلیف دہ بن گیا ہے۔ حتیٰ کہ معشوق کی موت کی وجہ سے عاشق کے دل پر طرح طرح کا عذاب آتا ہے۔ جس کی وجہ سے عاشق تمنا کرتا ہے کاش اس نے عشق اور وصال کی گھڑیوں سے لطف نہ اٹھایا ہوتا۔ بلکہ میت کو پہنچنے والے عذابوں میں سے ایک عذاب بعینہ یہی ہوتا ہے کیونکہ اس نے دنیا میں اپنے نفس پر عشق کیا تھا اور وہ اپنے مال، زمین، جاہ و مرتبہ، اولاد، عزیز و اقارب اور جان پہچان رکھنے والوں سے عشق ہی کرتا تھا۔ اگر کوئی آدمی اس کی زندگی میں اس سے یہ سب کچھ مکمل طور پر لے لیتا کہ اسے یہ تمام چیزیں اس سے واپس لینے کی کوئی امید نہ رہتی تو پھر تمہیں اس کی حالت کس طرح نظر آتی؟ کیا اس کی شقاوت و بدبختی بڑھ نہ جاتی، اس کا عذاب سخت نہ ہوتا اور وہ تمنا کرتے ہوئے یہ نہ کہتا کاش میرے پاس کوئی مال اور جاہ و مرتبہ نہ ہوتا اور آج مجھے اس سے جدائی کی اذیت نہ اٹھانی پڑتی جبکہ موت تمام محبوبات دنیوی سے یکبارگی جدا ہونے کا نام ہے۔

مَا حَالُ مَنْ كَانَ لَهُ وَاحِدٌ غِيبَ عَنْهُ ذَالِكَ الْوَاحِدُ

''جس آدمی کا صرف اکلوتا بیٹا ہو اور وہ اس سے غائب کر دیا جائے اس کا کیا حال ہوگا''۔

چنانچہ جب ایک آدمی دنیا پر ہی خوش ہو اگر اس سے دنیا چھین کر اسے اپنے دشمنوں کے سپرد کر دیا جائے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ عذاب بھی ہو کہ اسے

آخرت کی نعمتوں کے فوت ہونے اور اللہ تعالیٰ سے حجاب میں ہونے پر افسوس بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے غیر کی محبت انسان کے لیے اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس سے آسودگی پانے کے راستہ میں حجاب بن جاتی ہے۔ غرضیکہ اس پر اپنے تمام محبوبوں کے فراق اور آخرت کی نعمتوں کے فوت ہونے کی حسرت کا دکھ نیز مردود ہونے اور اللہ تعالیٰ سے حجاب میں ہونے کی ذلت کی تکلیف ابدالاباد تک جاری رہے گی۔ اور یہی وہ عذاب ہے جس میں اسے مبتلا کیا جائے گا۔ کیونکہ جدائی کی آگ کے بعد پیچھے صرف جہنم کی آگ ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾ (المطففین)

"یقیناً انہیں اپنے رب (کے دیدار) سے اس دن روک دیا جائے گا پھر وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے"۔

جب کہ وہ آدمی جسے دنیا کے ساتھ انس نہ ہو بلکہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا مشتاق ہو تو اسے موت کے ذریعے دنیا کی قید سے اور اس میں خواہشات کی سختی سے رہائی مل جاتی ہے، وہ اپنے محبوب کے پاس چلا جاتا ہے، اس کے راستے سے جملہ مشاغل زمانہ اور رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں اور ابدالآباد تک دنیوی نعمتوں کے خاتمہ سے مامون ہونے کے ساتھ ساتھ اس پر اخروی نعمتوں کی بھرمار ہو جاتی ہے اور اسی قسم کے انعام واکرام کی خاطر عمل کرنے والے عمل کرتے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ ایک آدمی بعض اوقات اپنے گھوڑے کے ساتھ اس قدر محبت کرتا ہے کہ اگر اسے یہ اختیار دیا جائے کہ یا تو اس سے گھوڑا لے لیا جائے گا یا اسے بچھو کا ڈنگ برداشت کرنا ہوگا تو وہ بچھو کے ڈنگ پر صبر کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ گویا کہ اس کے نزدیک گھوڑے سے جدائی کی تکلیف بچھو کی تکلیف سے زیادہ شدید ہے۔ اور اس کی گھوڑے کے ساتھ محبت ہی وہ چیز ہے کہ جب اس سے گھوڑا لیا جائے تو وہ اسے کاٹتی رہتی ہے۔ لہٰذا

انسان کو یہ مختلف قسم کے ڈنگ کھانے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ کیونکہ موت اس سے اس کا گھوڑا، سواری، گھر، زمین، اہلِ خانہ، اولاد، دوست احباب اور جان پہچان رکھنے والے چھین لے گی، اس سے اس کی جاہ وحشمت اور مقبولیت بھی لے لے گی بلکہ اس سے اس کی سماعت، بصارت اور اعضاء بھی لے لے گی اور انسان ان تمام چیزوں کے واپس ملنے سے مایوس ہو جائے گا۔ چنانچہ جب ایک آدمی کو صرف انہی چیزوں کے ساتھ ہی محبت ہو اور اس سے یہ سب چیزیں چھین لی جائیں تو ان کی تکلیف بچھوؤں اور سانپوں کی تکلیف سے کہیں زیادہ ہوگی۔ حتیٰ کہ جس طرح اگر اس کی زندگی میں اس سے یہ چیزیں لے لی جائیں تو اسے بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح جب وہ مر جائے گا تو وہ ان کی جدائی سے دکھ پائے گا۔ کیونکہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ دردوں اور لذتوں کا ادراک کرنے والی حس کو موت نہیں آتی بلکہ موت کے بعد اس کا عذاب مزید سخت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دنیوی زندگی میں انسان کو ان اسباب کے ذریعے تسلی مل جاتی ہے جن میں اس کے حواس مشغول ہوتے ہیں۔ جس طرح دوسروں کے ساتھ مل کر بیٹھنا اور باتیں کرنا وغیرہ نیز اسے اس چیز کے لوٹنے اور اس کا متبادل ملنے کی امید سے بھی تسلی مل جاتی ہے۔ لیکن موت کے بعد تسلی کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان پر تسلی کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں اور مایوسی طاری ہو جاتی ہے۔

گویا کہ انسان کی ہر وہ قمیص اور شلوار جسے وہ اس قدر پسند کرتا ہے کہ اگر وہ قمیص اس سے لے لی جائے تو اس پر بہت شاق گزرتا ہے۔ وہ قبر میں اس قمیص اور شلوار پر افسوس کرتا رہے گا اور اس کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور اگر انسان دنیا میں ہلکا پھلکا رہا تو پھر عذاب اور افسوس سے سلامت رہے گا۔ اور اسلاف کا یہ قول کہ ہلکے پھلکے نجات پانے والے ہیں کا یہی معنی ہے۔ اور اگر انسان دنیا میں بوجھ سے بوجھل ہوگا تو اس کا عذاب بہت شدید ہوگا۔ جس طرح جس آدمی کا ایک دینار چوری ہو جائے تو اس کا بوجھ اس آدمی سے ہلکا ہوتا ہے جس کے دس دینار چوری ہو گئے ہوں۔ اسی طرح ایک درہم والے کا حال دو درہموں والے سے ہلکا ہوگا۔ اور حضور ﷺ کے درج ذیل ارشاد مبارکہ کا یہی معنی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

صَاحِبُ الدِّرْهَمِ اَخَفُّ حِسَابًا مِّنْ صَاحِبِ الدِّرْهَمَيْنِ

''ایک درہم والے آدمی کا حساب دو درہموں والے کی نسبت ہلکا پھلکا ہوگا''۔

غرضیکہ دنیا کی جو چیز بھی موت کے وقت تیرے پیچھے رہ جائے گی وہ موت کے بعد تیرے لئے افسوس کا باعث ہوگی۔ لہٰذا اگر تم چاہو تو مال کی کثرت کرلو اور اگر چاہو تو کم مال رکھو۔ کیونکہ اگر آپ نے بہت زیادہ مال اکٹھا کرلیا ہے تو آپ حسرت و افسوس بھی زیادہ کر رہے ہیں۔ اور اگر آپ نے مال کم رکھا ہے تو اپنی پیٹھ سے ہی بوجھ ہلکا کیا ہے۔

سانپ اور بچھو ان مالداروں کی قبروں میں زیادہ ہوں گے جو آخرت کے مقابلہ میں دنیوی زندگی کو پسند کرتے ہیں، اسی پر خوش ہوتے ہیں اور اسی پر مطمئن رہتے ہیں۔ تو یہ قبر کے سانپوں، بچھوؤں اور اس کے دوسرے تمام عذابوں پر ایمان کے مقامات اور درجات ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے بیٹے کا انتقال ہوگیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا اے بیٹا! مجھے کوئی نصیحت کرو! اس نے عرض کیا اے والدِ محترم! جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت نہ کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹا! مزید نصیحت کرو۔ اس نے عرض کیا اے والدِ محترم! آپ اس پر عمل نہیں کرسکیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بولو تو سہی؟ اس نے کہا اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین قمیص کو حجاب نہ بناؤ۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے بیس سال تک قمیص نہیں پہنی تھی۔

سوال

اگر آپ دریافت کریں کہ ان تین مقامات میں سے کون سا مقام سب سے زیادہ صحیح ہے؟

وضاحت

تو جان لو! بعض ایسے لوگ ہیں جنہوں نے صرف پہلے مقام کو ثابت اور قبول کیا ہے اور باقی سے انکار کردیا ہے۔ بعض نے پہلے کا انکار کیا ہے اور دوسرے کا اقرار کیا ہے اور

بعض حضرات نے صرف تیسرے مقام کا اقرار کیا ہے۔ جب کہ غور وخوض کے ذریعے ہم پر جو حق بات منکشف ہوئی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ ان تینوں مقامات کا پایا جانا ممکن ہے۔ جو آدمی ان میں سے بعض کا انکار کرتا ہے وہ اپنے حوصلہ کی تنگی نیز اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی تدبیر کے عجائبات کی وسعت سے جہالت کی وجہ سے منکر ہے۔ کیونکہ جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے افعال سے مانوس اور مالوف نہ ہو وہ ان سے انکار کر دیتا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر جہالت اور نقص ہے۔ بلکہ عذاب دینے کے سلسلہ میں یہ تینوں طریقے ممکن ہیں اور ان کی تصدیق کرنا واجب ہے۔ اور کئی بندوں کو ان اقسام میں سے صرف کسی ایک قسم کا عذاب ہو گا اور کئی بندوں پر تینوں قسم کا عذاب جمع ہو گا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے قلیل و کثیر عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

یہی حق بات ہے۔ لہٰذا اسلاف کی تقلید کرتے ہوئے اس کی تصدیق کرو۔ کیونکہ روئے زمین پر ایسا ایک آدمی بھی ملنا دشوار ہے جو تحقیق کے طور پر اس کی معرفت رکھتا ہو۔ اور میں تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اس کی تفصیل جاننے میں زیادہ غور وفکر نہ کرو اور اس کی پہچان میں مشغول نہ رہو۔ بلکہ یہ عذاب جس طرح بھی ہونا ہے اسے دور کرنے کی تدبیر میں مشغول رہو۔ کیونکہ اگر آپ نے عمل اور عبادت چھوڑ دی اور اسی کے متعلق بحث و تمحیص میں مشغول ہو گئے تو تم اس آدمی کی طرح ہو گے جس کو بادشاہ پکڑ کر قید کر دے تا کہ اس کے ہاتھ اور ناک کاٹ دے۔ اور وہ آدمی ساری رات اسی بات میں غور وفکر کرتا رہے کہ بادشاہ چھری کے ساتھ میرے ہاتھ کاٹے گا یا تلوار کے ساتھ کاٹے گا یا اُسترے کے ساتھ؟ اور اصل عذاب کو اپنے آپ سے ٹالنے کا طریقہ اختیار نہ کرے تو یہ انتہائی درجہ کی جہالت ہے۔ کیونکہ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ موت کے بعد بندے کو یا تو بہت بڑے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا یا پھر وہ دائمی نعمتوں میں ہو گا۔ لہٰذا اس کے لئے تیاری ہونی چاہیے۔ جہاں تک عذاب اور ثواب کی تفصیل کے متعلق بحث و تمحیص کا تعلق ہے تو یہ ایک فضول کام اور وقت کا ضیاع ہے۔

منکر ونکیر کا سوال ان کی صورت، قبر کا بھینچنا اور عذابِ قبر کے متعلق باقی بحث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جب ایک بندہ مر جائے اور اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ سخت سیاہ اور آنکھیں نیلی ہیں۔ ان میں سے ایک فرشتے کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ فرشتے اس آدمی سے پوچھتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہا کرتا تھا؟ اگر وہ آدمی صاحبِ ایمان ہو تو وہ کہتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ فرشتے اسے کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تو اسی طرح جواب دے گا۔ پھر اس کی قبر کو ستر در ستر ہاتھ فراخ کر دیا جاتا ہے اور اس کی قبر کو نور سے بھر دیا جاتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے آرام کے ساتھ سو جاؤ۔ لیکن وہ آدمی فرشتوں سے کہتا ہے مجھے اجازت دو میں اپنے گھر والوں کی طرف جاؤں اور ان کو ساری بات بتاؤں۔ جواب میں اسے کہا جاتا ہے سو جاؤ۔ چنانچہ وہ اس دلہن کی طرح سو جاتا ہے جسے اس کے گھر والوں میں سے صرف وہی آدمی جگاتا ہے جو اس کو محبوب ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ پھر اسے اپنی آرام گاہ سے اُٹھائے گا۔ اور اگر قبر میں آنے والا انسان منافق ہو تو وہ فرشتوں کے جواب میں کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ لوگوں سے سنا تھا کہ وہ کچھ کہتے تھے اور میں بھی اسی طرح کہہ دیتا تھا۔ منکر ونکیر اسے کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تو یہی جواب دے گا۔ پھر زمین کو حکم دیا جاتا ہے اس پر سکڑ جا اور زمین اس پر سکڑ جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ پھر وہ اسی طرح عذاب میں رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی قبر سے اُٹھائے گا۔"

حضرت عطاء بن یسار ہلالی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عمر! جب تمہارا وصال ہو جائے گا تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی؟ تمہاری قوم تمہیں کاندھوں پر اُٹھا کر لے جائے گی وہ تمہارے لئے تین گز لمبی اور ڈیڑھ گز چوڑی قبر کھودنے کی تکلیف کریں گے۔ پھر تمہاری طرف آئیں گے

اور تمہیں غسل اور کفن دے کر خوشبو لگائیں گے۔ پھر تجھے اٹھا لیں گے۔ حتیٰ کہ تمہیں اس قبر میں رکھ دیں گے۔ پھر آپ پر مٹی ڈال کر آپ کو دفن کر دیں گے۔ جب وہ آپ کے ہاں سے واپس لوٹیں گے تو اس کے ساتھ ہی قبر کے دو ممتحن منکر و نکیر تمہارے پاس آجائیں گے۔ جن کی آواز بادل کی سخت کڑک کی مانند اور آنکھیں اچکنے والی بجلی کی مانند ہیں۔ دونوں اپنے بالوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر آئیں گے اور اپنے دانتوں کے ساتھ قبر کو کھول کر تمہیں اٹھائیں گے اور خوب جھنجھوڑیں گے۔ اے عمر! اس وقت آپ کا کیا حال ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آج کی طرح میری عقل میرے ساتھ ہی ہو گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ پھر میں ان دونوں کے لئے کافی ہوں گا۔

یہ حدیث پاک اس سلسلہ میں ایک صریح نص ہے کہ انسان کی عقل میں موت کی وجہ سے کوئی تغیر نہیں آتا۔ بلکہ صرف انسان کے بدن اور اعضاء میں تبدیلی آتی ہے۔ انسان دنیا کی طرح ہی عاقل، مدرک اور تکالیف و لذات کا علم رکھنے والا ہوگا۔ اس کی عقل میں ذرہ برابر بھی تغیر نہیں آئے گا اور ادراک کرنے والی عقل یہ اعضاء نہیں بلکہ وہ ایک باطنی چیز ہے جس کی کوئی لمبائی اور چوڑائی نہیں۔ بلکہ جو چیز ذاتی طور پر منقسم نہیں ہو سکتی وہی اشیاء کا ادراک کرنے والی ہے۔ اگر انسان کے تمام اجزاء بکھر جائیں اور صرف وہ جزء مدرک باقی رہ جائے جو مزید تقسیم نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے جزء بن سکتے ہیں تو پھر بھی انسان مکمل طور پر عاقل اور قائم و باقی رہے گا اور موت کے بعد بھی اسی طرح ہوگا۔ گویا کہ اس جزء پر موت نہیں آتی اور نہ اس پر عدم واقع ہوتا ہے۔

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ کافر پر قبر میں ایک اندھا اور بہرہ چوپایہ مسلط کیا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کا ڈنڈا ہوتا ہے۔ جس ڈنڈے کا سر اونٹ کی کوہان کی مانند ہوتا ہے وہ چوپایہ قیامت کے دن تک اسے اس ڈنڈے کے ساتھ مارتا رہے گا۔ نہ تو کافر تمہیں نظر آتا ہے کہ تم اسے بچا لو اور نہ تمہیں اس کی

آواز سنائی دیتی ہے کہ تم اس پر ترس کھاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ایک میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اعمال صالحہ اس کے پاس آکر اسے گھیر لیتے ہیں۔ اگر منکر و نکیر سر کی طرف سے اس کے پاس آئیں تو اس کی قرآن مجید کی تلاوت ان کے آگے آڑے آجاتی ہے، اگر فرشتے اس کے پاؤں کی طرف سے آئیں تو اس کا قیام آگے آجاتا ہے اور اگر منکر و نکیر اس کے ہاتھوں کی طرف سے آئیں تو دونوں ہاتھ کہتے ہیں اللہ کی قسم! یہ ہمیں صدقہ اور دعا کے ساتھ پھیلاتا تھا لہٰذا تمہارے پاس اس تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اور اگر فرشتے اس کے منہ کی طرف سے آئیں تو اس کا ذکر اور روزہ آڑے آجاتا ہے۔ اور اسی طرح ایک کونے میں نماز اور صبر کھڑے ہوتے ہیں۔ صبر کہتا ہے اگر مجھے کہیں کوئی خلل یعنی نکیرین کے پہنچنے کا راستہ نظر آیا تو میں بھی اس کا ساتھی ہوں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بندے کے نیک اعمال اس کا اس طرح دفاع کرتے ہیں جس طرح ایک آدمی اپنے بھائی، اہلِ خانہ اور اولاد کا دفاع کرتا ہے۔ پھر اس وقت اسے کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ تیرے لئے تیری خوابگاہ میں برکت فرمائے۔ تیرے کتنے اچھے دوست ہیں اور تیرے ساتھی کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی معیت میں ایک جنازہ میں شریک تھے۔ آپ ﷺ قبر کے سرہانے بیٹھ گئے۔ آپ نے اس میں خوب غور سے دیکھنے کے بعد فرمایا:۔

يُضْغَطُ الْمُؤْمِنُ فِيْ هٰذَا ضَغْطَةً تُرَدُّ مِنْهَا حَمَائِلُهُ

"مومن کو اس قبر میں اس قدر بھینچا جاتا ہے کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں"۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اِنَّ لِلْقَبْرِ ضَغْطَةً وَّ لَوْ سَلِمَ اَوْ نَجَا مِنْهَا اَحَدٌ لَنَجَا سَعْدُ ابْنُ مَعَاذٍ

"بے شک قبر انسان کو بھینچتی ہے۔ اگر کوئی آدمی اس سے محفوظ رہتا یا نجات پا سکتا تو

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ضرور نجات پا جاتے''۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا جو زیادہ تر بیمار رہتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جنازہ کے پیچھے پیچھے تھے۔ اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت کچھ غمگین نظر آئی۔ جب ہم قبر پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے اندر داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور زرد ہو گیا۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر سے باہر نکلے تو چہرۂ انور روشن تھا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے آپ کا ایک حال دیکھا ہے یہ کس وجہ سے ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ بات یاد آئی ہے کہ میری بیٹی کو قبر بھینچے گی اور عذابِ قبر کی سختی یاد آئی تھی لیکن جب میں یہاں پہنچا ہوں تو مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی پر آسانی فرمادی ہے اور ان کو اس قدر بھینچا ہے کہ ان کی آواز کو صرف مشرق و مغرب کی درمیانی مخلوق نے سنا ہے۔

آٹھواں باب

خواب میں مکاشفہ کے ذریعے لوگوں کو معلوم ہونے والے مُردوں کے احوال

جان لو!

اللہ تعالیٰ کی کتابِ مقدس، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ اور عبرت کی واضح راہوں سے حاصل ہونے والے انوارِ بصیرت کے ذریعے ہمیں اجمالی طور پر مُردوں کے احوال اور ان کے نیک بخت اور بد بخت ہونے کی پہچان ہو جاتی ہے۔ لیکن کسی مخصوص آدمی مثلاً زید یا عمرو وغیرہ کا حال انسان پر بالکل منکشف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر ہمیں زید اور عمرو کے صاحبِ ایمان ہونے کا یقین بھی ہو تو پھر بھی ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس کی کس مذہب پر موت واقع ہوئی ہے۔ اور اس کا خاتمہ کیسے ہوا ہے؟۔ اگر ہم اس کی ظاہری پرہیز گاری پر اعتماد کریں تو پھر بھی تقویٰ کا مقام انسان کا دل ہے۔ اور وہ بہت پیچیدہ امر ہے جو خود صاحبِ تقویٰ پر بھی مخفی ہوتا ہے۔ کسی دوسرے کو اس پر آگاہی کیسے ہو سکتی ہے؟ لہٰذا باطنی تقویٰ کے بغیر صرف ظاہری پرہیز گاری پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿۲۷﴾ (المائدہ)

"قبول فرماتا ہے اللہ تعالیٰ صرف پرہیز گاروں سے"۔

لہٰذا زید اور عمرو وغیرہ کسی آدمی کے متعلق حکم اور آخری ٹھکانہ کی پہچان صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب اس کا اور اس پر جاری ہونے والی حالت کا آنکھوں کے ساتھ مشاہدہ ہو جائے۔ لیکن جب ایک آدمی مر جائے تو وہ عالم ملک و شہادت یعنی ظاہری عالم سے عالم غیب و ملکوت میں چلا جاتا ہے اور اس عالم کا ظاہری آنکھوں کے ساتھ مشاہدہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا ایک دوسری آنکھ سے مشاہدہ ہوتا ہے جو ہر انسان کے دل میں پیدا کی گئی

ہے۔ لیکن انسان نے اس پر اپنی خواہشات اور دنیوی مشاغل کا موٹا پردہ چڑھا رکھا ہے اور انسان اس آنکھ کے ساتھ دیکھنے سے عاجز ہے۔ اور جب تک دل کی آنکھ سے پردہ نہ اترے اس وقت تک ظاہری آنکھ کے ساتھ عالمِ ملکوت کی کسی چیز کا مشاہدہ کرنا ممکن نہیں۔

چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کے دلوں کی آنکھ سے پردہ ہٹا ہوا ہوتا ہے اسلئے انہوں نے یقیناً ملکوت کے عالم کی طرف دیکھا ہے اور اس کے عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے اور ان کے متعلق خبر دی ہے۔ اسی لئے رسولِ خدا ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں قبر کے بھینچنے کو دیکھ لیا تھا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حال ملاحظہ فرما لیا تھا جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو اپنے سامنے بٹھایا ہے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اور ان کے درمیان کوئی پردہ نہیں تھا۔

انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے قریبی درجہ پر فائز اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اس قسم کے مشاہدہ کی طمع نہیں رکھنی چاہیے۔ بلکہ ہم جیسے لوگوں کے لئے ایک اور کمزور سا مشاہدہ ممکن ہے۔ لیکن وہ بھی نبوی مشاہدہ ہی ہے اور اس سے میری مراد خواب میں کسی چیز کا مشاہدہ کرنا ہے اور یہ بھی نبوت کے انوار میں سے ایک نور ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ

''سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء ہوتا ہے''۔

یہ بھی انکشاف اور مکاشفہ ہوتا ہے جو دل سے پردہ ہٹنے کے ساتھ انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صرف صالح اور صادق آدمیوں کے خواب پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ جو آدمی بہت زیادہ جھوٹ بولتا ہو اس کے خواب کو سچا نہیں سمجھا جاتا اور جس آدمی کا فساد اور معاصی بہت زیادہ ہوں اس کا دل تاریک ہو جاتا ہے۔ وہ صرف مخلوط خواب ہی دیکھتا ہے

جن کی تعبیر نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے حضور ﷺ نے سوتے وقت طہارت کرنے کا حکم فرمایا ہے تاکہ انسان پاکیزہ بدن کے ساتھ سوئے۔

اور یہ باطنی طہارت کی طرف بھی اشارہ ہے اور اصل مقصود باطنی طہارت ہی ہے۔ جبکہ ظاہری طہارت اس کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ جب انسان کا باطن صاف ہو تو دل کے لوتھڑے میں وہ بات بھی منکشف ہو جاتی ہے جو مستقبل میں رونما ہونے والی ہوتی ہے۔ جس طرح حضور ﷺ پر خواب میں مکہ مکرمہ میں داخل ہونا منکشف ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی نازل ہوا:۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ (الفتح:27)

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ"۔

انسان بہت کم ایسے خوابوں سے خالی ہوتا ہے جو مختلف امور پر دلالت کرتے ہوں اور وہ ان کو صحیح پائے۔ جب کہ خواب اور نیند کے عالم میں غیبی امور کا جاننا اللہ تعالیٰ کی صنعت کے عجائبات اور انسانی فطرت کے بدائع یعنی انوکھے امور میں سے ہے۔ اور یہ عالمِ ملکوت پر سب سے واضح دلیل ہے۔ جبکہ مخلوقِ خدا اس سے اسی طرح غافل ہے جس طرح وہ دل کے جملہ عجائبات اور اس عالم کے عجائبات سے غافل ہے۔ خواب کی اصل حقیقت کے متعلق گفتگو اور کلام علوم مکاشفہ کے دقیق علوم میں سے ہے۔ لہٰذا اسے علوم معاملہ کے بیان میں انڈر لائن کر کے ذکر کرنا ممکن نہیں۔

لیکن اس کے متعلق جس قدر یہاں بیان کرنا ممکن ہے وہ صرف ایک مثال ہے جو کسی حد تک تمہیں مقصود و مدعا سمجھا دے گی۔ اور وہ یوں ہے کہ تم جانتے ہو کہ دل کی مثال ایک آئینے کی ہے جس میں صورتیں اور امور کی حقیقتیں دکھائی دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس عالم کی تخلیق کے شروع سے لے کر اس کے آخر تک جو کچھ مقدر فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی ہوئی ایک مخلوق پر لکھا ہوا اور ثبت ہے۔ جسے کبھی لوحِ محفوظ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے، کبھی کتاب مبین کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی امام مبین کہا گیا ہے جس طرح کہ قرآن مجید میں وارد ہے۔

جو کچھ اس کائنات میں ہو چکا ہے اور جو کچھ ہوگا وہ سب اس لوح میں درج ہے۔ اس میں ایسے نقوش کے ساتھ منقش ہے جن نقوش کا اس ظاہری آنکھ سے مشاہدہ نہیں ہو سکتا۔ تم یہ گمان نہ کرو کہ وہ لوح لکڑی، لوہے یا ہڈی کی بنی ہوئی ہے۔ اور کتاب کاغذ یا پتلے چمڑے کی بنی ہوئی ہے۔ بلکہ یہ بات قطعی طور پر ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی لوح محفوظ مخلوق کی تختی کے مشابہ نہیں ہے۔ بلکہ اگر تم اس کی کوئی مثال چاہتے ہو جو اسے تمہاری سمجھ کے قریب کر دے تو پھر جان لو کہ لوح محفوظ میں تقادیر کا تحریر ہونا اسی طرح ہے جس طرح قرآن مجید کے کلمات اور حروف حافظ قرآن کے دماغ اور دل میں محفوظ ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید اس کے دل و دماغ میں لکھا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ قرآن مجید پڑھتا ہے تو وہ گویا دل اور دماغ سے دیکھ کر پڑھتا ہے۔ حالانکہ اگر اس کے دماغ کے ایک ایک جز کی چھان بین کی جائے تو ہمیں اس تحریر میں سے ایک حرف بھی نظر نہیں آئے گا۔

اسی طرح اگرچہ وہاں لوحِ محفوظ میں انسان کے مشاہدہ میں آنے والا کوئی خط اور نظر آنے والا کوئی حرف نہیں ہے۔ لیکن اس مثال کے طریقہ پر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ لوحِ محفوظ پر اللہ تعالیٰ کی تمام تر تقادیر اور قضاء نقش کی ہوئی ہیں اور لوحِ محفوظ اس مثال میں ایک آئینہ کی مانند ہے جس میں تمام صورتیں ظاہر ہیں اگر ایک آئینہ کے بالمقابل دوسرا آئینہ رکھ دیا جائے تو اس دوسرے آئینے کی صورت میں اس آئینے کی صورت نظر آئے گی۔ البتہ اگر ان کے مابین کوئی حجاب ہو تو پھر دوسرے آئینے کی صورت نظر نہیں آئے گی۔

غرضیکہ انسان کا دل ایک آئینہ ہے جو علم کی تحریروں کو قبول کرتا ہے اور لوحِ محفوظ ان تمام علوم کی تحریروں کا آئینہ ہے جو اس میں موجود ہیں۔ جب کہ دل کا اپنی خواہشات اور اپنے حواس کے مقتضا میں مشغول ہونا دل کے اور اس لوحِ محفوظ کے درمیان ایک پردہ ہے۔ جس طرح لوحِ محفوظ کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہے۔ اگر ہوا کا کوئی جھونکا آ جائے تو وہ اس حجاب کو حرکت دے کر اوپر اُٹھا دیتا ہے اور دل کے آئینہ میں عالمِ ملکوت کی کوئی چیز اچک لینے والی بجلی کی مانند چمکتی ہے۔ بعض اوقات وہ چمک ثابت رہتی ہے اور دائمی ہوتی ہے اور

بعض اوقات دائمی نہیں ہوتی اور اکثر اسی طرح ہوتا ہے۔ اور جب انسان جاگتا ہے تو وہ ان امور میں مشغول رہتا ہے جو حواسِ خمسہ اس تک پہنچاتے رہتے ہیں اور ان کا ظاہری عالم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور یہی عالمِ ملکوت سے حجاب ہوتا ہے۔

نیند کا معنی یہ ہے کہ انسان کے حواسِ خمسہ ٹھہر جائیں اور دل پر کوئی بات وارد نہ کریں جب دل کو حواس خمسہ کے اس عمل اور خیال سے رہائی مل جائے اور وہ اپنے جوہر میں بالکل صاف ہو جائے تو پھر اس کے اور لوحِ محفوظ کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہے اور انسان کے دل میں وہ چیز آجاتی ہے جو لوحِ محفوظ میں موجود ہوتی ہے۔ جس طرح جب دو آئینوں کے درمیان سے حجاب اُٹھ جائے تو ایک آئینے میں موجود صورت دوسرے آئینے میں آجاتی ہے۔ البتہ نیند اگرچہ تمام حواس کو عمل سے روک دیتی ہے لیکن خیال کو اپنے عمل اور حرکت سے نہیں روک سکتی۔

چنانچہ جو کچھ انسان کے دل میں واقع ہوتا ہے خیال اس کی طرف جلدی کرتے ہوئے اسے کسی مثال کی مانند ڈھال دیتا ہے جو مثال اس واقع ہونے والی چیز کے قریب تر ہو اور تخیلات دوسری اشیاء کے مقابلہ میں انسانی حافظہ میں زیادہ ثابت اور محفوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ خیال انسان کے حافظہ میں باقی رہتا ہے اور جب انسان بیدار ہوتا ہے تو اسے صرف خیال ہی یاد ہوتا ہے اور اسے تعبیر بتانے والے کی ضرورت پیش آتی ہے جو اس خیال کی کوئی حکایت تلاش کرے یعنی اس کے معنی میں غور و فکر کرے۔ چنانچہ وہ خیال اور معانی کے مابین مناسبت کے لحاظ سے مختلف معانی کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اور جو آدمی علمِ تعبیر میں دسترس رکھتا ہو اس کے سامنے اس خیال کی مثالیں بالکل ظاہر ہوتی ہیں۔

آپ کے لئے بطور نمونہ ایک مثال کافی ہے اور وہ یوں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے خواب کی تعبیر پوچھتے ہوئے عرض کیا میں نے دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں سونے کی ایک انگوٹھی ہے جس کے ساتھ میں مردوں کے مونہوں پر اور عورتوں کی شرمگاہوں پر مہر لگا رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا تم مؤذن ہو اور رمضان المبارک میں صبح طلوع

ہونے سے پہلے اذان پڑھتے ہو؟اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہے۔

تم غور کرو کہ مہر کا اصلی مقصد روکنا ہوتا ہے اور اسی کام کے لئے مہر مقصود ہوتی ہے۔ اور لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا انسان کا حال دل پر جوں کا توں منکشف ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو کھانے اور پینے سے روکتا تھا۔ لیکن خیال اس بات سے مالوف ہے کہ کسی کام کے اختتام کے وقت مہر کے ساتھ ہی منع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ منع کرنا ایک خیالی صورت میں سامنے آیا جو روحِ معنی کو متضمن ہے اور حافظہ میں صرف خیالی صورت باقی رہتی ہے۔

غرضیکہ یہ علم الرؤیا کے سمندر میں سے ایک چلو بھر ہے جس علم کے عجائبات شمار نہیں ہو سکتے اور وہ عجائبات بے شمار کس طرح نہ ہوں۔ جبکہ نیند بھی موت کی بہن ہی ہے اور موت بھی عجائبات میں سے ایک عجوبہ ہے اور نیند کو موت کے مشابہہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نیند میں عالمِ غیب سے پردہ اُٹھنے کے سلسلہ میں اس کی موت کے ساتھ ایک وجہ سے مشابہت بھی ہے۔ حتیٰ کہ سونے والے آدمی کو مستقبل میں پیش آنے والے امر کی پہچان ہو جاتی ہے۔

اب تمہارا موت کے متعلق کیا خیال ہے؟ جو سارے حجابوں کو پھاڑ دیتی ہے اور پردوں کو مکمل طور پر ہٹا دیتی ہے۔ حتیٰ کہ انسان سانس کا سلسلہ ٹوٹنے کے ساتھ ہی کسی تاخیر کے بغیر اپنے آپ کو بیڑیوں، ذلتوں اور رسوائیوں میں گھرا ہوا دیکھ لیتا ہے (ہم ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں) یا دائمی نعمتوں اور بہت وسیع و عریض بادشاہت میں پہنچا ہوا دیکھ لیتا ہے جس سلطنت کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ اور جب پردہ اُٹھ جائے تو اس وقت بدبختوں کو کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ (ق)

”تو (عمر بھر) غافل رہا اس دن سے بس ہم نے اٹھا دیا ہے تیری آنکھوں سے تیرا پردہ سو تیری بینائی آج بڑی تیز ہے“

اور کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ
سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (الطور)

''کیا یہ (آگ) جادو (کا کرشمہ) ہے یا تمہیں یہ نظر ہی نہیں آ رہی اس میں (تشریف لے) چلو اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو دونوں برابر ہیں تمہارے لئے۔ تمہیں اس کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے''۔

اور اس ارشادِ خداوندی میں انہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے:۔

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ (الزمر)

''اور (اس روز) ظاہر ہو جائے گا ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کا وہ گمان بھی نہیں کرتے تھے''۔

چنانچہ سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے دانا پر موت کے فوراً بعد ایسے عجائبات اور نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں جن کا کبھی اس کے دل میں خیال بھی نہیں آیا ہوتا اور نہ کبھی ضمیر میں کھٹکتی ہیں۔ غرضیکہ اگر ایک ذی عقل آدمی کو کوئی دوسرا فکر اور غم نہ ہو اور وہ صرف اسی حال میں غور و فکر کرتا رہے کہ اس کے لئے کس چیز سے حجاب اٹھایا جائے گا۔ اور اس کے لئے لازمی شقاوت یا دائمی سعادت میں سے کس سے پردہ ہٹایا جائے گا تو زندگی بھر فکر میں مستغرق رہنے کے لئے اسے یہی فکر کافی ہوگی۔

جب یہ بڑے بڑے خطرات ہمارے سامنے ہیں اور ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں تو ہماری غفلت پر تعجب ہے اور اس سے بھی زیادہ تعجب اس پر ہے کہ ہم اپنے مالوں، اپنے جانوروں، اپنے اسباب اور اپنی اولاد پر بلکہ اپنے اعضاء، سماعت اور بصارت کی قوتوں پر خوش ہیں۔ حالانکہ ہمیں علم ہے کہ ان سب چیزوں نے یقیناً ہم سے جدا ہونا ہے۔ لیکن وہ آدمی کہاں ہے جس کے دل میں روح القدس ڈال دے اور وہ وہی بات کہے جو کچھ سید النبیین ﷺ نے فرمایا تھا:۔

اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ وَعِشْ مَاشِئْتَ فَاِنَّكَ مَيِّتٌ

وَاعْمَلْ مَاشِئْتَ فَاِنَّکَ مَجْزِیٌّ بِہٖ

''آپ جس سے چاہیں محبت کریں آپ نے اس سے جدا ہونا ہے۔ جب تک چاہیں زندہ رہیں آپ نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور جو چاہیں عمل کریں آپ کو اس کی جزا دی جائے گی''۔

چونکہ یہ ایک یقینی بات ہے کہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے عین الیقین کے ساتھ منکشف و واضح تھا اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں ایک مسافر کی طرح تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی بھر اینٹ پر اینٹ اور بانس پر بانس نہیں رکھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال مبارک کے وقت اپنے پیچھے دینار و درہم چھوڑا تھا۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی حبیب اور خلیل بنایا تھا بلکہ صرف یہ فرمایا تھا:۔

لَوْکُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَّا تَّخَذْ تُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا وَّ لٰکِنْ صَاحِبُکُمْ خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ

''اگر میں کوئی خلیل بناتا تو یقیناً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا لیکن تمہارا صاحب (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو رحمٰن کا خلیل ہے''۔

غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات واضح فرمادی کہ رحمٰن کی دوستی وخلت ان کے دل کے اندر گھر کر چکی ہے اور اس کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر کی گہرائیوں میں جاگزیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو حکم فرمایا ہے:۔

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:31)

''اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ''۔

اس آیتِ کریمہ کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی وہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اسی نے کی ہے جس نے دنیا سے اعراض کیا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت کی

دعوت دی ہے دنیا اور اس کی لذتوں سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا تم جس قدر دنیا سے اعراض کرو گے اور آخرت کی طرف متوجہ ہو گے اسی قدر ان کے راستے پر چلو گے جس پر آپ ﷺ چلتے رہے ہیں۔ اور تم جس قدر آپ ﷺ کے راستہ پر چلو گے اسی قدر آپ ﷺ کی اتباع کرو گے۔ اور جس قدر آپ ﷺ کی اتباع کرو گے اسی قدر آپ ﷺ کے امتی بنو گے اور جس قدر دنیا کی طرف متوجہ ہو گے اسی قدر ان کے راستہ سے عدول کرو گے اور ان کی اتباع سے دور ہو جاؤ گے اور ان لوگوں کے ساتھ مل جاؤ گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

فَاَمَّا مَنۡ طَغٰی ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الۡجَحِیۡمَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی ﴿۳۹﴾

”پس جس نے سرکشی کی ہوگی اور ترجیح دی ہوگی دنیوی زندگی کو تو دوزخ ہی (اس کا) ٹھکانہ ہوگا“۔ (النازعات)

اے مرد! اگر تم دھوکہ کی پناہ گاہ سے نکل آؤ اور اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرو، اگر چہ ہم سب کو یہی کرنا چاہیے تو تم جان لو گے کہ تم صبح سے لے کر شام تک صرف دنیوی فوائد کے لئے ہی کوشاں رہتے ہو۔ دنیا کے مفاد کے لئے ہی حرکت کرتے ہو اور ٹھہرتے ہو۔ اور پھر یہ طمع بھی رکھتے ہو کہ تم بھی کل حضور ﷺ کے امتیوں اور اتباع کرنے والوں کے ساتھ ہو گے۔ حالانکہ تیرا یہ گمان عقل سے بہت دور ہے اور تیری طمع بہت سرد ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے:۔

اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿ؕ۳۵﴾ مَا لَکُمۡ ۟ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ﴿ۚ۳۶﴾

”کیا ہم فرمانبرداروں کا حال مجرموں کا سا کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟“۔ (القلم)

ہماری گفتگو کا سلسلہ اپنے مقصد سے ہٹ کر کہیں اور چلا گیا تھا۔ ہم اپنے اصل مقصد کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور اب ہم مُردوں کے احوال کو منکشف کرنے والی خوابوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جس بیان کے ذریعے آپ کو بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ کیونکہ نبوت کا سلسلہ ختم

ہو چکا ہے لیکن مبشرات ابھی باقی ہیں اور وہ خوابیں ہی ہیں۔

مُردوں کے احوال اور آخرت کیلئے مفید اعمال کو منکشف کرنے والی خوابیں

ان خوابوں میں سے ایک حضور ﷺ کو خواب میں دیکھنا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

مَن رَّآنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِی حَقًّا فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِی

”جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقتاً مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری صورت نہیں اپنا سکتا“۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ میری طرف نظر نہیں فرما رہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے کیا قصور سرزد ہو گیا ہے؟ آپ ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا آپ نے روزہ کی حالت میں اپنی اہلیہ کا بوسہ نہیں لیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اب میں روزہ کی حالت میں کبھی بھی اپنی بیوی کا بوسہ نہیں لوں گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی دوستی تھی جس کی وجہ سے ان کے وصال کے بعد میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں ان کو کبھی خواب میں دیکھ لوں۔ چنانچہ میں نے ایک سال گزرنے سے چند دن پہلے ان کو خواب میں دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں یہ میری فراغت کی گھڑی ہے اگر میری رؤف و رحیم ذات سے ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو میرا محل گر چکا ہوتا۔

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والدِ محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے کچھ دیر پہلے مجھے فرمایا آج رات حضور ﷺ مجھے خواب میں نظر آئے ہیں اور میں نے عرض کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ کی امت سے کچھ نہیں

ملا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان کیلئے بددعا کریں اور میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا کی ہے۔ اے اللہ! مجھے وہ لوگ عطا فرما جو میرے حق میں ان لوگوں سے بہتر ہوں اور ان لوگوں کو میرے بدلے میں وہ بندہ عطا کر جو ان کے حق میں مجھ سے زیادہ برا ہو۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھانے کے لیے گھر سے باہر تشریف لائے تو ابن ملجم ملعون نے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے بخشش کی دعا فرمائیں؟ لیکن آپ ﷺ نے میری طرف سے رخِ انور پھیر لیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! حضرت سفیان ابن عیینہ نے حضرت محمد بن منکدر سے اور انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ہمیں حدیث پاک بیان کی ہے کہ آپ ﷺ سے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا گیا ہے تو آپ نے جواب میں ''لا'' نہیں فرمایا۔ یہ سن کر حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور دعا کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں میرا ابولہب کے ساتھ بھائی چارہ اور دوستی تھی۔ جب وہ مر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق سورہ لہب کے ذریعے خبر دی تو میں اس کے متعلق غمگین ہو گیا اور اس کے معاملہ نے مجھے پریشان کر دیا۔ چنانچہ میں ایک سال تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتا رہا کہ مجھے خواب میں ابولہب دکھا دے۔ فرماتے ہیں ایک رات میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ آگ کے شعلوں میں جل رہا ہے۔ میں نے اس سے اس کی حالت کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا میں دوزخ کے عذاب میں پہنچ چکا ہوں جو مجھ پر کبھی ہلکا نہیں ہوتا۔ پورے ہفتہ میں صرف پیر کی رات مجھے راحت ملتی ہے۔ میں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا اس رات کو حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی اور میری ایک لونڈی نے میرے پاس آکر مجھے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں

بچہ پیدا ہوا ہے۔ اور مجھے حضور ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی ہوئی تھی۔ میں نے اس خوشی میں اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا یہ اجر عطا فرمایا ہے کہ ہر پیر کی رات کو مجھ سے عذاب اُٹھا لیا جاتا ہے۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کے لئے اپنے سفر پر روانہ ہوا تو میرے ساتھ ایک ایسا آدمی مل گیا جو اٹھتے بیٹھتے، حرکت کرتے اور ٹھہرتے ہوئے صرف حضور ﷺ پر درود شریف ہی پڑھتا تھا۔ میں نے اس سے اس قدر کثرت کے ساتھ درود پاک پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا میں آپ کو اس کے متعلق بتاتا ہوں۔ جب میں پہلی مرتبہ حج کرنے کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف نکلا تو میرے ساتھ میرے والد محترم بھی تھے۔ جب ہم حج کی ادائیگی کے بعد واپس آرہے تھے تو میں ایک جگہ پر سو گیا۔ میں سویا ہوا تھا کہ اسی دوران خواب مین ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا اُٹھو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کی زندگی ختم فرمادی ہے اور اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا ہے۔ یہ خبر سن کر میں گھبرا کر اُٹھا اور ان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ مر چکے تھے اور ان کا چہرہ بالکل سیاہ ہو چکا تھا۔ ان کا چہرہ سیاہ ہونے کی وجہ سے مجھ پر مزید رعب طاری ہو گیا۔ میں اسی غم و ملال میں تھا کہ میری آنکھیں بوجھل ہو گئیں اور میں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے والد کے سرہانے چار سیاہ فام آدمی کھڑے ہیں اور ان کے پاس لوہے کے ڈنڈے ہیں۔ لیکن اچانک ایک خوبصورت آدمی سامنے آگیا جو دو سبز کپڑوں میں ملبوس تھا۔ اس نے ان سے کہا تم پیچھے ہو جاؤ۔ اس نے اپنا ہاتھ مبارک میرے والد کے چہرے پر پھیرا اور پھر میرے پاس تشریف لائے اور مجھے حکم فرمایا اُٹھ جاؤ اللہ تعالیٰ نے تیرے والد کا چہرہ سفید فرما دیا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں محمد ﷺ ہوں۔ وہ کہتا ہے جونہی میں نے اٹھ کر اپنے والد کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ انتہائی سفید تھا۔ اس واقعہ کے بعد میں نے حضور ﷺ پر درود پاک پڑھنے کو کبھی نہیں چھوڑا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا۔ میں وہیں بیٹھا تھا کہ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو لایا گیا اور ان کو کمرہ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں یہ منظر آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور وہ فرما رہے تھے رب کعبہ کی قسم! فیصلہ میرے حق میں ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کے پیچھے پیچھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی باہر نکل آئے اور وہ کہہ رہے تھے رب کعبہ کی قسم! مجھے بخش دیا گیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نیند سے بیدار ہوئے تو فوراً اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنے لگے اور فرمایا اللہ کی قسم! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس خون کی ایک شیشی ہے اور آپ ﷺ فرما رہے ہیں کیا تمہیں علم نہیں کہ میری امت نے میرے بعد کیا ظلم وستم کیا ہے؟ انہوں نے میرے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ یہ ان کا اور ان کے ساتھی شہیدوں کا خون ہے جو میں اللہ کی بارگاہ میں لے جا رہا ہوں۔ اور اس واقعہ کے چوبیس دن بعد یہ خبر آ گئی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو فلاں دن شہید کر دیا گیا تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا گیا اور ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ ہمیشہ اپنی زبان کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اس نے مجھے کئی گھاٹیوں میں اتارا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں بھیج دیا ہے۔

مشائخ عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے خواب

اسلاف میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت متمم دورقی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا اے میرے آقا! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے جنتوں میں گھما پھرا کر مجھ سے پوچھا گیا اے متمم! کیا جنت میں کوئی چیز آپ کو حسین لگی ہے؟ میں نے عرض کیا اے میرے مولا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ کو جنت میں کوئی چیز بھلی معلوم ہوتی تو میں آپ کو اسی کے حوالے کر دیتا اور آپ کو اپنے وصال سے محروم رکھتا۔

حضرت یوسف بن حسین رازی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گیا اور ان سے پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔ عرض کیا گیا کس عمل کی وجہ سے؟ انہوں نے فرمایا میں نے کبھی عمدہ بات کو مذاق کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا تھا۔

حضرت منصور بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بزاز رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے میرا ہر وہ گناہ معاف فرما دیا ہے جس کا میں نے اقرار کیا ہے۔ سوائے ایک گناہ کے جس کا اقرار کرتے ہوئے مجھے شرم آ رہی تھی اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پسینے میں کھڑا کر دیا حتیٰ کہ میرے چہرے کا گوشت گر گیا ہے۔ راوی فرماتے ہیں میں نے پوچھا وہ کون سا گناہ ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے ایک خوبصورت لڑکا دیکھا تھا اور وہ مجھے اچھا لگا تھا۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آ گئی کہ میں ایسے گناہ کا اللہ تعالیٰ کے سامنے تذکرہ کروں۔

حضرت ابو جعفر صدلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد فقراء کی ایک جماعت موجود ہے۔ ہم ابھی تک

اسی طرح موجود تھے کہ آسمان شق ہوا اور آسمانوں سے فرشتے نیچے اترے جن میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک طشت اور دوسرے کے ہاتھ میں لوٹا ہے۔ ایک فرشتے نے طشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنے ہاتھ مبارک دھوئے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کو حکم فرمایا اور فقراء کی پوری جماعت کے ہاتھ دھلائے گئے ہیں۔ پھر فرشتے نے طشت میرے آگے رکھ دیا لیکن دوسرے فرشتے نے اسے کہا اس کے ہاتھ پر پانی نہ ڈالو کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ سے یہ بات مروی نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اسی طرح ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے ساتھ اور ان فقراء کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتے کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھوں پر بھی پانی ڈالو کیونکہ یہ ان فقراء میں سے ہی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو اس طرح دیکھا کہ میں لوگوں کے سامنے وعظ کر رہا ہوں اور ایک فرشتے نے میرے سامنے اٹھ کر مجھ سے پوچھا ہے کہ متقربین جن چیزوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں ان میں سے سب سے قریب کون سی چیز ہے؟ میں نے کہا ایسا پوشیدہ عمل جو پورے ترازو کو بھر دے۔ فرشتہ یہ کہتے ہوئے پیٹھ پھیر کر چل دیا کہ اللہ کی قسم! یہ توفیق دیئے گئے بندے کا کلام ہے۔

حضرت مجمع رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کو خواب میں دیکھا گیا اور ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے معاملہ کو کیسے پایا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ دنیا سے زہد اختیار کرنے والے لوگ دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں لے گئے ہیں۔

اہل شام میں سے ایک آدمی نے حضرت علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ جنت میں موجود ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فوراً اپنی جگہ سے نیچے اتر آئے اور اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے شاید شیطان

نے کسی امر کا ارادہ کیا تھا اور میں اس سے بچ گیا تھا اور اب اس نے مجھے قتل کرنے کے لئے ایک آدمی (یعنی تجھے) میرے پاس بھیجا ہے۔

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواب مومن کو خوشی کی بشارت دیتی ہے اور اسے دھوکہ میں مبتلا نہیں کرتی۔

حضرت صالح بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضرت عطا سلمی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور ان کی خدمت میں عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ دنیا میں بہت زیادہ غمگین رہنے والے تھے۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! اس غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے طویل راحت اور دائمی فرحت عطا فرمائی ہے۔ میں نے پوچھا آپ کس درجہ میں ہیں۔ انہوں نے فرمایا:۔

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ (النساء)

''ان ہستیوں کے ساتھ جن پر اللہ نے خاص انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں''۔

حضرت زرارہ ابن ابی اوفی رحمۃ اللہ علیہ سے خواب میں پوچھا گیا کہ آپ لوگوں کے نزدیک سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رضا اور امید مختصر رکھنا۔

حضرت یزید بن مذعور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا اے ابوعمر! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلوں؟ انہوں نے فرمایا میں نے یہاں یعنی آخرت میں علماء کے درجہ سے بلند کوئی درجہ نہیں دیکھا اور اس کے بعد غمگین لوگوں کا درجہ ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت یزید بن مذعور رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ مسلسل روتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں ختم ہوگئی تھیں۔

حضرت سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنے بھائی حضرت محمد رحمۃ

اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا اے بھائی! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا جس گناہ کی میں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی تھی وہ اس نے مجھے معاف فرما دیا ہے اور جس گناہ سے استغفار نہیں کی تھی وہ مجھے معاف نہیں فرمایا۔

حضرت علی طلحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں ایک عورت کو دیکھا جو دنیا کی عورتوں کے مشابہ نہیں تھی۔ میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں حور ہوں۔ میں نے اس سے کہا مجھ سے نکاح کر لو؟ اس نے کہا میرے آقا کے پاس نکاح کا پیغام بھیجو اور مجھے مہر ادا کر دو۔ میں نے پوچھا تیرا مہر کیا ہے؟ اس نے کہا اپنے نفس کو نفس کی آفات سے روک کر رکھو۔

حضرت ابراہیم بن اسحٰق حربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی حضرت زبیدہ کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کیا اس مال کی وجہ سے جو آپ نے مکہ مکرمہ کے راستے میں خرچ کیا تھا؟ انہوں نے کہا میں نے راہِ خدا میں جو مال بھی خرچ کیا تھا اس کا ثواب اس کے مالکوں کو ملا ہے میری تو محض حسنِ نیت کی وجہ سے بخشش ہوئی ہے۔

مروی ہے کہ جب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو آپ کو خواب میں دیکھا گیا۔ خواب دیکھنے والے نے آپ سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اپنا پہلا قدم پل صراط پر اور دوسرا قدم جنت میں رکھا ہے۔

حضرت احمد بن ابوالحواری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں ایک لونڈی دیکھی جس سے زیادہ حسین و جمیل عورت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ اس کے چہرے پر نور چمک رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تیرے چہرے کا یہ نور کس وجہ سے ہے؟ اس نے کہا تم وہ رات یاد کرو جس رات آپ روتے رہے تھے۔ میں نے کہا ہاں مجھے وہ رات یاد ہے۔

اِس نے کہا میں نے آپ کا آنسو اُٹھا کر اپنے چہرے پر مل لیا تھا۔ آپ کو جس قدر نور اور روشنی نظر آ رہی ہے یہ اُسی آنسو کے قطرے کی وجہ سے ہے۔

حضرت ابوبکر محمد بن علی کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے دریافت کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا میرے تمام اشارات رایگان گئے ہیں اور ساری عبارتیں یونہی چلی گئی ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں صرف دو رکعتیں آئی ہیں جو ہم نے ایک رات ادا کی تھیں۔

ہارون الرشید کی اہلیہ حضرت زبیدہ بنت جعفر رحمۃ اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ان چار کلمات کے سبب بخش دیا ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اُفْنِی بِهَا عُمْرِی، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَدْخُلُ بِهَا قَبْرِی،

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَخْلُو بِهَا وَحْدِی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَلْقٰی بِهَا رَبِّی

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی کلمہ میں اپنی زندگی ختم کروں گی، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی کلمہ کے ساتھ قبر میں جاؤں گی، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی کلمہ کے ساتھ گوشہ نشین رہوں گی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی کلمہ کے ساتھ اپنے پروردگار سے ملاقات کروں گی''

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا میرے پروردگار نے مجھ پر رحم کرتے ہوئے فرمایا ہے اے بشر! کیا تجھے مجھ سے حیا نہیں آتا؟ تو مجھ سے اس قدر زیادہ ڈرتا تھا۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور ان سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا ہے اور لوگوں کا میری طرف اشارہ کرنا میرے لئے سب سے زیادہ

مضر اور نقصان دہ چیز ثابت ہوئی۔

حضرت ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں ایک ایسا نوجوان دیکھا جس سے زیادہ خوبصورت جوان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں تقویٰ ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا تو کہاں رہتا ہے؟ اس نے کہا ہر غمگین دل میرا مسکن ہے۔ پھر میں نے دوسری سمت توجہ کی تو اس طرف ایک سیاہ عورت کھڑی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں بیماری ہوں۔ میں نے پوچھا تو کہاں رہتی ہے؟ اس نے کہا ہر سرکش اور خوش رہنے والا دل میرا مسکن ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے بیدار ہوتے ہی اپنے نفس کے ساتھ یہ عہد کیا کہ انتہائی غلبہ و مجبوری کے سوا کبھی نہیں ہنسوں گا۔

حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں اس طرح دیکھا گویا کہ شیطان مجھ پر حملہ کر رہا ہے اور میں نے اسے مارنے کے لئے ایک ڈنڈا پکڑا ہوا ہے لیکن وہ اس ڈنڈے سے ڈر نہیں رہا۔ پھر مجھے ہاتف غیبی نے آواز دی کہ یہ مردود اس قسم کے ڈنڈوں سے نہیں ڈرتا بلکہ یہ تو صرف مومن کے دل میں موجود نور سے ڈرتا ہے۔

حضرت مسوحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ابلیس کو خواب میں دیکھا کہ وہ کپڑوں کے بغیر بالکل ننگا چلتا جا رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا کیا تجھے لوگوں سے شرم نہیں آتی؟ اس نے کہا اللہ کی قسم۔ یہ بھی کوئی لوگ ہیں؟ اگر یہ لوگوں میں سے ہوتے تو میں سارا دن ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح بچے گیند کے ساتھ کھیلتے ہیں بلکہ لوگ تو ان کے علاوہ اور بندے ہیں۔ جنہوں نے میرے بدن کو لاغر کر دیا ہے۔ اور اس نے اپنے ہاتھ کے ساتھ ہمارے صوفیاء دوستوں کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں دمشق میں مقیم تھا اور میں نے خواب میں حضور ﷺ کو اس طرح دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سہارے تشریف لا رہے ہیں اور میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے

ہیں۔ میں کوئی اشعار پڑھتے ہوئے آواز نکال کر وجد کے ساتھ اپنے سینے پر ہاتھ مارتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس عمل کا شر اس کی بھلائی سے زیادہ ہے۔

حضرت ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح دیکھا کہ آپ جنت میں یک درخت سے دوسرے درخت کی طرف اڑتے جارہے ہیں اور فرمارہے ہیں:۔

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ (الصافات)

''ایسی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے''۔

میں نے عرض کیا مجھے کچھ نصیحت فرمائیں؟۔ انہوں نے فرمایا لوگوں کے ساتھ جان پہچان کم رکھو۔

حضرت ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبیصہ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ حضرت قبیصہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا:

نَظَرْتُ اِلٰی رَبِّیْ كِفَاحًا فَقَالَ لِی هَنِيْئًا رَضَائِي عَنْكَ يَا ابْنَ سَعِيْدِ

''میں نے اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی طرف دیکھا تو اس نے مجھے فرمایا اے ابن سعید! تجھے میری رضا مبارک ہو''۔

فَقَدْ كُنْتَ قَوَّامًا اِذَا اَظْلَمَ الدُّجٰی بِعَبْرَةِ مُشْتَاقٍ وَّ قَلْبِ عَمِيْدِ

''کیونکہ جب تاریکی چھا جاتی تھی تو تُو صاحب شوق آدمی جیسے آنسوؤں کے ساتھ اور سخت غمگین آدمی جیسے دل کے ساتھ بہت زیادہ قیام کرتا تھا''۔

فَدُوْنَكَ فَاخْتَرْ اَیَّ قَصْرٍ اَرَدْتَّه وَزُرْنِی فَاِنِّی مِنْكَ غَيْرُ بَعِيْدِ

''لہٰذا آگے بڑھو اور جو محل چاہو اپنے لئے منتخب کرلو اور میرا دیدار کرتے رہو کیونکہ میں تم سے دور نہیں ہوں''۔

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے تین دن بعد خواب میں دیکھا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے حساب کی اس قدر چھان بین کی ہے کہ میں بالکل مایوس ہو گیا تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے میری مایوسی کو دیکھا تو اس نے مجھے رحمت میں چھپا لیا۔

بنو عامر قبیلہ کے مجنون یعنی قیس بن ملوح کو موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور اس سے پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے محبت کرنے والوں پر حجت بنا دیا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور ان سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرما دیا ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ ان لوگوں میں ہیں جو ہر روز دو مرتبہ اپنے رب کی بارگاہ میں حضوری کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا گیا اور ان سے ان کے حال کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا فرشتوں نے انتہائی باریک بینی کے ساتھ ہمارا حساب لیا ہے لیکن پھر انہوں نے مجھ پر احسان کرتے ہوئے آزاد کر دیا ہے۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور ان سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کلمہ کی وجہ سے بخش دیا ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہر جنازہ کو دیکھ کر وہی کلمہ پڑھا کرتے تھے اور وہ کلمہ یہ ہے سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِی لَا یَمُوتُ (وہ زندہ رہنے والی پاک ذات ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی)

منقول ہے کہ جس رات حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اسی رات یہ منظر خواب میں دیکھا گیا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور ایک منادی ندا دے رہا

ہے خبردار! حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس حال میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

منقول ہے کہ عمرو بن بحر جاحظ شاعر کو خواب میں دیکھا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے۔ اس نے وصیت کرتے ہوئے کہا:۔

وَلَا تَكْتُبْ بِخَطِّكَ غَيْرَ شَيْءٍ يَسُرُّكَ فِي الْقِيَامَةِ اَنْ تَرَاهُ

''اپنی تحریر میں صرف ایسی چیز لکھو جسے قیامت کے دن دیکھنا تجھے خوشی عطا کرے''۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں ابلیس کو ننگا دیکھا تو آپ نے اسے فرمایا تجھے لوگوں سے حیا نہیں آتا؟ اس نے کہا کیا یہ بھی انسان ہیں؟ انسان تو صرف وہ لوگ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں، جنہوں نے میرے بدن کو ناکارہ کر دیا ہے اور میرا جگر جلا کر رکھ دیا ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جونہی میں بیدار ہوا اور اس مسجد میں گیا تو میں نے لوگوں کی ایک ایسی جماعت دیکھی جو اپنے سر گھٹنوں پر رکھ کر غور و فکر کرنے میں محو تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو انہوں نے مجھے کہا اے جنید! اس خبیث یعنی ابلیس کی بات سے دھوکہ نہ کھانا۔

حضرت نصر اباذی رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد مکہ مکرمہ میں خواب میں دیکھا گیا اور ان سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا پہلے تو مجھے اشراف کی طرح عتاب کیا گیا ہے اور پھر آواز دی گئی ہے اے ابوالقاسم! کیا ملاقات کے بعد پھر جدائی ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا اے ذوالجلال! نہیں۔ پھر مجھے جونہی قبر میں رکھا گیا ہے تو میں اپنے رب سے جاملا ہوں۔

حضرت عتبہ بن ابان غلام رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں ایک حور کو انتہائی حسین و جمیل صورت میں دیکھا۔ اس حور نے ان سے کہا اے عتبہ! میں آپ پر عاشق ہوں اس لیے خیال کرنا کوئی ایسا عمل نہ کرنا جو میرے اور آپ کے درمیان حائل ہو جائے۔ حضرت عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے دنیا کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور اب میں اس کی طرف رجوع

نہیں کر سکتا۔حتیٰ کہ اب میری تجھ ہی سے ملاقات ہوگی۔

منقول ہے کہ حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک گناہگار و نافرمان آدمی کا جنازہ دیکھا تو آپ دروازہ سے اندر ہو گئے تا کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔کسی آدمی نے اس نافرمان کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا معاملہ فرمایا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور کہا کہ میری طرف سے حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کہہ دینا:۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ (الاسراء:100)

"فرمادیجئے اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تب بھی سب خرچ ہو جانے کے خوف سے ہاتھ روک کر رکھتے"۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جس رات حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اسی رات میں نے خواب میں ایک نور دیکھا نیز فرشتوں کو زمین پر اترتے ہوئے اور اوپر چڑھتے ہوئے دیکھا۔میں نے فرشتوں سے پوچھا یہ کون سی رات ہے؟ فرشتوں نے کہا اس رات حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا ہے اور ان کی روح کی آمد کے استقبال کے لئے جنت سجائی گئی ہے۔حضرت ابو سعید شحام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سہل صعلوکی رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا شیخ! انہوں نے فرمایا شیخ کہنا چھوڑ دو۔پھر میں نے پوچھا میں نے آپ کی ذات میں جو احوال مشاہدہ کیے تھے وہ کہاں ہیں۔آپ نے فرمایا انہوں نے ہمیں کچھ فائدہ نہیں دیا پھر میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے۔انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ان مسائل کی وجہ سے بخش دیا ہے جو عوام الناس مجھ سے پوچھا کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر رشیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت محمد طوسی معلم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھے فرمایا ابو سعید! ہماری طرف سے صفار مؤدب رحمۃ

اللہ علیہ سے کہہ دینا:۔

وَكُنَّا عَلٰى اَن لَّانَحُولَ عَنِ الْهَوىٰ فَقَدْ وَحَيَاةِ الْحُبِّ حُلْتُم وَمَا حُلْنَا

''ہم تو اس بات کے عادی تھے کہ اپنی محبت سے نہ بدلیں۔ محبت کی زندگی کی قسم! تم لوگ بدل گئے ہو اور ہم آج بھی نہیں بدلے''۔

فرماتے ہیں میں نے بیدار ہوتے ہی یہ بات حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیان کی تو انہوں نے فرمایا میں ہر جمعۃ المبارک کے دن ان کی قبر کی زیارت کیا کرتا ہوں اور اس جمعۃ المبارک حاضری نہیں دے سکا۔

حضرت ابنِ راشد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے دریافت کیا کیا آپ وصال نہیں فرما گئے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری اس طرح بخشش فرمائی ہے کہ وہ میرے سارے گناہوں پر چھا گئی ہے۔ پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا وہ تو ایک قابلِ تعریف انسان ہیں وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی ہے:۔

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ

(النساء:69)

''ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین''۔

حضرت ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے دریافت کیا اے ابوعبداللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سونے کی کرسی پر بٹھا کر مجھ پر انتہائی نرم و نازک اور قیمتی موتی نچھاور فرمائے ہیں۔

جس رات حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اسی رات ان کے شاگردوں

میں سے ایک شاگرد نے کسی منادی کو ان الفاظ کے ساتھ ندا دیتے ہوئے دیکھا۔

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ

......الحسن البصری علیٰ اھل زمانه

"بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان والوں پر (اور حسن بصری کو اپنے زمانیوالوں پر چن لیا ہے)"۔

یعنی وہ منادی عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ کے بعد واصطفی الحسن البصری علی اھل زمانه کے الفاظ کا اضافہ کررہا تھا۔

حضرت ابو یعقوب قاری دقیقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں ایک آدمی دیکھا جس کا رنگ گندم گوں اور قد مبارک طویل تھا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے ہیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں فوراً آپ رضی اللہ عنہ کے قریب ہو گیا اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے مجھے نصیحت فرمایئے۔ لیکن وہ میری بات سن کر چیں بہ چیں ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ہدائت کی طلب رکھنے والا ہوں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو صراطِ مستقیم پر رکھے میری راہنمائی فرمائیں۔ انہوں نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اللہ تعالیٰ سے محبت کی صورت میں اس کی رحمت کا پیچھا کرو، اس کی نافرمانی کے وقت اس کے عذاب سے ڈرو اور ان دونوں کے درمیان میں اس سے اپنی امید نہ توڑو۔ پھر آپ منہ پھیر کر چل دیے اور میں وہیں کھڑا رہا۔

حضرت ابو بکر بن ابی مریم غسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ورقاء بن بشر حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے دریافت کیا اے ورقاء! آپ کے ساتھ کیا گزری ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے بڑی سخت کوشش کے بعد کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ پھر میں نے پوچھا آپ نے سب سے بہتر عمل کون سا پایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا۔

حضرت یزید بن نعامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بصرہ میں طاعون کی عام وبا میں ایک لونڈی ہلاک ہوگئی اور اس کے وصال کے بعد اس کے والد نے اسے خواب میں دیکھا اور اس نے کہا بیٹی! مجھے آخرت کے متعلق کچھ بتاؤ؟ اس نے کہا اے والدِ محترم! ہم ایک بہت بڑے امر پر آپڑے ہیں۔ ہمیں علم ہوگیا ہے لیکن اب ہم عمل نہیں کر سکتے۔ جب کہ تم عمل کر سکتے ہو۔ لیکن تمہیں ابھی علم نہیں ہوا۔ اللہ کی قسم! ایک یا دو تسبیحات یا ایک یا دو رکعتیں میرے نامۂ اعمال میں ہونا میرے لئے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔

حضرت عتبہ غلام رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ساتھی حضرت قدامہ بن عیوب عنکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں اس دعا کی وجہ سے جنت میں پہنچ گیا ہوں جو تمہارے گھر میں لکھی ہوئی ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں صبح اٹھتے ہی اپنے گھر آیا تو گھر کی دیوار پر حضرت عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کی یہ تحریر موجود تھی:۔

يَا هَادِيَ الْمُضِلِّينَ وَيَارَاحِمَ الْمُذْنِبِينَ وَيَامُقِيلَ عَثَرَاتِ الْعَاثِرِينَ اِرْحَمْ عَبْدَكَ ذَا الْخَطَرِ الْعَظِيمِ وَالْمُسْلِمِينَ كُلِّهِمْ اَجْمَعِينَ وَاجْعَلْنَا مَعَ الْاَحْيَاءِ الْمَرْزُوقِينَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔

"اے گمراہوں کے ہادی، اے گناہ گاروں پر رحم فرمانے والے اور ٹھوکر کھانے والوں کی لغزشوں سے درگزر فرمانے والے اپنے اس بندے پر رحم فرما جو بہت بڑے خطرے سے دوچار ہے۔ اور تمام کے تمام مسلمانوں پر رحم فرما اور ہمیں رزق دیئے ہوئے ان زندہ لوگوں کے ساتھ فرما جن پر تو نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ آمین یارب العالمین۔"

حضرت موسیٰ بن حماد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ایک کھجور سے دوسری کھجور کی طرف اور ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف اُڑ رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا اے ابو عبداللہ! آپ نے یہ مقام کیسے پایا ہے؟ انہوں نے فرمایا تقویٰ کے ذریعے۔ میں نے پوچھا حضرت علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ اتنی بلندی پر ہیں کہ ہمیں اس طرح دکھائی دیتے ہیں جس طرح تم لوگوں کو آسمان پر ستارے نظر آتے ہیں۔

تابعین میں سے ایک تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے نصیحت فرمائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بہت اچھا۔ یاد رکھو جو آدمی نقصان کی تلاش نہیں کرتا وہ نقصان میں ہے اور جو آدمی نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ان دنوں ایک ایسا معاملہ آپڑا جس نے مجھے بہت زیادہ دکھی کر دیا اور تکلیف میں مبتلا کر دیا اور اس معاملہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر نہیں ہے گزشتہ رات کا واقعہ ہے کہ میرے پاس خواب میں ایک آدمی آیا ہے اس نے مجھے کہا ہے اے محمد بن ادریس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح دعا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِی نَفْعًا وَّ لَا مَوتًا وَّلَا حَیَاۃً وَّلَا نُشُورًا وَّ لَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ آخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَنِی وَلَا اَتَّقِی اِلَّا مَا وَقَیْتَنِی اَللّٰهُمَّ فَوَفِّقْنِی لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ فِی عَافِیَۃٍ

"اے اللہ! بے شک میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع وضرر، موت وزندگی اور موت کے بعد اُٹھنے کا مالک نہیں ہوں۔ میں صرف وہی کچھ لینے کی استطاعت رکھتا ہوں جو تو مجھے عطا کرے۔ اور صرف اسی سے بچ سکتا ہوں جس سے تو مجھے بچائے۔ اے اللہ! مجھے عافیت میں ایسے قول اور عمل کی توفیق عطا فرما جسے تو پسند فرماتا ہے

اور جس پر تو راضی ہے"۔

فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں نے پھر یہی دعا کی اور جب دن چڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے میرا مطلوب عطا فرما دیا۔ اور میں جس معاملہ میں گھرا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اس سے خلاصی کا راستہ آسان فرما دیا۔ چنانچہ تم پر لازم ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہی دعا کیا کرو اور اس سے غافل نہ ہونا۔

غرضیکہ یہ چند مکاشفات ہیں جو مردوں کے احوال اور اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے اعمال پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہم صور پھونکے جانے کی ابتداء سے لے کر جنت یا دوزخ میں آخری ٹھکانے تک مردوں کو درپیش آنے والے تمام احوال بیان کریں گے۔

والحمد للہ حمد الشاکرین

دوسرا حصہ

صور پھونکے جانے سے لے کر جنت یا دوزخ میں ٹھکانہ کرنے تک جملہ احوال اور خطرات کی تفصیل

اس حصہ میں درج ذیل مضامین بیان ہوں گے :۔

(۱) نفخہ صور (۲) میدانِ محشر اور اہلِ محشر کی کیفیت (۳) اہلِ محشر کے پسینہ کی کیفیت (۴) قیامت کے دن کی طوالت کی کیفیت (۵) روزِ قیامت اور اس کی ہولناکیوں کی کیفیت نیز قیامت کے مختلف اسماء (۶) گناہوں کے متعلق پوچھ گچھ کی کیفیت (۷) میزان کی کیفیت (۸) جھگڑا کرنے والوں اور حقوق لوٹانے کی کیفیت (۹) پل صراط کی کیفیت (۱۰) شفاعت کا بیان (۱۱) حوضِ کوثر کا بیان (۱۲) جہنم، اس کے غم، عذاب، سانپ اور بچھو (۱۳) جنت اور اس کی نعمتوں کی اقسام، جنتوں کی تعداد نیز اس کے دروازے اور بالاخانے (۱۴) جنت کے باغات، نہریں اور درخت (۱۵) جنتیوں کا لباس اور ان کے بچھونے اور پلنگ (۱۶) جنتیوں کے کھانے کی کیفیت (۱۷) حور عین اور غلمان (۱۸) اللہ تعالیٰ کے دیدار کی کیفیت (۱۹) رحمتِ الٰہی کی وسعت۔ اور اسی کے ساتھ ہماری یہ کتاب مکمل ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

نفخہ صور

گزشتہ ابواب میں آپ سکرات موت کے سلسلہ میں میت کو پیش آنے والے احوال اور خوفِ عاقبت کے سلسلہ میں اس کے خطرہ کی شدت کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ نیز میت کا قبر کی تاریکیوں اور کیڑوں مکوڑوں کا سامنا کرنے کا معاملہ پھر منکر و نکیر اور ان کے سوال کا سامنا کرنے کا مرحلہ پھر اگر وہ آدمی مغضوب علیہ ہے تو اس کا قبر کے عذاب اور خطرات کو برداشت کرنے کا معاملہ بخوبی جان چکے ہیں۔ اور ان سب سے کئی گنا بڑے اور ہولناک دہ

خطرات ہیں جو ان مراحل کے بعد میت کو درپیش آنے والے ہیں۔ جیسے نفخۂ صور، یوم نشور کے دن اٹھنا، جبار ذات کی عدالت میں پیش ہونا، قلیل وکثیر سب کچھ کے متعلق سوال ہونا، اعمال کی مقداریں جاننے کے لئے میزان کا لگایا جانا۔ پھر بال سے زیادہ باریک اور تیز دھار پل صراط سے گزرنا اور پھر اعمال کے فیصلہ کے وقت سعادت یا شقاوت والی ندا کا انتظار کرنا وغیرہ۔

چنانچہ تمہارے لئے ان احوال اور ہولناکیوں کی پہچان اور معرفت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور پھر جزم ویقین کے ساتھ ان پر ایمان لانا لازم ہے۔ پھر ان کے متعلق طویل غور وفکر کرنا ضروری ہے تاکہ تمہارے دل میں ان کے لئے تیاری کرنے کے دواعی اٹھ کھڑے ہوں۔ لیکن اکثر لوگوں کا آخرت پر ایمان ان کے دلوں کی گہرائیوں میں داخل نہیں اور نہ ہی ان کے دلوں میں متمکن ہوا ہے۔ ہمارے اس دعویٰ پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ لوگ موسم گرما کی گرمی اور موسم سرما کی سردی کے لیے بڑی شدت کے ساتھ انتظام اور تیاری کرتے ہیں جب کہ وہی لوگ جہنم کی گرمی اور سردی کے لئے تیاری کرنے میں بہت سستی کرتے ہیں جہاں پر لوگوں کو سختیوں اور ہولناکیوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہوگا۔

بلکہ جب اکثر لوگوں سے روزِ آخرت کے متعلق پوچھا جائے تو ان کی زبانوں پر آخرت کی بات ہوتی ہے لیکن ان کے دل پھر بھی آخرت سے غافل ہوتے ہیں۔ حالانکہ جس آدمی کو یہ خبر دی جائے کہ تیرے سامنے رکھا ہوا کھانا زہر آلود ہے اور وہ خبر دینے والے کو کہے تو سچ کہہ رہا ہے اور پھر اسے کھانے کے لئے ہاتھ بھی آگے بڑھا دے تو وہ زبان کے ساتھ مخبر کو سچا کہنے والا ہے اور اپنے عمل کے ساتھ اس کو جھوٹا کہہ رہا ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ عمل کے ساتھ جھٹلانا، زبان کے ساتھ جھٹلانے سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ شَتَمَنِي ابْنُ آدَمَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ اَنْ يَّشْتَمَنِي وَكَذَّبَنِيَ وَمَايَنْبَغِي لَهُ اَنْ يُّكَذِّبَنِي اَمَّا شَتْمُهُ اِيَّايَ فَيَقُوْلُ اِنَّ لِي

وَلَدًا وَّ اَمَّا تکذِیبُہُ فَقَولُہُ لَن یُّعِیدَنِی کَمَا بَدَانِی

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ابنِ آدم نے مجھے گالی دی ہے حالانکہ اسے مجھ کو گالی نہیں دینی چاہئے تھی اور اس نے مجھے جھٹلایا ہے حالانکہ اسے مجھ کو جھٹلانا نہیں چاہئے تھا۔ اس کی مجھے گالی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس طرح پہلے پیدا فرمایا ہے اس طرح مجھے کبھی دوبارہ پیدا نہیں کرے گا"۔

قیامت کے دن اٹھائے جانے اور زندہ کئے جانے پر لوگوں کے یقین اور تصدیق کی قوت میں کمزوری کی وجہ یہ ہے کہ اس دنیا میں ان جیسے امور کو بہت کم سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اگر ایک انسان زندگی بھر حیوانات کی پیدائش کا عمل اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہ کرے اور اچانک اسے بتایا جائے کہ بے شک ایک صانع و خالق گندے نطفہ سے اس قسم کا آدمی بناتا ہے جو عاقل، متکلم اور متصرف ہوتا ہے تو اس کا دل اس قسم کے انسان کی پیدائش کی تصدیق کرنے سے بہت سختی کے ساتھ انکار کر دے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾

"کیا انسان نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے ایک نطفہ سے پیدا کیا ہے پھر وہ کھلے طور پر سخت جھگڑالو بن گیا" (یاسین)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ (القیامہ)

"کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے بے کار بغیر حساب و کتاب کے چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ اپنی ابتدا میں منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو عورت کے رحم میں ٹپکا دیا جاتا ہے۔ پھر اس سے لوتھڑا بنا۔ پھر اللہ نے اسے بنایا اور اعضاء درست کئے۔ پھر اس نطفہ

سے دو قسمیں بنائیں مرد اور عورتیں"۔

اگرچہ آدمی کی تخلیق میں بے شمار عجائبات موجود ہیں اور اس کے اعضاء ترکیب میں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں لیکن اس کے باوجود قیامت کے دن انسان کے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے میں اس کی زندگی کے عجائبات سے کہیں زیادہ عجائبات ہیں۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی صنعت و کاریگری اور قدرت میں ان عجائبات کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا کس طرح انکار کرسکتا ہے؟ چنانچہ اگر تمہارے ایمان میں کسی قسم کی کمزوری اور ضعف ہو تو تم اپنی پہلی پیدائش میں غور و فکر کے ذریعے ایمان کو مضبوط کرلو۔ کیونکہ دوسری بار زندہ ہونا بھی اسی کی مانند ہوگا اور پہلی پیدائش سے زیادہ آسان ہے۔ اور اگر قیامت کے دن زندہ ہونے پر تمہارا یقین اور ایمان قوی ہے تو پھر تم اپنے دل میں ان خوفوں اور خطروں کی فکر کرو اور ان میں بہت زیادہ تفکر اور غور کرو۔ تاکہ تمہارے دل سے راحت اور قرار سلب ہو جائے اور تم جبار ذات کے سامنے پیشگی کے لئے تیاری کرنے میں مشغول ہو جاؤ۔ سب سے پہلے تم نفخہ صور کی شدت میں غور و فکر کرو جو قبروں کے ساکنین کی سماعت کو کھٹکھٹائے گی۔ کیونکہ یہ ایک ایسی چیخ ہوگی جس کے ساتھ مردوں کے سروں سے قبریں خود بخود کھل جائیں گی اور وہ یکبارگی اپنی قبروں سے باہر کود پڑیں گے۔

تم اپنے متعلق یہ فرض کرو کہ تم اس حال میں اپنی قبر سے باہر کودو گے کہ تمہارے چہرے کی رنگت متغیر ہوگی، چوٹی سے لیکر پاؤں تک تمہارا سارا بدن غبار آلود ہوگا، چیخ و پکار کی شدت کی وجہ سے تم مبہوت اور ششدر ہو گے اور تمہاری آنکھیں اس آواز کی طرف لگی ہوں گی۔ تمہارے ساتھ ہی ساری مخلوق یکبارگی ان قبروں سے باہر نکل پڑے گی جن میں انہوں نے طویل مصیبت جھیلی ہوگی اور ان کو فکروں اور غموں نے نیز اپنے معاملہ کے انجام کی انتظار کی شدت کے ساتھ گھبراہٹ اور رعب نے مزید بے قرار کر دیا ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ

شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝۶۸ (الزمر)

"اور پھونکا جائے گا صور، پس غش کھا کر گر پڑے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے بجز ان کے جنہیں اللہ چاہے گا (کہ بے ہوش نہ ہوں) پھر دوبارہ (جب) اس میں صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے ہو کر (حیرت سے) دیکھنے لگ جائیں گے"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ ۝۸ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝۹ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝۱۰ (المدثر)

"پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن بڑا سخت دن ہوگا۔ کفار پر آسان نہ ہوگا"۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۸ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝۴۹ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَاۤ اِلٰۤى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۵۰ وَ نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝۵۱ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۲ (یاسین)

"اور کافر کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو (تو اس کا مقررہ وقت بتا دو) یہ (ناہجار) نہیں انتظار کر رہے مگر اس ایک گرج کا جو (اچانک) انہیں دبوچ لے گی۔ جب وہ بحث مباحثہ کر رہے ہوں گے پس نہ وہ (اس وقت) کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آ سکیں گے اور (دوبارہ جب) صور پھونکا جائے گا تو فوراً وہ اپنی قبروں سے نکل نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے جانے لگیں گے (اس وقت) کہیں گے ہائے ہم برباد ہو گئے کس نے ہمیں اٹھا کھڑا کیا ہے ہماری خواب گاہ سے۔ یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ فرمایا

تھا اور سچ کہا تھا (اس کے) رسولوں نے"۔

اگر مرنے والوں کے سامنے صرف اسی نفخۂ صور کی گھبراہٹ اور شدت ہی ہو تو یہ اس لائق ہے کہ اس سے بچا جائے کیونکہ یہ ایک ایسا نفخہ اور چیخ ہوگی جس کے سبب زمین و آسمان میں موجود سب مر جائیں گے صرف وہ زندہ رہ سکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور وہ صرف چند ملائکہ ہوں گے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا:

كَيْفَ اَنْعَمُ وَ صَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِالْتَقَمَ الْقَرْنَ وَحَنِىَ الْجَبْهَةَ وَ اَصْغٰى بِالْاُذُنِ يَنْتَظِرُ مَتٰى يُؤْمَرُ فَيَنْفُخُ

"مجھ پر تروتازگی کیسے آئے جب کہ صور پھونکنے والے یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام نے قرن منہ میں لے رکھا ہے، اپنی پیشانی ٹیڑھی کر کے کان حکمِ الٰہی کی طرف لگائے ہوئے ہیں اور وہ انتظار کر رہا ہے کہ کب حکم ملے اور صور پھونک دے"۔

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صور ایک قرن یعنی سینگ ہے اور اس کی کیفیت یوں ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے اپنا منہ قرن پر رکھا ہوا ہے جو ایک بگل کی شکل میں ہے۔ اس قرن کے سر کا دائرہ زمین و آسمان کی چوڑائی کے برابر ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام عرش کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہوئے اس انتظار میں ہیں کہ ان کو کب حکم ملے اور وہ پہلا صور پھونک دیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جب پہلا صور پھونکیں گے تو زمین و آسمان میں موجود ہر ذی روح مخلوق پر صاعقہ طاری ہو جائے گا یعنی شدتِ خوف سے ہر حیوان مر جائے گا مگر جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ زندہ رہیں گے اور وہ حضرت جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت علیہ السلام ہیں۔ پھر ملک الموت کو حضرت جبریل علیہ السلام کی روح قبض کرنے کا حکم ہوگا پھر حضرت میکائیل علیہ السلام اور پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام کی روح قبض کرنے کا حکم ہوگا۔ پھر ملک الموت کو حکم ہوگا اور وہ خود بھی مر جائے گا۔ اس نفخۂ اولیٰ کے بعد مخلوق چالیس برس تک عالمِ برزخ میں یوں ہی

پڑی رہے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرما کر اسے دوسرا صور پھونکنے کا حکم فرمائے گا اور اسی کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:۔

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿٦٨﴾ (الزمر)

"پھر دوبارہ (جب) اس میں پھونکا جائے گا تو وہ اچانک کھڑے ہو کر (حیرت سے) دیکھنے لگ جائیں گے"۔

یعنی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اٹھائے جانے کے منظر کو دیکھنے لگ جائیں گے

ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

حِينَ بُعِثَ اِلَيَّ بُعِثَ اِلٰى صَاحِبِ الصُّورِ فَاهْوٰى بِهٖ اِلٰى فِيهِ وَ قَدَّمَ رِجلًا وَّ آخَرَ اُخْرٰى يَنتَظِرُ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ اَلَا فَاتَّقُوا النَّفْخَةَ

"جب اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے صور پھونکنے والے (یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام) کی طرف بھی حکم بھیج دیا اسی وقت سے اس نے قرن اپنے منہ میں رکھ لیا ہے۔ اپنا ایک پاؤں آگے اور دوسرا پیچھے رکھا ہوا ہے اور وہ ہر لحہ محو انتظار ہے کہ اسے کب صور پھونکنے کا حکم ملے۔ خبردار! نفخۂ صور سے ڈرتے رہو"۔

اس صعقہ کے خوف سے اور اپنے متعلق شقاوت یا سعادت کے فیصلہ کی انتظار میں قبروں سے اٹھائے جانے کے وقت تم ساری مخلوق، اس کی ذلت، شکستہ دلی اور عاجزی کے متعلق ذرا غور وفکر کرو۔ اور تم بھی ان لوگوں میں ہو گے اور ان کی طرح شکستہ دل اور حیران و پریشان ہو گے۔ بلکہ اگر تم دنیا میں خوشگوار زندگی گزارنے والوں اور آسودہ حال مالداروں میں سے تھے تو اس دن روئے زمین کے بادشاہ تمام اہلِ زمین سے زیادہ ذلیل، گھٹیا اور حقیر ہوں گے اور چیونٹیوں کی طرح پاؤں تلے کچلے جا رہے ہوں گے۔ اس وقت وحشی جانور سروں کو جھکائے ہوئے، وحشت کے باوجود مخلوق کے ساتھ خلط ملط ہو کر یوم نشور کے لئے

مطیع و فرمانبردار ہو کر نکل آئیں گے۔ اور ان کی اس طرح حالت کسی گناہ کی وجہ سے نہیں ہو گی بلکہ صعقہ کی شدت اور نفخہ کا غم ان کو اکٹھا کر دے گا۔ اور ان کو مخلوق سے بھاگنے اور ان سے ڈرنے سے غافل کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک بھی یہی ہے:۔

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝ (التکویر)

''اور جب وحشی جانور یکجا کر دیئے جائیں گے''۔

اسی طرح سرکش شیاطین اپنی سرکشی اور تکبر کے باوجود میدانِ محشر میں پیش ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے درجِ ذیل فرمان کی تصدیق کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشگی کی ہیبت سے ڈرتے ہوئے اطاعت اور فرمانبرداری کر رہے ہوں گے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝۶۸

''سو (اے محبوب) تیرے رب کی قسم! ہم جمع کریں گے انہیں بھی اور شیطانوں کو بھی۔ پھر حاضر کریں گے ان سب کو جہنم کے اردگرد کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے''۔ (مریم)

چنانچہ تم اس بات میں غور کرو کہ وہاں پر تیرا اور تیرے دل کا کیا حال ہو گا؟

میدانِ محشر اور اہلِ محشر کی کیفیت

پھر غور کرو کہ قبروں سے اٹھائے جانے اور زندہ کئے جانے کے بعد لوگوں کو کس طرح ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ میدانِ محشر کی طرف ہانکا جائے گا جو ایک سفید چٹیل ہموار میدان ہے جس میں تجھے کوئی اونچ نیچ اور ایسا ٹیلہ نظر نہیں آئے گا جس کے پیچھے انسان چھپ سکے اور نہ کوئی گڑھا نظر آئے گا کہ انسان لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے بلکہ وہ انتہائی وسیع میدان ہے جس کے مختلف حصوں میں کوئی تفاوت نہیں۔ لوگوں کو گروہ در گروہ اس میدان کی طرف ہانکا جائے گا۔ پاک ہے وہ ذات جو زمین کے جملہ اطراف میں موجود مختلف قسم کی مخلوق کو ایک میدان میں اکٹھا فرما دے گی۔ انہیں راجفہ یعنی پہلے نفخہ کے ساتھ ہانکے گی اور راجفہ کے پیچھے پیچھے رادفہ یعنی دوسرا نفخہ ہو گا۔ الراجفہ سے مراد پہلا نفخہ اور

الرادفہ سے مراد دوسرا نفحہ ہے۔ ہمارے ان دلوں پر لازم ہے کہ اس دن مضطرب ہو کر دھڑکنے لگیں اور آنکھوں پر لازم ہے کہ خوف سے جھکی رہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى اَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا مُعْلَمٌ لِاَحَدٍ

"قیامت کے دن لوگوں کو مٹالی اور سفید زمین پر اٹھایا جائے گا جو چھنے ہوئے آٹے کی چپاتی کی مانند صاف شفاف ہو گی جس میں کسی کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہو گی"۔

راوی فرماتے ہیں العفرۃ ایسی سفیدی کو کہتے ہیں جو خالص نہ ہو۔ النقی سے مراد یہ ہے کہ اس میں چھلکا اور چھان نہ ہو۔ اور مُعْلَم کا معنی ہے کہ اس میں چھپنے کے لئے کوئی عمارت اور دیکھنے والے کی نگاہوں کو مایوس پھیرنے کے لئے کوئی اونچ نیچ نہ ہو۔

تم یہ گمان نہ کرو کہ محشر کی زمین ہماری اس دنیا کی زمین کی مثل ہو گی۔ بلکہ یہ زمین صرف نام میں اسکے مساوی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (ابراہیم:48)

"یاد کرو اس دن کو جب بدل دی جائے گی یہ زمین دوسری (قسم کی) زمین سے اور آسمان بھی (بدل دیئے جائیں گے)"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس زمین میں کمی و بیشی کر دی جائے گی (یعنی موجودہ زمین کو بالکل اسی کی مانند زمین سے نہیں بدلا جائے گا)۔ اس زمین کے درخت، پہاڑ، وادیاں اور اس میں موجود باقی تمام چیزیں ختم ہو جائیں گی اور اسے عکاظی یعنی عکاظ بازار میں فروخت ہونے والے چمڑے کی مانند پھیلا دیا جائے گا۔ وہ زمین چاندی کی مانند بالکل سفید ہو گی۔ جس پر نہ خون بہایا گیا ہو گا اور نہ ہی کوئی گناہ ہوا ہو گا۔ نیز آسمانوں کا سورج، چاند اور ستارے بھی ختم ہو جائیں گے۔

اے مسکین! تم اس دن کے خوف اور شدت میں غور کرو؟ کیونکہ جب مخلوقِ خدا اس میدان میں جمع ہو جائے گی تو اوپر سے ستارے بکھر جائیں گے، سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے اپنے ان چراغوں کے بجھنے کی وجہ سے زمین پر تاریکی چھا جائے گی۔ لوگ اس تاریکی میں کھڑے ہوں گے۔ اسی دوران ان کے سروں پر آسمان گھومنے لگے گا اور پانچ سو سال کی مسافت کے برابر موٹائی اور سختی ہونے کے باوجود آسمان پھٹ جائے گا۔ جب کہ فرشتے اس کے کناروں اور کونوں پر کھڑے ہوں گے۔ پھر اس کے پھٹنے کی آواز سے تیرے کانوں میں کس قدر خوف پیدا ہوگا۔ جس دن آسمان اپنی مضبوطی اور سختی کے باوجود پھٹے گا اس دن تجھ پر کس قدر ہیبت طاری ہوگی؟۔ پھر یہ پگھلی ہوئی چاندی کی مانند جاری ہو کر بہنے لگے گا۔ اس چاندی کی مانند جس میں زردی کی آمیزش ہوتی ہے اور پھر رنگے ہوئے چمڑے کی مانند سرخ ہو جائے گا اور پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہو جائے گا۔ اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے اور لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی مانند بکھر جائیں گے اور وہ ننگے پاؤں اور ننگے بدن چل رہے ہوں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

''لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ اٹھایا جائے گا۔ پسینے نے ان کو لگام دے رکھی ہوں گی اور وہ کانوں کی لو تک پہنچا ہوا ہوگا''۔ اس حدیث پاک کو روایت کرنے والی حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کتنی شرمناک بات ہوگی کہ ہم میں سے بعض، بعض کی طرف دیکھتے ہوں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا لوگوں کو اپنی حالت اس بات سے غافل کر دے گی کہ کسی دوسرے کی طرف نظر اٹھا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ (عبس)

''ہر شخص کو ان میں سے اس دن ایسی فکر لاحق ہوگی جو اسے (سب سے) بے پرواہ کر دے گی''۔

غرضیکہ وہ دن کتنا سخت ہوگا جس دن لوگوں کے ستر ننگے ہوں گے لیکن اس کے باوجود

وہ دوسروں کی نظروں اور التفات سے مامون ہوں گے اور لوگ ایک دوسرے کی طرف نظر کس طرح کر سکیں گے۔ جبکہ بعض بندے پیٹ اور منہ کے بل چل رہے ہوں گے اور ان میں دوسروں کی طرف توجہ کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"قیامت کے دن لوگوں کو تین اصناف میں اٹھایا جائے گا۔ سوار، پیدل اور مونہوں کے بل۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوگ منہ کے بل کیسے چلیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس رب تعالیٰ نے ان کو پاؤں کے بل چلایا ہے وہ ان کو مونہوں کے بل چلانے پر بھی قادر ہے"۔

آدمی کی یہ فطرت ہے کہ یہ جس چیز سے مانوس نہ ہو اس سے انکار کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر انسان نے سانپ کو برق رفتاری کے ساتھ پیٹ کے بل چلتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو یہ یقیناً پاؤں کے بغیر چلنے کے امکان سے انکار کر دیتا۔ اور جس آدمی نے پاؤں کے ساتھ چلنے کا مشاہدہ نہ کیا ہو وہ پاؤں کے ساتھ چلنے کا بھی انکار کر دے گا۔ لہٰذا قیامت کے دن کے عجائبات میں سے کسی چیز کا بھی اس وجہ سے انکار کرنے سے اجتناب کرو کہ وہ دنیا میں موجود چیز کے قیاس کے مخالف ہے۔ کیونکہ اگر تو نے دنیا کے عجائبات کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا اور مشاہدہ سے پہلے یہ سب عجائبات تمہارے سامنے پیش کیے جاتے تو تم یقیناً بڑی شدومد کے ساتھ ان کا انکار کر دیتے۔ غرضیکہ تم اپنے دل میں اپنی وہ صورت لاؤ جب تم ننگے بدن، بے پردہ، ذلیل، دھتکارے ہوئے، متحیر اور پریشان کھڑے ہو کر اپنے متعلق سعادت یا شقاوت کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ تم اس حال کو بہت عظیم سمجھو کیونکہ وہ ایک عظیم حالت ہوگی۔

اہلِ محشر کے پسینہ کی کیفیت

پھر تم ساری مخلوق کی بھیڑ اور اجتماع میں غور وفکر کرو۔ حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے فرشتے، جنات، انسان، شیاطین، وحشی جانور، درندے اور پرندے اس میدان میں بھیڑ کیے ہوئے ہوں گے، ان کے سروں پر سورج پوری آب وتاب کے ساتھ

چمک رہا ہوگا۔ اس کی حرارت کئی گنا زیادہ ہو جائے گی اور یہ اپنی نرمی کے معاملہ سے بالکل بدل جائے گا۔ حتیٰ کہ سورج دو قوسوں کے برابر عالمین کے سروں کے قریب ہوگا اور زمین پر رب العالمین کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ اور وہ سایہ صرف مقربین کو ملے گا غرضیکہ کوئی عرش کے سائے میں ہوگا اور کوئی سورج کی گرمی جھیل رہا ہوگا جس کو سورج خوب گرمی پہنچائے گا اور اس کی تیزی کی وجہ سے اس کا کرب اور غم مزید بڑھ جائے گا۔ پھر مخلوق ایک دوسرے کو دھکے دے گی۔ سخت بھیڑ اور پاؤں پر پاؤں آنے کے سبب ایک دوسرے کو دھکیلتے جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ آسمانوں کے جبار رب کے سامنے پیشگی کے وقت اپنے جرائم اور برائیاں ظاہر ہونے اور رسوائی ہونے کی وجہ سے شدت حیا اور خجالت کا سامنا بھی ہوگا۔ غرضیکہ سورج کی گرمی، سانسوں کی گرمی اور حیا وخوف کی آگ کے ساتھ دلوں کے جلنے کی گرمی اکٹھی ہو جائے گی اور انسان کے بدن پر موجود ہر بال کی جڑ سے پسینہ جاری ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ انسانوں کا پسینہ قیامت کی زمین پر بہنا شروع ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کے مقام و مرتبہ کے مطابق ان کے بدنوں پر بلند ہونے لگے گا۔ بعض بندوں کے گھٹنوں تک، بعضوں کی کوکھ تک، بعض لوگوں کے کانوں کی لو تک پہنچے گا اور بعض لوگ پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ حَتّٰى يَغِيبُ اَحَدُهُم فِي رَشْحِهٖ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ

”جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے حتیٰ کہ ان میں سے ایک آدمی اپنے کانوں کے نصف تک اپنے پسینے میں ڈوبا ہوگا“۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَذْهَبُ عَرَقُهُمْ فِي الْاَرْضِ سَبْعِينَ بَاعاً وَيُلْجِمُهُمْ وَيَبْلُغُ آذَانَهُمْ

"قیامت کے دن لوگوں کو اس قدر پسینہ آئے گا کہ ان کا پسینہ ستر گز تک زمین میں چلا جائے گا اور ان کو منہ میں لگام دے گا اور ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا"۔

حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہا نے صحیحین میں اسی طرح روایت فرمایا ہے۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:۔

قِیَامًا شَاخِصَةً اَبْصَارُهُم اَرْبَعِينَ سَنَةً اِلَى السَّمَاءِ فَيُلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ مِنْ شِدَّةِ الْكَرْبِ

"لوگ چالیس سال تک آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے کھڑے رہیں گے اور اس تکلیف کی شدت کی وجہ سے پسینہ انہیں لگام دے دے گا"۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"قیامت کے دن سورج زمین کے بالکل قریب ہوگا اور لوگوں کے بدنوں سے پسینہ بہنا شروع ہو جائے گا۔ بعض لوگوں کا پسینہ ان کی ایڑیوں تک، بعض بندوں کی نصف پنڈلیوں تک، بعض لوگوں کے گھٹنوں تک، بعض لوگوں کی رانوں تک، بعض لوگوں کے کولہوں تک اور بعض بندوں کے منہ تک پہنچا ہوگا۔ اور حضور ﷺ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ منہ کو لگام دے گا اور بعض بندوں کو اپنے اندر چھپا لے گا۔ اور آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سر پر رکھا"۔

اے مسکین! تم اہلِ محشر کے پسینے اور ان کی تکلیف کی شدت میں غور وفکر کر۔ ان میں سے کئی آدمی پکارتے ہوئے عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس کرب وانتظار سے نجات عطا فرما۔ اگرچہ دوزخ میں ہی بھیج دے۔

یہ سب کچھ حساب وکتاب اور عذاب کے مراحل سے پہلے ہوگا۔ اور تو بھی ان لوگوں میں سے ایک ہوگا۔ اور تمہیں خبر نہیں کہ تیرا پسینہ تیرے بدن پر کہاں تک پہنچے گا۔

یاد رکھو! ہر وہ پسینہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں حج، جہاد، روزہ اور قیام کی تھکاوٹ، کسی مسلمان کی ضرورت کو پورا کرنے کے تردد اور امر بالمعروف ونہی عنِ المنکر کی مشقت

برداشت کرنے کے ذریعے انسان کے بدن نہ نکلے اسے قیامت کے میدان میں حیا اور خوف نکال دے گا۔ اور اس میں ایک طویل مشقت اور مصیبت برداشت کرنا ہوگی۔ اگر ایک آدمی جہالت اور شیطان کے دھوکہ سے محفوظ ہو تو اسے یہ علم ہے کہ عبادات کی صعوبتیں برداشت کرنے کے سلسلہ میں پسینہ کی تھکاوٹ میدان قیامت میں کرب وانتظار کے پسینہ سے بہت زیادہ آسان اور کم مدت پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اس دن کی شدت بہت عظیم اور مدت بہت طویل ہوگی۔

روزِ قیامت کی طوالت کی کیفیت

جس دن مخلوقِ خدا ٹکٹکی باندھ کر آسمانوں کی طرف دیکھ رہی ہوگی اور ان کے دل خوف سے پھٹ رہے ہوں گے نہ ان کے ساتھ بات کی جائے گی اور نہ ان کے معاملہ میں غور کیا جائے گا اور وہ تین سو سال تک کھڑے رہیں گے۔ اس دوران لوگ نہ کھانے کا لقمہ کھائیں گے، نہ پانی کا گھونٹ پئیں گے اور نہ ہی ان کو تازہ ہوا کا جھونکا نصیب ہوگا۔ اس دن انسانوں کی کیا حالت ہوگی۔ حضرت کعب احبار اور قتادہ رضی اللہ عنہما ارشادِ خداوندی یوم یقوم الناس لرب العالمین کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لوگ تین سو سال کی مقدار کھڑے رہیں گے۔

بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے یہی آیت مبارکہ تلاوت کی اور پھر فرمایا:۔

كَيْفَ بِكُمْ اِذَ جَمَعَكُمُ اللهُ كَمَا تُجْمَعُ النَّبْلُ فِي الْكِنَانَةِ
خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ لَا يَنْظُرَ اِلَيْكُمْ

"اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح جمع فرمائے گا جس طرح ترکش میں تیر جمع کئے جاتے ہیں اور پھر وہ پچاس ہزار سال تک تمہاری طرف نگاہ نہیں فرمائے گا"۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمہارا اس دن کے متعلق کیا خیال ہے جس

دن لوگ پچاس ہزار سال کے برابر اپنے قدموں پر کھڑے رہیں گے۔ نہ کھانے کا ایک لقمہ کھائیں گے اور نہ پانی کا گھونٹ پئیں گے۔ حتیٰ کہ جب پیاس سے ان کی گردنیں ٹوٹنے لگیں گی وران کے پیٹ بھوک سے جلنے لگیں گے تو ان کو جہنم میں لے جا کر کھولتے ہوئے چشمہ سے پانی پلایا جائے گا۔ جس کی حرارت زوروں پر اور جھلسانا بہت سخت ہوگا۔

جب بندوں کی مشقت اس قدر بڑھ جائے گی کہ اسے برداشت کرنے کی ان میں ہمت نہیں ہوگی تو وہ کسی ایسے انسان کو تلاش کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بات کریں گے جو اپنے مولا کریم کے نزدیک مکرم و معزز ہو۔ تا کہ وہ ان لوگوں کے حق میں شفاعت کرے۔ چنانچہ لوگ جس نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے وہ ان کو اپنے ہاں سے دور کر دے گا۔ اور فرمائے گا مجھے معاف کرو اور فرمائے گا نفسی نفسی! میرے اپنے معاملے نے مجھے دوسروں سے غافل کر رکھا ہے اور ہر ایک یہ عذر پیش فرمائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب بہت سخت ہے اور فرمائے گا آج ہمارا پروردگار اس قدر غضب میں ہے کہ اس طرح پہلے کبھی غضب ناک نہیں ہوا اور نہ بعد میں کبھی ہوگا۔ حتیٰ کہ ہمارے نبی مکرم ﷺ ان لوگوں کے حق میں شفاعت فرمائیں گے جن کے متعلق حضور ﷺ کو اذن ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ (طٰہٰ)

”نہیں نفع دے گی کوئی سفارش سوائے اس شخص کی شفاعت کے جسے رحمٰن نے اجازت دی اور پسند فرمایا ہو اس کے قول کو“۔

چنانچہ تم اس دن کی طوالت اور شدتِ انتظار میں غور و فکر کرو تا کہ تمہارے لئے اپنی اس مختصری زندگی میں گناہوں سے صبر کرنے کا انتظار آسان ہو جائے۔

جان لو! جو آدمی اس دنیا میں خواہشات سے صبر کرنے کی شدت کو برداشت کرتے ہوئے طویل عرصہ تک موت کا انتظار کرتا ہے اس کو خصوصاً اس دن بہت کم انتظار کرنی پڑے گی۔ جب حضور ﷺ سے اس دن کی طوالت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ

نے فرمایا

وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ اِنَّهُ لَیُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَتّٰی یَکُوْنَ اَهْوَنَ عَلَیْهِ مِنَ الصَّلَاةِ الْمَکْتُوبَةِ یُصَلِّیْهَا فِی الدُّنْیَا۔

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ دن مومن کیلئے بہت آسان ہوگا حتیٰ کہ وہ اس کیلئے فرض نماز سے بھی زیادہ آسان ہوگا جو وہ دنیا میں پڑھتا ہے''۔

لہٰذا تم کوشش کرو کہ تم ان مومنین میں سے ہو جاؤ کیونکہ جب تک تمہاری زندگی کا ایک سانس بھی باقی ہے معاملہ تمہارے اختیار میں ہے۔ اور اس کیلئے تیاری کرنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ ان چھوٹے چھوٹے دنوں میں طویل دنوں کیلئے عمل کرلو تو تم ایسا نفع پاؤ گے جس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی اور اپنی اس عمر کو حقیر سمجھو بلکہ دنیا کی پوری عمر جو کہ سات ہزار سال ہے اس کو بھی حقیر سمجھو؟ کیونکہ اگر تم سات ہزار سال تک صبر کرو تا کہ تم اس دن کی سختیوں سے چھٹکارا پاجاؤ جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے تو پھر بھی تمہارا نفع زیادہ اور محنت تھوڑی ہے۔

روز قیامت اور اس کے مصائب کی کیفیت نیز قیامت کے مختلف نام

اے مسکین! تم اس دن کیلئے تیاری کرو جس کا معاملہ بہت عظیم، مدت بہت طویل ہے، جس کا حکم وغلبہ بہت زبردست اور جس کی گھڑی بہت قریب ہے جس دن تو آسمان کو دیکھے گا کہ وہ پھٹ جائے گا، اس کی دہشت سے ستارے بکھر جائیں گے اور چمکتے ستارے بےنور ہو جائیں گے، سورج لپیٹ دیا جائے گا، پہاڑوں کو زمین کی سطح سے اکھیڑ دیا جائے گا، دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی، سارے وحشی جانور یکجا کر دیئے جائیں گے، سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے، جانیں بدنوں کے ساتھ جوڑ دی جائیں گی، جہنم بھڑکائی جائے گی، جنت مومنوں کے قریب کر دی جائے گی، پہاڑ اڑا کر ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے، زمین کو پھیلا

دیا جائے گا، جس دن تو دیکھے گا کہ زمین پوری شدت کے ساتھ تھرتھرانے لگے گی اور اپنے بوجھوں یعنی اپنے اندر مدفون مخلوق کو باہر پھینک دے گی، جس روز لوگ گروہ در گروہ اپنی قبروں سے اٹھ کر آئیں گے تاکہ ان کے اعمال دکھائے جائیں اور جس دن زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر پٹخ دیا جائے گا، جس دن ہونے والی چیز واقع ہو جائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن وہ کمزور ہوگا، فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے اور اس دن آٹھ فرشتوں نے تیرے رب کا عرش اٹھا رکھا ہوگا۔ اس دن تمہاری پیشی ہوگی اور تمہاری کوئی مخفی چیز پوشیدہ نہیں رہے گی جس دن پہاڑوں کو چلایا جائے گا اور زمین تجھے بالکل ننگی نظر آئے گی جس دن زمین بڑی شدت کے ساتھ کانپے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑنے والی گرد بن جائیں گے، جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی مانند ہوں گے اور پہاڑ رنگ برنگی دھنی ہوئی اون کی مانند ہوں گے۔ جس دن ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی اس دن تم لوگوں کو نشہ کی حالت میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہوگا۔ جس دن یہ زمین ایک دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیا جائے گا اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے جو وحدہ لاشریک ہے اور سب پر غالب ہے جس دن پہاڑوں کو اکھیڑ دیا جائے گا اور زمین چٹیل میدان اور ہموار ہو جائے گی جس میں کوئی اونچ نیچ اور ٹیلہ نظر نہیں آئے گی۔ جس دن تو پہاڑوں کو دیکھ کر جامد گمان کرے گا حالانکہ وہ بادل کی مانند چل رہے ہوں گے جس دن آسمان پھٹ جائے گا اور رنگے ہوئے سرخ چمڑے کی مانند سرخ ہو جائے گا اور اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے متعلق خود اس سے نہیں پوچھا جائے گا اور جس دن گناہ گار کو کلام کرنے سے روک دیا جائے گا اور اس سے جرائم کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے پیشانی کے بالوں میں بیڑیاں ڈال کر پکڑ لیا جائے گا اور جس دن ہر انسان اپنے کیے ہوئے عمل کو اپنے سامنے پائے گا اور جو برے اعمال کیے ہیں ان کے متعلق خواہش کرے گا کاش ان کے اور میرے

درمیان طویل فاصلہ حائل ہو جائے۔

جس دن ہر نفس کو علم ہو جائے گا کہ اس نے نیکی اور بدی میں سے آگے کیا بھیجا تھا اس نے جو کچھ آگے بھیجا تھا اور جو کچھ پیچھے چھوڑا تھا وہ سب اس کے سامنے آجائے گا جس دن زبانیں گنگ ہو جائیں گی اور انسانوں کے اعضاء باتیں کریں گے اور وہ دن جس کی یاد نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوڑھا کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَّاَخَوَاتُهَا

''مجھے سورہ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے''۔

اور وہ سورہ الواقعہ، المرسلات، عم، یتساءلون اور اذا الشمس سورت ہیں۔

اے عاجز قاری! تیرا قرآن مجید کی قرأت سے صرف یہی مقدر ہے کہ تو قرآن مجید کے الفاظ کو اپنے منہ میں پھیر لے اور تیری زبان اس کے ساتھ حرکت کرے حالانکہ اگر تو اس میں غور وفکر کرتا جو کچھ تو پڑھتا ہے تو تو اس لائق تھا کہ جس چیز کو پڑھنے سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں بڑھاپا آیا تھا اس سے تیرا کلیجہ پھٹ جاتا۔ لیکن جب تو صرف زبان کی حرکت پر قناعت کرے گا تو تو قرآن مجید کے ثمرہ سے محروم رہے گا اور جو کچھ قرآن مجید میں مذکور ہے اس میں ایک قیامت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قیامت کے بعض مصائب اور اکثر ناموں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ ہم کثرت اسماء کے ذریعے کثرت معانی پر آگاہ ہو سکیں۔ اور ناموں کی کثرت سے مقصود ناموں اور القاب کو بار بار ذکر کرنا نہیں ہے بلکہ عقل مند لوگوں کو متنبہ کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ قیامت کے اسماء میں سے ہر اسم کے اندر ایک راز ہے اور اس کے اوصاف میں سے ہر وصف میں ایک معنی پوشیدہ ہے لہٰذا ان اسرار ومعانی کو جاننے کی رغبت رکھو۔

قیامت کے مختلف نام

اب ہم آپ کے سامنے قیامت کے مختلف نام بیان کرتے ہیں جو قرآن مجید میں

وارد ہیں۔

(1)یوم القیامة،قیامت کا دن۔

(2)یوم الحسرة،حسرت وافسوس کا دن۔

(3)یوم الندامة،ندامت کا دن۔

(4)یوم المحاسبة،محاسبہ کا دن۔

(5)یوم المسالة،سوالات کا دن۔

(6)یوم المسابقة،آگے بڑھنے کا دن۔

(7)یوم المناقشة،سختی کے ساتھ تفصیل لینے کا دن۔

(8)یوم المنافسته،باہم مقابلے کا دن۔

(9)یوم الزلزلة،زلزلے کا دن۔

(10)یوم الدمدمة،ہلاکت کا دن۔

(11)یوم الصاعقة،کڑکنے والی کا دن۔

(12)یوم الواقعة،برپا ہونے والی کا دن۔

(13)یوم القارعة،دل ہلا دینے والی کڑک کا دن۔

(14)یوم الراجفة،تھرتھرانے والی کا دن۔

(15)یوم الرادفة،پیچھے آنے والی کا دن۔

(16)یوم الغاشیة،چھا جانے والی آفت کا دن۔

(17)یوم الداھیة،مصیبت کا دن۔

(18)یوم الازفة،قریب آنے والی کا دن۔

(19)یوم الحاقة،ہو کر رہنے والی کا دن۔

(20)یوم الطامة،بڑی آفت کا دن۔

(21)یوم الصاخة،بہرہ کرنے والے شور کا دن۔

(22)یوم التلاق،ملاقات کا دن۔

(23)یوم الفراق،جدائی کا دن۔

(24)یوم المساق،ہانکے جانے کا دن۔

(25)یوم القصاص،بدلہ لینے کا دن۔

(26)یوم التناد،پکار کا دن۔

(27)یوم الحساب،حساب کا دن۔

(28)یوم المآب،لوٹنے کا دن۔

(29)یوم العذاب،عذاب کا دن۔

(30)یوم الفرار،(ایک دوسرے سے) بھاگنے کا دن۔

(31)یوم القرار،ٹھہرنے کا دن۔

(32)یوم اللقاء،ملاقات کا دن۔

(33)یوم البقاء،باقی رہنے کا دن۔

(34)یوم القضاء،فیصلے کا دن۔

(35)یوم الجزاء،جزاء یعنی بدلہ کا دن۔

(36)یوم البلاء،غم کا دن۔

(37)یوم البکاء،رونے کا دن۔

(38)یوم الحشر،جمع ہونے کا دن۔

(39)یوم الوعید،دھمکی کا دن۔

(40)یوم العرض،پیشگی کا دن۔

(41)یوم الوزن،(اعمال کے) تولے جانے کا دن۔

(42)یوم الحق،حق کی سربلندی کا دن۔

(43)یوم الحکم،حکم جاری ہونے کا دن۔

(44)یوم الفصل، فیصلے کا دن۔

(45)یوم الجمع، جمع ہونے کا دن۔

(46)یوم البعث، اٹھائے جانے کا دن۔

(47)یوم الفتح، نامہ اعمال کے کھلنے کا دن۔

(48)یوم الخزی، خواری کا دن۔

(49)یوم عظیم، بہت بڑا دن۔

(50)یوم عقیم، بہت سخت دن۔

(51)یوم عسیر، بہت دشوار دن۔

(52)یوم الدین، جزاء کا دن۔

(53)یوم الیقین، یقین کا دن۔

(54)یوم النشور، زندہ ہونے کا دن۔

(55)یوم المصیر، انجام کی طرف لوٹنے کا دن۔

(56)یوم النفخة، صور پھونکے جانے کا دن۔

(57)یوم الصحیة، چیخ وپکار کا دن۔

(58)یوم الرجفة، تھرتھرانے کا دن۔

(59)یوام الرجة، ہلانے والی کا دن۔

(60)یوم الزجرة، جھڑکنے کا دن۔

(61)یوم السکرة، نشے کا دن۔

(62)یوم الفزع، بڑی گھبراہٹ کا دن۔

(63)یوم المنتھی، انتہا کا دن۔

(64)یوم الجزع، خوف وہراس کا دن۔

(65)یوم الماوی، ٹھکانے (ملنے) کا دن۔

(66)یوم المیقات، مقررہ وقت کا دن۔

(67)یوم المیعاد، وعدے کا دن۔

(68)یوم المرصاد، گھات کا دن۔

(69)یوم القلق، پریشانی کا دن۔

(70)یوم العرق، پسینے کا دن۔

(71)یوم الا فتقار، محتاجی کا دن۔

(72)یوم الانکدار، بےنوریعنی تاریکی کا دن۔

(73)یوم الانتشار، پھیلنے کا دن۔

(74)یوم الانشقاق، پھٹنے کا دن۔

(75)یوم الوقوف، کھڑے ہونے کا دن۔

(76)یوم الخروج، قبروں سے نکلنے کا دن۔

(77)یوم الخلود، ہمیشگی کا دن۔

(78)یوم التغابن، گھاٹے کے ظہور کا دن۔

(79)یوم عبوس، سخت دن۔

(80)یوم معلوم، معلوم دن۔

(81)یوم الساعة، ساعت کا دن۔

(82)یوم مشهود، حاضری کا دن۔

(83)یوم لا ریب فیه، وہ دن جس میں کوئی شک نہیں

(84)یوم تبلی فیه السرائر، وہ دن جس میں راز فاش کیے جائیں گے۔

(85) یوم لا یجزی نفس عن نفس شیئا، جس دن کوئی نفس کسی نفس کا بدلہ نہیں دے گا۔

(86)یوم تشخص فیه الابصار، جس دن آنکھیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھیں گی۔

(87)یوم لا یغنی مولی عن مولی شیئا، جس دن کوئی دوست کسی دوست کو کچھ فائدہ

نہیں دے گا۔

(88)یوم لا تملک نفس لنفس شیئا،جس دن کوئی نفس کسی نفس کے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا۔

(89)یوم یدعون الی نار جھنم دعا،جس دن کافروں کو دوزخ کی آگ کی طرف بلایا جائے گا۔

(90)یوم یسحبون فی النار علی وجوھھم،جس دن لوگوں کو چہروں کے بل جہنم میں پھینکا جائے گا۔

(91)یوم تقلب وجوھھم فی النار،جس دن کافروں کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ ہوں گے

(92)یوم لا یجزی والد عن ولدہ،جس دن والد اپنے بیٹے کا بدلہ نہیں دے گا۔

(93)یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ،جس دن آدمی اپنے بھائی، ماں اور باپ سے دور بھاگے گا۔

(94)یوم لا ینطقون ولا یؤذن لھم فیعتذرون،جس دن انسان بول نہیں سکیں گے اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر پیش کریں۔

(95)یوم لا مردلہ من اللہ،جس دن اس کو اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

(96)یوم ھم بارزون،جس دن لوگ سرعام سامنے ہوں گے۔

(97)یوم ھم علی النار یفتنون،جس دن ان لوگوں کو دوزخ کے عذاب میں ڈالا جائے گا۔

(98)یوم لا ینفع مال و لا بنون،جس دن مال اور اولاد انسان کو فائدہ نہیں دے گی۔

(99)یوم لا ینفع الظالمین معذرتھم ولھم اللعنۃ ولھم سوء الدار،جس دن ظالموں کو ان کا معذرت کرنا فائدہ نہیں دے گا اور ان کیلئے لعنت اور برا گھر ہوگا۔

(100)یوم تردفیہ المعاذیر و تبلی السرائر و تظھر الضمائر و تکشف

الاستار، جس دن عذر رد کردیئے جائیں گے سب راز فاش کردیئے جائیں گے، باطن ظاہر کردیئے جائیں گے اور پردے اٹھادیئے جائیں گے۔

(101)یوم تخشع فیه الابصار و تسکن الاصوات و یقل فیه الالتفات و تبرز الخضیات و تظهر الخطیئات، جس دن بندوں کی نگاہیں جھکی ہوں گی، آوازیں ساکن ہوں گی، ایک دوسرے کی طرف التفات بہت کم ہوگی، خفیہ امور سامنے آجائیں گے اور خطائیں ظاہر ہوجائیں گی۔

(102)یوم یساق العباد و معهم الا شهاد و یشیب الصغیر و یسکر الکبیر، جس دن بندوں کو ہانکا جائے گا اور گواہ ان کے ساتھ ساتھ ہوں گے۔ چھوٹا جوان ہو جائے اور بڑا نشے میں ہوگا۔

غرضیکہ اس دن اعمال کا وزن کرنے کے لئے ترازو لگادیا جائے گا، دیوان یعنی اعمال کے صحائف کھول دے جائیں گے، دوزخ سامنے کردی جائے گی اور گرم پانی کو ابالا دے دیا جائے گا، آگ چھنگاڑے گی اور کافر مایوس ہو جائیں گے، آگ بھڑکائی جائے گی اور لوگوں کے رنگ متغیر ہو جائیں گے لوگوں کی زبانیں گنگ ہو جائیں گے اور انسان کے اعضاء گفتگو کریں گے۔

اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں رکھا ہے کہ تو دروازہ بند کر کے پردے لٹکا کر لوگوں کی نظروں سے چھپ کر فسق و فجور میں مبتلا رہتا تھا۔ جب تیرے اعضاء تیرے خلاف گواہی دیں گے تو اس وقت تم کیا کرو گے؟

اے غافلوں کے گروہ! ہم سب کے لئے سراسر ہلاکت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہمارے لئے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے اور ان پر کتاب مبین نازل فرمائے اور ہمیں قیامت کے دن کی صفات میں سے ان صفات کے متعلق خبر دے پھر ہمیں ہماری غفلت پر آگاہ فرمائے اور فرمائے:۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ

ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ (الانبیاء)

"قریب آگیا ہے لوگوں کے لئے ان کے (اعمال کے) حساب کا وقت اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ نہیں آئی ان کے پاس کوئی تازہ نصیحت ان کے رب کی طرف سے مگر یہ کہ وہ سنتے ہیں اسے اس حال میں کہ وہ (لہو) لعب میں (مگن) ہوتے ہیں"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں قربِ قیامت کے متعلق آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (القمر)

"قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا"

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝ (المعارج)

"کفار کو تو یہ بہت دور نظر آتا ہے (لیکن) ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں"

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝ (الاحزاب)

"اور تو کیا جانے شائد وہ گھڑی قریب ہی ہو"۔

تو پھر ہمارا سب سے احسن حال یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کریں۔ لیکن ہم اس کے معانی میں تدبر و تفکر نہیں کرتے۔ اور اس دن یعنی روزِ قیامت کے اوصاف اور ناموں کی کثرت میں غور و فکر نہیں کرتے اور اس کے مصائب سے رہائی پانے کی تیاری نہیں کرتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی وسیع رحمت میں نہ چھپائے تو ہم اس غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اعمال کے متعلق سوال کی کیفیت

اے مسکین! ان تمام احوال میں تفکر کرنے کے بعد تم اس سوال کے متعلق غور و فکر کرو جو کسی ترجمان کے بغیر بالمشافہ تجھی سے ہوگا۔ تجھ سے ہر قلیل و کثیر اور حقیر سے حقیر چیز کے متعلق پوچھا جائے گا۔ تم قیامت کے کرب و دکھ، اس کے پسینہ اور اس کی بڑی بڑی

سختیوں میں مبتلا ہو گے کہ اچانک آسمان کے کناروں سے بڑے بڑے جسموں والے اور مضبوط شخصیت کے مالک سخت تند فرشتے اتریں گے۔ جن کو حکم ہو گا کہ مجرموں کو پیشانیوں سے پکڑ کر میدانِ حشر میں جبار ذات کے سامنے پیش کرو۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَلَكًا مَا بَيْنَ شُفْرَیْ عَيْنَيْهِ مَسِيرَةُ مِائَةِ عَامٍ

''بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا فرشتہ ہے جس کی دونوں آنکھوں کی پلکوں کے درمیان ایک سو سال کی مسافت ہے''۔

تمہارا اپنے متعلق کیا خیال ہے۔ جب تم ان فرشتوں کو اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھو گے جو تیری طرف بھیجے جائیں گے کہ وہ تجھے پکڑ کر میدانِ محشر میں لے آئیں۔ تو ان کو دیکھے گا کہ ان کی شخصیتیں اس قدر عظیم ہونے کے باوجود اس دن کی شدت کی وجہ سے شکستہ حال ہوں گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اللہ تعالیٰ کا اس قدر غضب ظاہر ہو گا کہ فرشتے بھی اس سے کانپ رہے ہوں گے اور ان کے نزول کے وقت سارے انبیائے کرام علیہم السلام، صدیقین اور صالحین اس خوف سے سجدہ میں گر پڑیں گے کہ کہیں وہی پکڑے جانے والے نہ ہوں۔ جب مقربین کی یہ حالت ہو گی تو پھر عاصی مجرموں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

اس وقت شدتِ غم کی وجہ سے کچھ لوگ جلدی کریں گے اور فرشتوں سے پوچھیں گے کیا تمہارے درمیان ہمارا پروردگار بھی موجود ہے؟۔ لوگ یہ سوال ان کی جماعت کے بہت بڑا ہونے اور ان کی ہیبت کی شدت کی وجہ سے کریں گے۔ لیکن فرشتے اللہ تعالیٰ کو اپنے درمیان ہونے سے بلند و بالا سمجھتے ہوئے ان کے سوال سے ڈر جائیں گے اور وہ اپنے مالک و خالق کی اس وہم و گمان سے پاکی بیان کریں گے جو اہلِ زمین نے گمان کیا ہو گا۔ اور کہیں گے ہمارا پروردگار پاک ہے وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہے لیکن وہ ابھی آنے والا ہے اور اس کے ساتھ ہی فرشتے صفیں باندھ کر ساری مخلوق کو ہر طرف سے گھیر لیں گے اور اس دن کی شدت کی وجہ سے سب فرشتوں پر ذلت و خضوع کا شعار اور خوف و ہیبت کی ہیئت طاری ہو گی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالی شان سچ کر دکھائے گا۔

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ۝۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآىِٕبِيْنَ ۝۷ (الاعراف)

"سو ہم ضرور ضرور پوچھیں گے ان سے بھیجے گئے (رسول) جن کی طرف اور ہم ضرور پوچھیں گے رسولوں سے، پھر ہم ضرور بیان کریں گے (ان کے حالات) ان پر اپنے علم سے اور نہ تھے ہم ان سے غائب"۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالی شان سچ ثابت ہو جائے گا:۔

فَوَ رَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ۝۹۲ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۳ (الحجر)

"پس آپ کے رب کی قسم! ہم پوچھیں گے ان سب سے ان اعمال کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے"۔

پھر اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام سے ابتدا فرمائے گا جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۱۰۹ (المائدہ)

"جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو پھر پوچھے گا (ان سے) کیا جواب ملا تمہیں۔ عرض کریں گے کوئی علم نہیں ہمیں بے شک تو ہی خوب جاننے والا سب غیبوں کا ہے"۔

غرضیکہ اس دن کی شدت کتنی عظیم ہوگی جس دن انبیاء کرم علیہم السلام کی عقلیں حیران رہ جائیں گی اور شدت ہیبت کی وجہ سے ان کے علوم مٹ جائیں گے۔ جب ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں مخلوق کی طرف بھیجا گیا تھا اور تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا تو ان کو علم ہونے کے باوجود ان کی عقلیں حیران ہوں گی اور ان کو معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کیا جواب دیں۔ حتیٰ کہ وہ شدتِ ہیبت کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے:۔

لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۱۰۹ (المائدہ)

''کوئی علم نہیں ہمیں بے شک تو ہی خوب جاننے والا سب عیبوں کا ہے''

اور اس وقت یہ جواب دینے میں انبیاء کرام علیہم السلام صادق ہوں گے۔ کیونکہ ان کی عقلیں اُڑ جائیں گی اور علم مٹ جائیں گے۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ ان کو قوت عطا فرمادے گا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا۔ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تھا؟ وہ عرض کریں گے ہاں۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کیا نوح علیہ السلام نے تم لوگوں تک میرا پیغام پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا:۔

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(المائدہ116)

''کیا تو نے کہا تھا لوگوں سے کہ بنا لو مجھے اور میری ماں کو خدا اللہ کے سوا''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سوال کی ہیبت کی وجہ سے کئی سال تک حیران و پریشان کھڑے رہیں گے۔

غرضیکہ وہ دن کتنا عظیم ہوگا جس دن اس قسم کے سوالات کے ذریعے انبیائے کرام علیہ السلام پر عدل و انصاف قائم کیا جائے گا۔ پھر ملائکہ بندوں کی طرف متوجہ ہونگے اور ایک ایک بندے کا نام لے کر اس کو آواز دیں گے اے فلاں بن فلاں! پیشگی کی جگہ پر آجاؤ؟ اور اس وقت انسان کے تمام جوڑ کانپ اٹھیں گے، اعضاء مضطرب ہو جائیں گے اور عقلیں مبہوت ہوں گی اور لوگ تمنا کریں گے کاش ان کو جہنم میں بھیج دیا جائے اور ان کے برے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ پیش ہوں اور مخلوق کے سامنے ان کی پردہ دری نہ کی جائے۔

سوال کی ابتدا ہونے سے پہلے عرش کا نور ظاہر ہوگا اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ اور اس وقت ہر بندے کو پختہ یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے سوال کرنے کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ ہر ایک بندہ یہی گمان کرے گا کہ میرے سوا اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھے گا۔ اور دوسروں کو چھوڑ کر صرف اسے ہی پکڑا جائے گا۔ اور اسی سے سوال و جواب

ہو گا۔ چنانچہ اس وقت اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا اے جبریل! دوزخ کو میرے پاس لاؤ؟ حضرت جبریل علیہ السلام دوزخ کو سامنے پیش کر دیں گے اور دوزخ سے فرمائیں گے اے جہنم! اپنے خالق و مالک کے حکم کی تعمیل کر! اور حضرت جبریل علیہ السلام اسے غیض و غضب میں ہی دیکھیں گے۔ اس ندا کے فوراً بعد دوزخ بھڑ کنے لگے گی، جوش مارنے لگے گی، مخلوق کی طرف دوڑے گی اور چلائے گی۔ ساری مخلوق اس کے غیض و غضب اور دھاڑنے کی آوازیں سنے گی۔ اور اس پر مقرر فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والوں اور اس کے حکم کی مخالفت کرنے والوں پر غضب ناک ہو کر پھلانگتے ہوئے ان کی طرف دوڑیں گے۔

غرضیکہ تم اپنے دل میں سوچو اور بندوں کے دلوں کی حالت کا اپنے دل میں تصور کرو۔ جو اس منظر کے خوف اور رعب سے بھرے ہوں گے اور وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے اور اس دن سب لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً (الجاثیہ:28)

"آپ دیکھیں گے ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا"۔

بعض لوگ اوندھے ہو کر منہ کے بل گرے ہوں گے عاصی اور ظالم لوگ اپنے لئے ہلاکت اور تباہی تباہی پکاریں گے جبکہ صدیقین نفسی نفسی پکاریں گے۔ لوگوں کی یہی حالت ہو گی کہ جہنم لوگوں پر ایک بار پھر چھنگاڑے گی جس سے لوگوں کا خوف مزید بڑھ جائے گا اور ان کے اعضاء ایک دوسرے کی مدد چھوڑ دیں گے یعنی بے جان ہو جائیں گے اور وہ گمان کرنے لگیں گے کہ اب وہ پکڑ لئے گئے ہیں پھر جہنم تیسری بار چھنگاڑے گی جس سے مخلوق خدا مونہوں کے بل گر پڑے گی اور وہ ڈری ہوئی چور نظروں کے ساتھ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگیں گے اس وقت سب ظالموں کے دل ٹوٹ جائیں گے اور غم زدہ ہو کر گلوں تک پہنچ جائیں گے اور سعادت مند اور بد بخت سب لوگوں کی عقلیں ہکا بکا رہ جائیں گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام اور رسولوں کی طرف متوجہ ہو گا اور ان سے پوچھے گا تم کو کیا جواب دیا گیا تھا؟ جب لوگ انبیائے کرام علیہم السلام پر عدل و انصاف

کے تقاضے اس طرح پورے ہوتے دیکھیں گے تو گنہگاروں کا خوف مزید شدت اختیار کر جائے گا۔ پھر والد اپنے بیٹے سے، بھائی اپنے بھائی سے اور خاوند اپنی بیوی سے دور بھاگے گا اور ہر ایک اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں ہوگا۔ پھر ایک ایک بندے کو پکڑ کر لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ خود آمنے سامنے اس کے قلیل و کثیر عمل، ظاہر و باطن اور اس کے تمام جوارح اور اعضاء کے متعلق اس سے سوال کرے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یارسول اللہ؟! کیا قیامت کے دن ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کیا جب دوپہر کے وقت سورج پر بادل نہ ہو تو اسے دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف اور اذیت ہوتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نہیں۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ جب چودھویں رات کے چاند پر بادل نہ ہو تو اسے دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن تمہیں اپنے رب کا دیدار کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی بندے سے ملاقات ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے مکرم نہیں بنایا تھا۔ کیا تجھے سردار نہیں بنایا تھا، کیا میں نے تیرا جوڑا نہیں بنایا تھا کیا میں نے تیرے لیے گھوڑوں اور اونٹوں کو مسخر نہیں کیا تھا اور تجھے لوگوں کا رئیس نہیں بنایا تھا کیا تو مال غنیمت کا چوتھا حصہ نہیں لیتا تھا؟ بندہ عرض کرے گا ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے یہ گمان تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ بندہ کہے گا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس طرح تو نے دنیا میں ہم کو بھلا دیا تھا اسی طرح آج ہم تجھے بھلا رہے ہیں۔

اے مسکین! تو اپنے متعلق سوچ اور غور و فکر کر کہ فرشتوں نے تیرے دونوں بازو پکڑ رکھے ہوں گے اور تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا اللہ تعالیٰ تجھ سے بالمشافہ سوال کرتے ہوئے پوچھے گا کیا میں نے تجھ پر جوانی اور شباب کا انعام نہیں فرمایا تھا تو نے اسے کہاں خرچ کیا تھا؟ کیا میں نے تجھے زندگی میں مہلت نہیں دی تھی تو نے اسے کہاں فنا کیا تھا؟ کیا میں

نے تجھے مال نہیں دیا تھا تو نے وہ کہاں سے کمایا تھا اور کہاں پر اسے خرچ کیا تھا؟ کیا میں نے تجھے علم کے ذریعے عزت نہیں بخشی تھی تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا تھا؟ جب اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنے بے شمار انعامات اور تیرے گناہ نیز اپنے احسانات اور تیری برائیاں شمار کرے گا تو اس وقت پیش آنے والی خجالت اور شرمندگی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر تو نے انکار کر دیا تو تیرے اعضاء تیرے خلاف گواہی دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک روز ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک مسکرائے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو میں کیوں مسکرایا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس بات پر ہنسا ہوں کہ بندہ اپنے پروردگار کو خطاب کرتے ہوئے عرض کرے گا اے پروردگار! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں۔ پھر ارشاد فرمایا بندہ عرض کرے گا میں اپنے خلاف صرف وہی گواہی قبول کروں گا جو مجھ میں سے ہو؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج تیرا نفس ہی تیرا حساب لینے کے لیے اور کراماً کاتبین تیرے خلاف بطور گواہ کافی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اس بندے کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء کو حکم ہو گا کہ تم بات کرو۔ آپ نے فرمایا پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کے متعلق بتائیں گے جب اسے کلام کرنے کی اجازت ملے گی تو وہ اپنے اعضاء سے کہے گا تمہارے لئے دوری اور لعنت ہو میں تمہاری طرف سے ہی لڑ رہا ہوں۔

ہم اپنے اعضاء کی گواہی کے ذریعے مخلوق کے سامنے رسوائی و ذلت ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مومن کے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مومن کی پردہ پوشی فرمائے گا اور اس پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے دریافت کیا اے ابن عمر! آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی کے متعلق کیا فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی اپنے پروردگار کے قریب ہو گا حتیٰ کہ بندہ اپنا

کاندھا اس کے اوپر رکھ دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا تو نے فلاں فلاں کام کیا تھا؟ بندہ عرض کرے گا ہاں! اللہ تعالیٰ پھر پوچھے گا تو نے فلاں فلاں کام کیا تھا؟ بندہ عرض کرے گا ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرے ان کاموں کی پردہ پوشی کی تھی اور آج میں تجھے بخش دیتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُؤْمِنٍ عَوْرَتَہٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

"جو آدمی کسی مومن کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا"۔

چنانچہ ایسی پردہ پوشی کی امید صرف اسی مومن کے لیے کی جاسکتی ہے جو دنیا میں لوگوں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرتا ہے وراپنے حق میں ان کی کوتاہی کو برداشت کرتا ہے، اپنی زبان پر ان کی برائیوں کا تذکرہ نہیں لاتا اور ان کی عدم موجودگی میں ان کا ایسے الفاظ کے ساتھ ذکر نہیں کرتا جس کو اگر وہ سن لیں تو ان کو ناگوار گزرے۔ غرضیکہ یہ بندہ اس لائق ہے کہ اسے میدانِ قیامت میں اس قسم کا بدلہ دیا جائے۔

فرض کرو اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہوں کو دوسروں سے چھپالیا تو کیا پیشگی کی آواز تیرے کانوں کے ساتھ نہیں ٹکرائے گی؟ یاد رکھو اس آواز سے پیدا ہونے والی گھبراہٹ اور خوف ہی تیرے گناہوں کا بدلہ کافی ہے۔ کیونکہ تیری پیشانی کو پکڑ کر تجھے کھینچا جائے گا، تیرا دل پریشان و مضطرب ہوگا، تیری عقل اڑ رہی ہوگی، تیرا جوڑ جوڑ کانپ رہا ہوگا، تیرے سب اعضاء سخت اضطراب میں ہوں گے، تیری رنگت بدلی بدلی ہوگی اور شدتِ خوف کی وجہ سے سارا عالم تجھ پر تاریک ہوگا۔

تم اپنے آپ کے متعلق فرض کرو کہ تم ان صفات کے ساتھ متصف ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ رہے ہوگے۔ صفوں کو چیرتے ہوئے جا رہے ہوگے اور تجھے کوتل لے جانے والے گھوڑے کی طرح کھینچا جا رہا ہوگا۔ جب کہ سب لوگوں نے اپنی

نگاہیں تیری طرف اٹھا رکھی ہوں گی۔ پھر اپنے متعلق گمان کرو کہ تم ان حالات سے دوچار ہونے کے ساتھ ساتھ ان فرشتوں کے ہاتھوں میں ہو گے جو تجھ پر متعین ہوں گے۔ حتیٰ کہ وہ تجھے رحمٰن تعالیٰ کے عرش تک لے آئیں گے اور اپنے ہاتھوں سے نیچے پھینک دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عظیم کلام کے ساتھ تجھے ندا دے گا اے آدم کے بیٹے! میرے قریب ہو جاؤ اور تو اس حال میں اپنے خالق و مالک کے قریب ہو گا کہ تیرا دل دھڑک رہا ہو گا اور بہت سخت غمگین اور خوف زدہ ہو گا۔ تیرے ہاتھ پاؤں خوف زدہ اور ذلیل و خاشع ہوں گے۔ تو انتہائی دل شکستہ ہو گا اور تجھے وہ کتاب دی جائے گی جس میں ہر چھوٹی اور بڑی بات درج ہو گی۔ جن بے شمار برائیوں کو تو بھول چکا ہو گا وہ کتاب تجھے یاد دلائے گی۔ کئی عبادات جن کی آفت سے تو غافل تھا وہ تجھ پر اس کی برائیاں منکشف کر دے گی۔ اس وقت تیری کتنی خجالت اور بزدلی ہو گی اور تیرے لئے کتنی رکاوٹ اور عاجزی ہو گی؟ کاش تجھے معلوم ہو جائے کہ تو کن قدموں کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا ہو گا؟ کس زبان کے ساتھ اس کے سوالوں کا جواب دے گا اور جو کچھ منہ سے بولو گے اسے کس دل سے سمجھو گے؟

پھر جب اللہ تعالیٰ بالمشافہ تجھے تمہارے گناہ یاد دلائے گا تو اس وقت پیش آنے والے شرم و حیاء میں غور و فکر کرو! جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے! کیا تجھے مجھ سے شرم نہیں آئی کہ آج بُرے اعمال لے کر میرے پاس آئے ہو؟ حالانکہ تم میری مخلوق سے حیا کرتے تھے اور ان کے سامنے اچھائی کا اظہار کرتے تھے۔ کیا میں تیرے نزدیک اپنے سارے بندوں سے زیادہ ہلکا تھا؟ تو نے میرے دیکھنے کو ہلکا سمجھا اور اس کی پرواہ نہ کی۔ لیکن میرے سوا کے دیکھنے کو بڑا سمجھا۔ کیا میں نے تجھے بے شمار انعامات سے نہیں نوازا تھا؟ تجھے میرے بارے میں کس چیز نے دھوکہ میں مبتلا کیا تھا؟ کیا تیرا یہ گمان تھا کہ میں تجھے نہیں دیکھ رہا اور تو مجھ سے ملاقات نہیں کرے گا؟۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

مَا مِنْكُم مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَ يَسْأَلُهُ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ لَيْسَ بَيْنَهُ

وَبَينَهُ حِجَابٌ وَّلَاتَرجُمَان

''تم میں سے ہر ایک بندے سے اللہ رب العالمین اس طرح سوال کرے گا کہ اس بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب اور ترجمان نہیں ہوگا''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے ہر ایک بندے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے یوں کھڑا کیا جائے گا کہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا میں نے تجھ پر انعام نہیں فرمایا تھا کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا؟ بندہ عرض کرے گا ہاں! اللہ تعالی فرمائے گا کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ عرض کرے گا ہاں۔ پھر بندہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے آگ ہی آگ نظر آئے گی پھر اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو اسے صرف آگ ہی نظر آئے گی۔ لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو آگ سے بچنا چاہیے اگرچہ تم کھجور کے ٹکڑے کے ذریعے ہی بچو۔ اور اگر وہ بھی نہ ملے تو پھر عمدہ کلمہ کے ذریعے بچو''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ اس طرح علیحدگی میں ملاقات کرے گا جس طرح تم میں سے کوئی آدمی چودھویں رات کو چاند کے سامنے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا اے ابن آدم! تجھے میرے بارے میں کس چیز نے دھوکہ میں مبتلا رکھا تھا؟ اے ابن آدم! تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا تھا؟ اے ابن آدم! تو نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ اے ابن آدم! کیا میں تیری آنکھوں کو نہیں دیکھتا تھا اور تو ان کے ساتھ ایسی چیزوں کی طرف دیکھتا تھا جن کی طرف دیکھنا تیرے لئے حلال نہیں تھا کیا میں تیرے کانوں پر رقیب نہیں تھا حتیٰ کہ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کے سارے اعضاء کا ذکر فرمائے گا۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے سے کسی بندے کے قدم اس وقت آگے نہیں اٹھ سکیں گے جب تک اس سے چار چیزوں کے متعلق سوال نہ ہو جائے اس کی عمر کے متعلق کہ اسے کس کام میں ختم کیا تھا، اس کے علم کے متعلق کہ

اس پر کیا عمل کیا تھا، اس کے جسم کے متعلق کہ اسے کن کاموں میں مصروف رکھا تھا اور اس کے مال کے متعلق کہ اس نے مال کہاں سے کمایا تھا اور کہاں پر اسے خرچ کیا تھا۔

اے مسکین! اس وقت تجھے کتنی بڑی شرمندگی ہوگی اور تیرے دل پر کیا گزرے گی؟ کیونکہ تجھے یا تو یہ کہا جائے گا کہ ہم نے دنیا میں تیری پردہ پوشی کی تھی اور آج ہم نے تجھے بخش دیا ہے اور اس صورت میں تجھے بہت خوشی اور مسرت ہوگی اور اولین و آخرین سب لوگ تجھ پر رشک کریں گے یا فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ اس برے بندے کو پکڑ لو اور اس کی گردن میں طوق ڈال کر اسے جہنم میں پھینک دو اور اس صورت میں اگر سارے آسمان اور زمین بھی تجھ پر روئیں تو تیری مصیبت کی شدت پر، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوتاہی کرنے پر نیز تیری شدت حسرت پر اور اپنے پاس نہ رہنے والی کمینی دنیا کے بدلے آخرت کو بیچنے پر ان کا رونا مناسب و روا ہے۔

میزان عدل کی کیفیت

پھر تم میزان عدل اور اعمال ناموں کے دائیں یا بائیں ہاتھ کی طرف اڑنے میں غور و فکر کرنے سے غافل نہ رہو۔ سوال و جواب سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کے تین گروہ ہوں گے۔

پہلا گروہ

ایک ان لوگوں کا گروہ ہوگا جن کے نامہ اعمال میں کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ ان کیلئے جہنم سے ایک سیاہ گردن نکلے گی جو ان کو اس طرح اچک لے گی جس طرح پرندہ دانے کو اچک لیتا ہے اور ان کے ارد گرد لپٹ جائے گی اور ان کو جہنم میں پھینک دے گی اور جہنم ان کو فوراً نگل لے گی اور ان کو ندا دی جائے گی کہ تمہارے لئے ایسی بدبختی ہے جس کے بعد کوئی سعادت نہیں۔

دوسرا گروہ

دوسرا ایسے لوگوں کا گروہ ہوگا جن کے نامہ اعمال میں کوئی برائی نہیں ہوگی ان کیلئے ایک منادی ندا دے گا کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے لوگ کھڑے ہو جائیں؟ وہ فوراً اٹھیں گے اور جنت کی طرف چلے جائیں گے پھر اسی طرح قائم اللیل یعنی تہجد پڑھنے والے لوگوں کے ساتھ کیا جائے گا۔ پھر اسی طرح ان لوگوں کے ساتھ بھی کیا جائے گا جن کو دنیا کی تجارت اور بیع نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کیا تھا۔ پھر ان کو ندا دی جائے گی تمہارے لئے ایسی سعادت ہے جس کے بعد کوئی بدبختی نہیں ہوگی۔

تیسرا گروہ

پھر تیسرا گروہ باقی رہ جائے گا اور یہ بہت زیادہ لوگ ہوں گے جنہوں نے نیک اعمال بھی اور برے اعمال بھی کیے تھے اور ان پر وہ اعمال مخفی ہوں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں ہوں گے ان کی نیکیاں یا پھر برائیاں زیادہ ہوں گی اللہ تعالیٰ ان پر نیکیاں اور برائیاں خوب واضح فرمادے گا تاکہ عفو وکرم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان اور عذاب کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف ان کے سامنے واضح ہو جائے۔

چنانچہ نیکیوں اور برائیوں پر مشتمل صحیفے اور اعمال نامے اڑیں گے اور میزان عدل لگا دیا جائے گا لوگوں کی نظریں اعمال ناموں پر جمی ہوں گی کہ وہ دائیں ہاتھ میں آتے ہیں یا بائیں ہاتھ میں؟ پھر میزان کے کانٹے پر نظریں جمی ہونگی کہ وہ برائیوں کی جانب جھکتا ہے یا نیکیوں کی جانب اور اس خوفناک حالت میں مخلوق کی عقلیں اڑ جائیں گی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ کا سر اقدس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا اور آپ ﷺ کو اونگھ آ گئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آخرت کو یاد کر کے رونے لگیں حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہا کے آنسو بہہ کر حضور ﷺ کے رخسار مبارک پر گرے۔ حضور ﷺ فوراً بیدار ہو گئے اور آپ ﷺ نے پوچھا اے عائشہ! کیوں رو رہی ہو انہوں نے عرض کیا مجھے آخرت کی یاد آ گئی ہے کیا آپ

قیامت کے دن اپنے اہل خانہ کو یاد رکھیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تین مقامات پر ہر کوئی صرف اپنے آپ کو ہی یاد رکھے گا۔ جب میزان عدل لگا کر اعمال تولے جائیں گے حتیٰ کہ ابن آدم دیکھ لے کہ اس کے اعمال ہلکے ہیں یا بھاری ہوئے ہیں، دوسرا صحیفوں کے پاس حتیٰ کہ انسان کو نظر آجائے کہ کیا وہ اپنا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں پکڑتا ہے یا بائیں ہاتھ اور تیسرا پل صراط پر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ابنِ آدم کو لا کر ترازو کے دونوں پلڑوں کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا اور اس پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا۔ اگر اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا تو وہ فرشتہ بلند آواز سے اعلان کرے گا جسے ساری مخلوق سن لے گی کہ فلاں بندہ ایسی سعادت لے گیا جس کے بعد وہ کبھی بد بخت نہیں ہوگا اور اگر نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گیا تو وہ فرشتہ بلند آواز سے اعلان کرے گا جسے ساری مخلوق سن لے گی کہ فلاں بندہ اس طرح بد بخت ہوا ہے کہ اس کے بعد کبھی سعادت مند نہیں ہوگا اور نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہونے کی صورت میں عذاب کے فرشتے اس کی طرف متوجہ ہوں گے جن کے ہاتھوں میں لوہے کے گرز ہوں گے اور ان کے بدن پر آگ کا لباس ہوگا اور وہ جہنم کا حصہ جہنم کی طرف لے جائیں گے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے قیامت کے دن کے متعلق فرمایا کہ وہ ایک ایسا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو ندا دیتے ہوئے فرمائے گا اے آدم! اٹھو اور جہنم کا گروہ روانہ کرو؟ وہ عرض کریں گے اے میرے پروردگار جہنم کا گروہ کتنا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ انتہائی مایوس ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے ہنسنا بھی چھوڑ دیا۔ حضور ﷺ نے جب اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ حالت دیکھی تو آپ ﷺ نے فرمایا عمل کرو اور خوشخبری سنو! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے تمہارے ساتھ دو اور مخلوقیں بھی ہوں گی جو جس قوم کے ساتھ بھی ہوں گی اس کو زیادہ کر دیں گی اگرچہ ان کے

مقابلہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی فوت شدہ ساری اولادیں اور ابلیس کی اولاد بھی شامل ہو جائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! وہ دو مخلوقیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یاجوج اور ماجوج۔ راوی فرماتے ہیں اس خوشخبری سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا غم دور ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا عمل کرو اور تمہیں خوشخبری ہو اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے تم قیامت کے دن لوگوں میں اس طرح قلیل ہو گے جس طرح اونٹ کے پہلو میں سیاہ داغ یا چوپائے کی ٹانگ پر جلائے جانے کا نشان ہوتا ہے۔

جھگڑا کرنے والوں اور حقوق لوٹانے کی کیفیت

آپ گذشتہ بحث میں میزان کے خوف اور خطرہ کے متعلق نیز نگاہوں کے کانٹے پر جمنے کی کیفیت جان چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۙ﴿۶﴾ فَهُوَ فِىۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ؕ﴿۹﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا هِيَهۡ ؕ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾ (القارعہ)

"پھر جس کے (نیکیوں کے) پلڑے بھاری ہوں گے تو وہ دل پسند عیش و مسرت میں ہو گا اور جس کے (نیکیوں کے) پلڑے ہلکے ہوں گے تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہو گا اور آپ کو کیا معلوم کہ ہاویہ کیا ہے ایک دہکتی ہوئی آگ"۔

جان لو! میدان محشر میں میزان کے خطرہ سے صرف وہی آدمی بچ سکے گا جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور شریعت کی میزان میں اپنے اعمال، اقوال، خیالات اور اپنی نظروں کا وزن کرتا رہے جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ محاسبہ ہونے سے پہلے اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اور وزن کیے جانے سے پہلے اپنے اعمال کا وزن کرو؟

اپنے نفس سے حساب لینے اور اس کا محاسبہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ بندہ موت سے پہلے گناہوں سے سچی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی میں ہونے والی تقصیر و کوتاہی کا تدارک کرے اور ایک ایک دانہ کر کے لوگوں کے حقوق واپس لوٹائے نیز اپنی زبان، ہاتھ اور دل کی بدگمانی کے ذریعے جس کسی انسان کی آبروریزی کی ہو اس سے معافی مانگے اور ان کے دلوں کو مطمئن کرے حتیٰ کہ جب اسے موت آئے تو اس کے ذمہ کوئی حق اور فریضہ باقی نہ ہو اور ایسا آدمی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اگر بندہ لوگوں کے حقوق واپس لوٹانے سے پہلے مر گیا تو اس سے حقوق کا مطالبہ کرنے والے لوگ اسے گھیر لیں گے ایک اس کا ہاتھ پکڑ لے گا۔ دوسرا اس کی پیشانی پکڑے گا اور تیسرا اس کا گریبان پکڑ لے گا، ایک کہے گا تو نے مجھ پر ظلم کیا تھا، دوسرا کہے گا تو نے مجھے گالی دی تھی، تیسرا کہے گا تو نے میرا مذاق اڑایا تھا، چوتھا کہے گا تو نے میری غیبت کی تھی جس کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوئی تھی پانچواں کہے گا تو میرا پڑوسی بنا تھا اور میرے ساتھ برائی کی تھی کوئی کہے گا تو نے میرے ساتھ معاملہ کیا تھا اور مجھے دھوکہ دیا تھا، کوئی کہے گا تو نے مجھ سے سودا کیا تھا اور میرے ساتھ غبن کیا تھا اور اپنے سامان کے نقص کو مجھ سے مخفی رکھا تھا کوئی کہے گا تو نے اپنے مال کی قیمت میں مجھ سے جھوٹ بولا تھا کوئی کہے گا تو نے مجھے محتاج دیکھا تھا اور اس وقت تو مالدار تھا لیکن تو نے مجھے کھلایا نہیں تھا اور کوئی کہے گا تو نے مجھے مظلوم پایا تھا اور تو مجھ سے ظلم کو روکنے پر قادر تھا لیکن تو نے ظالم کی تعریف کی تھی اور میرا خیال نہیں کیا تھا۔

تو اسی حال میں سرگرداں ہوگا اور حق داروں نے تیرے بدن کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ رکھا ہوگا۔ تیرے گریبان پر پختہ ہاتھ ڈال رکھے ہوں گے۔ جبکہ تو ان کی کثرتِ تعداد کی وجہ سے مبہوت و حیران ہوگا۔ حتیٰ کہ میدانِ محشر میں کوئی ایک آدمی بھی باقی نہیں رہے گا جس کے ساتھ تو نے اپنی زندگی میں ایک درہم کا معاملہ کیا تھا۔ یا اس کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھا تھا اور اس کا تجھ پر غیبت، خیانت یا حقارت کی نظر سے دیکھنے کی وجہ حق موجود تھا وہ تیرا دامن پکڑے گا۔ تجھ میں ان لوگوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہوگی اور تو اس امید کے ساتھ

اپنے سردار اور مولا کی طرف گردن اُٹھائے گا کہ شائد وہ تجھے ان لوگوں کے ہاتھ سے چھڑا لے۔ حتیٰ کہ اسی دوران تیرے کانوں میں جبار جل جلالہ کی یہ آواز پڑے گی۔

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ (المومن:17)

''آج بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا تھا ذرا ظلم نہیں ہوگا آج''۔

اس وقت تیرا دل ہیبت کی وجہ سے اپنی جگہ چھوڑ دے گا اور تجھے اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ مکرم ﷺ کی زبانِ مبارک کے ذریعے تجھے جس طرح ڈرایا تھا وہ تجھے یاد آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ (ابراہیم)

''اور تم یہ مت خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ بے خبر ہے اُن کرتوتوں سے جو یہ ظالم کر رہے ہیں۔ وہ تو انہیں صرف ڈھیل دے رہا ہے اس دن کے لئے جب کہ (مارے خوف کے) کھلی کی کھلی رہ جائیں گی آنکھیں۔ بھاگم بھاگ جا رہے ہوں گے اپنے سر اٹھائے ہوئے۔ ان کی پلکیں نہیں جھپکتی ہوں گی اور ان کے دل (وحشت سے) اڑے جا رہے ہوں گے۔ (اے میرے نبی) ڈرایئے لوگوں کو''۔

آج تجھے لوگوں کی عزتوں کو تار تار کرنے اور ان کا مال کھانے سے بہت زیادہ خوشی اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس دن تجھے کس قدر سخت افسوس و حسرت ہوگی۔ جب تیرا پروردگار عدل کی کرسی پر جلوہ فرما ہوگا اور تجھ سے بالمشافہ سیاست کا خطاب ہوگا۔ اس وقت تو بالکل مفلس، فقیر، عاجز اور حقیر ہوگا۔ تجھ میں کوئی ایک حق بھی واپس کرنے کی قدرت نہیں ہوگی۔ چنانچہ اس وقت تیری وہ ساری نیکیاں لے لی جائیں گی جن کے لیے تو نے زندگی بھر تھکاوٹ جھیلی تھی اور حق داروں کے حقوق کے عوض ان کو دے دی جائیں گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم سے

دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے مفلس وہ آدمی ہوتا ہے جس کے پاس کوئی درہم و دینار اور مال نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نمازیں، روزے اور زکوٰۃ کا ثواب لائے گا اور ساتھ ہی اس حال میں آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ پھر ایک مظلوم کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی۔ دوسرے مظلوم کو بھی اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی حتی کہ اگر حق داروں کا حق ادا ہونے سے پہلے ہی اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو حق داروں کے گناہ اٹھا کر اس کے ذمہ ڈال دئے جائیں گے۔ اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

تم اس قدر سخت و عظیم دن میں اپنی مصیبت میں غور و فکر کرو۔ کیونکہ تیری کوئی ایک نیکی بھی ریاکاری کی آفت اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ نہیں ہوگی۔ اگر اتنی طویل مدت میں کوئی نیکی محفوظ ہوگی تو اس پر حق دار جھپٹ پڑیں گے اور اسے اٹھا لیں گے۔ شاید اگر تو دن کے روزوں اور راتوں کے قیام پر مواظبت رکھتے ہوئے بھی اپنے نفس کا محاسبہ کرے تو یقیناً جان لے گا کہ تیری زندگی میں ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا ہوگا جس دن تیری زبان پر مسلمانوں کی غیبت نہ آئی ہو جو غیبت تیری ساری نیکیوں کو لے جائے گی۔ اور اگر حرام رزق اور مشتبہ مال کھانے اور عبادات میں تقصیر کے گناہ بھی موجود ہوئے تو پھر تمہارا کیا حال ہوگا؟ تو اس دن حقوق سے چھٹکارا پانے کی امید کیسے کر سکتا ہے جس دن سینگوں والے جانور سے سینگوں کے بغیر جانور کے لئے بدلہ لیا جائے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بکریاں دیکھیں جو ایک دوسری کو ٹکریں مار رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ قیامت کے دن ان کے مابین فیصلہ فرمائے گا۔

ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ

(الانعام:38)

"اور نہیں کوئی (جانور) چلنے والا زمین پر اور نہ کوئی پرندہ جو اڑتا ہے اپنے دو پروں سے مگر وہ امتیں ہیں تمہاری مانند"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس درج بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ساری مخلوق یعنی تمام چوپایوں، چلنے والے جانوروں، پرندوں اور ہر چیز کو جمع کیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف اس حد تک پہنچے گا کہ اللہ تعالیٰ سینگوں والے جانور سے سینگوں کے بغیر جانور کا بدلہ لے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو حکم فرمائے گا مٹی ہو جا۔ اور اس وقت کافر کہے گا کاش میں بھی مٹی ہو جاتا۔

اے مسکین! اس دن جب تو اپنا نامۂ اعمال اپنی ان تمام نیکیوں سے خالی دیکھے گا جن کے لئے تو نے مشقت برداشت کی تھی تو تو پوچھے گا میری نیکیاں کہاں ہیں؟ اور تجھے جواب دیا جائے گا تیری ساری نیکیاں تیرے قرض خواہوں کے نامۂ اعمال میں منتقل ہو گئی ہیں۔ اور جب تو اپنا نامۂ اعمال ان گناہوں کے ساتھ سیاہ دیکھے گا جن گناہوں سے صبر کرنے میں تو نے طویل مشقت برداشت کی اور ان سے باز رہنے کی سخت تکلیف جھیلی تھی تو تو پوچھے گا اے پروردگار! میں نے ان برائیوں کا کبھی ارتکاب نہیں کیا تھا۔ تجھے جواب دیا جائے گا کہ یہ ان لوگوں کے گناہ ہیں جن کی تو نے غیبت کی تھی، جن کو تو نے گالیاں دی تھیں، جن کے ساتھ تو نے برائی کا قصد کیا تھا اور جن کے ساتھ تو نے بیع، پڑوس، گفتگو، مناظرہ، مذاکرہ، درس وتدریس اور معاملات کی جملہ اقسام میں ناانصافی کی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

بے شک شیطان عرب کی زمین میں بت پرستی سے مایوس ہو چکا ہے۔ لیکن وہ تمہاری طرف سے اس سے کم درجہ کے گناہوں پر راضی ہو جائے گا اور وہی گناہ انسان کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ لہٰذا تم سے جس قدر ہو سکے ظلم سے بچتے رہو۔ بے شک ایک بندہ

قیامت کے دن پہاڑوں کے برابر طاعات اور عبادت لے کر آئے گا اور وہ یہی گمان کرے گا کہ اس کی عبادات اسے بچالیں گی۔ لیکن اچانک ایک بندہ آ کر کہے گا۔ اے میرے پروردگار! فلاں بندے نے مجھ پر ظلم کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کی نیکیوں میں سے اتنی نیکیاں مٹا دو؟ پھر یہی سلسلہ جاری رہے گا حتیٰ کہ اس کی نیکیوں میں سے ایک نیکی بھی اس کے پاس باقی نہیں رہے گی۔ اور اس کی مثال ان مسافروں کی ہے جو ایک بے آب وگیاہ زمین میں پڑاؤ کریں اور ان کے پاس کوئی ایندھن نہ ہو۔ وہ ادھر اُدھر نکل کے ایندھن اکٹھا کرلیں اور تھوڑی ہی دیر میں خوب آگ جلا کر اپنا مقصود ومراد حاصل کرلیں۔

غرضیکہ جس طرح سب لوگوں کی لکڑیاں اکٹھا کرنے کی محنت چند لمحوں میں آگ جلا کر راکھ کردیتی ہے۔ اسی طرح گناہ بھی نیکیوں کو فوراً ختم کردیں گے۔

جب یہ ارشادِ خداوندی نازل ہوا:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝ (الزمر)

”بے شک آپ نے بھی (دنیا سے) انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے پھر تم (سب) روز حشر اپنے رب کے حضور آپس میں جھگڑو گے“۔

تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا گناہوں کے خواص کے ساتھ ہمارے آپس کے دنیوی جھگڑے ہم پر دوبارہ آئیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ یہ یقیناً تم پر پھر آئیں گے۔ حتیٰ کہ تم ہر صاحبِ حق کا حق ادا کرو گے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ کی قسم! معاملہ بہت سخت ہوگا۔

اے انسان! وہ دن کتنا شدید ہوگا جس دن ایک قدم کی معافی نہیں ہوگی۔ نیز ایک تھپڑ اور ایک کلمہ سے درگزر نہیں کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ ہر ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

يَحْشُرُ اللّٰهُ الْعِبَادَ عُرَاةً غُبْرًا بُهْمًا

"اللہ تعالیٰ بندوں کو ننگا، کم ترا ور کنگال حالت میں میدانِ حشر میں جمع فرمائے گا"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! بُهماً کا کیا معنی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا انکے پاس کوئی چیز نہیں ہوگی۔ پھران کا پروردگار انہیں ایسی ندا دے گا جسے دور والے بھی قریب والوں کی طرح سنیں گے۔ میں بادشاہ ہوں میں بدلہ لینے والا ہوں۔ کسی جنتی کو جنت میں اور کسی دوزخی کو دوزخ میں داخل ہونے کا اس وقت تک حق نہیں جب تک میں اس سے وہ بدلہ نہ لے لوں جو اس کے ذمہ ہے۔ حتیٰ کہ میں معمولی تھپڑ کا بھی بدلہ لوں گا۔ ہم نے عرض کیا یہ بدلہ کس طرح لیا جائے گا ہم تو ننگے، کم تر اور کنگال حالت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ بدلہ لیا جائے گا۔

اے اللہ کے بندو! لوگوں کے مال غصب کر کے، ان کی عزتیں برباد کر کے، ان کے دلوں کو ستا کر اور ان کے ساتھ معاشرت میں بداخلاقی کے ذریعے ان کے حقوق چھیننے کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ وہ تمام معاملات جو خالصتاً بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں ان کی بخشش جلدی ہو جائے گی۔ جس آدمی کے ذمہ بہت زیادہ حقوق اکٹھے ہو چکے ہوں اور اس نے ان سے توبہ کر لی ہو لیکن اس کے لئے حق داروں سے ان حقوق کو معاف کروانا مشکل ہو تو اس کو چاہیے کہ یومِ قصاص یعنی حساب کے دن کے لئے بہت زیادہ نیکیاں اکٹھی کرے اور کچھ نیکیاں کمال اخلاص کے ساتھ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اس طرح مخفی رکھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اطلاع نہ ہو۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ نیکی اسے اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کر دے اور اس کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کا وہ لطف و کرم مل جائے جو اس نے اپنے محبوب مومنین کے لئے اس لئے ذخیرہ فرما رکھا ہے کہ اس کے سبب ان کی طرف سے بندوں کے حقوق ادا کرے گا۔

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ تشریف فرما تھے اور ہم نے

اچانک دیکھا کہ آپ ﷺ اس قدر مسکرائے کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں آپ کیوں مسکرائے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کے دو آدمی پاؤں کی انگلیوں پر رب العزت کی بارگاہ میں کھڑے ہونگے۔ ان میں سے ایک عرض کرے گا اے میرے پروردگار! میرے بھائی نے مجھ پر ظلم کیا تھا۔ مجھے اس کا بدلہ دلا دے۔ اللہ تعالیٰ ظالم سے فرمائے گا اپنے بھائی کا حق ادا کرو۔ ظلم کرنے والا آدمی عرض کرے گا۔ اے پروردگار میرے نامۂ اعمال میں ایک نیکی بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ طالب یعنی مظلوم سے فرمائے گا اب کیا کرو گے اس کے پاس تو ایک نیکی بھی باقی نہیں؟ وہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار! یہ میرے گناہوں کا بوجھ اُٹھا لے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے ساتھ ہی حضور ﷺ کی چشمان مبارک سے روتے ہوئے آنسو بہہ نکلے۔ پھر ارشاد فرمایا بے شک وہ بہت بڑا دن ہوگا۔ اس دن لوگ اس بات کے انتہائی حاجت مند ہوں گے کہ ان کا بوجھ کوئی دوسرا اُٹھا لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ طالب یعنی مظلوم سے فرمائے گا اپنا سر اوپر اٹھاؤ اور جنت میں دیکھو۔ وہ اپنا سر اوپر اُٹھائے گا اور عرض کرے گا اے میرے پروردگار! میں چاندی کے بلند و بالا شہر اور موتیوں کے ساتھ سجے ہوئے سونے کے محلات دیکھ رہا ہوں۔ اے میرے پروردگار! یہ کس نبی یا کس صدیق کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ اس آدمی کے لئے ہیں جو مجھے ان کی قیمت دے گا۔ وہ عرض کرے گا اے پروردگار! ان کی قیمت کس آدمی کے پاس ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان کی قیمت تیرے پاس بھی موجود ہے۔ وہ عرض کرے گا وہ قیمت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم اپنے اس بھائی کے گناہ معاف کردو۔ بندہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار! میں نے اس کو معاف کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں چھوڑ آؤ۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنے مابین معاملات کی اصلاح کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کے مابین صلح کرائے گا۔

یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ قیامت کے دن کا وہ لطف وکرم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اختیار کرنے سے حاصل ہوگا اور وہ آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا اور دوسرے تمام اچھے اخلاق ہیں۔

چنانچہ اب تم اپنے نفس کے متعلق غور وفکر کرو۔ اگر تیرا نامۂ اعمال مظالم سے خالی ہوا یا تجھ پر لطف وکرم کیا گیا حتیٰ کہ تجھے معافی مل گئی اور تجھے ابدی سعادت پر پختہ یقین ہوگیا تو پھر میدانِ محشر کی عدالت سے واپس لوٹتے ہوئے تیری خوشی کا کیا عالم ہوگا، تجھے رضائے الٰہی کی خلعت عطا کی جائے گی اور تو ایسی سعادت کے ساتھ واپس لوٹے گا جس کے بعد کوئی شقاوت نہیں ہوگی اور ایسی نعمتوں کے ساتھ آئے گا جن کے قریب سے بھی فنا کا گذر نہیں ہوگا۔ اس وقت خوشی اور فرحت سے تیرا دل اُڑنے لگے گا اور تیرا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح سفید، منور اور روشن ہوگا۔

ذرا اپنے متعلق سوچو تو سہی تم مخلوق کے درمیان سر اٹھا کر فخر سے چلو گے۔ تمہاری پیٹھ بوجھوں سے خالی ہوگی، نعمتوں کے جھونکوں کی تروتازگی اور رضائے الٰہی کی ٹھنڈک تیری پیشانی پر چمک رہی ہوگی، اولین اور آخرین ساری مخلوق تجھے اور تیرے آگے آگے اور پیچھے پیچھے چل رہے ہوں گے۔ اور سرِ عام ندا دیں گے یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے راضی کردیا ہے۔ اور اسے ایسی سعادت نصیب ہوئی ہے جس کے بعد یہ کبھی بھی بدبخت نہیں ہوگا۔

تیرا کیا خیال ہے کیا آخرت کا وہ محل ومنصب دنیا کے اس مقام ومرتبہ سے عظیم تر نہیں ہے جو تو اپنی ریاکاری، مداہنت، تصنع اور ظاہری زیب وزینت کے ذریعے مخلوق کے دلوں میں حاصل کرتا ہے۔ اگر تم جانتے ہو کہ آخرت کا مقام ومنصب اس دنیوی مقام سے بہتر ہے بلکہ اس دنیوی مقام کو اس کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں تو پھر تم اس مرتبہ کے حصول کے لیے اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ صاف اخلاص اور صادق نیت کے ساتھ ملاقات کرو۔ کیونکہ تم وہ مقام صرف انہی چیزوں کے ساتھ حاصل کرسکو گے۔

العیاذ باللہ! اگر معاملہ اس کے برعکس ہو گیا یعنی تیرے اعمال نامہ سے ایسے گناہ نکلے جن کو تو معمولی سمجھتا تھا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑے گناہ تھے اور اللہ تعالیٰ ان گناہوں کی وجہ سے تجھ پر غضب ناک ہو گیا اور اس نے فرمایا اے برے بندے! تجھ پر میری لعنت ہو۔ میں تیری عبادت قبول نہیں کرتا۔ تو یہ آواز سنتے ہی تیرا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے فرشتے بھی تجھ پر غضب ناک ہو جائیں گے۔ اور کہیں گے تجھ پر ہماری طرف سے اور ساری مخلوق کی طرف سے بھی لعنت ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی عذاب کے فرشتے تجھ پر ٹوٹ پڑیں گے اور اپنے خالق کے غضب کی وجہ سے وہ بھی غضب ناک ہوں گے۔ وہ فرشتے اپنی بدخلقی، تند مزاجی اور خوفناک صورت کے ساتھ تیری طرف بڑھیں گے اور تجھے پیشانی سے پکڑ کر مخلوق کے سامنے منہ کے بل گھسیٹیں گے۔ اور لوگ تیرے چہرے کی سیاہی اور تیری رسوائی کو دیکھیں گے اور تو "ہلاکت ہلاکت" "عذاب عذاب" کی آوازیں دے گا اور فرشتے تجھے کہیں گے ایک ہلاکت کی تمنا نہ کرو بلکہ زیادہ ہلاکتوں کی دعا کرو۔ اور وہ اعلان کریں گے یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ذلت و رسوائی کو ظاہر فرما دیا ہے اور اس کے قبیح گناہوں کی وجہ سے اس پر لعنت فرما دی ہے۔ اور یہ ایسا بدبخت ہوا ہے کہ اب کبھی سعادت مندی کا منہ نہیں دیکھے گا۔

یہ خرابی و بربادی صرف ایک گناہ کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ جس کا تو نے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے چھپ کر ارتکاب کیا تھا یا ان کے دلوں میں مقام حاصل کرنے کی طلب میں یا ان کے سامنے رسوا ہونے کے خوف سے اسے چھپایا تھا۔ یہ تیری کتنی بڑی جہالت ہے کہ تو اس فانی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے سامنے رسوائی سے بچتا ہے۔ لیکن اس عظیم انبوہ میں بڑی رسوائی سے نہیں ڈرتا جس کے ساتھ ساتھ تجھے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، اس کے دردناک عذاب اور عذاب کے فرشتوں کے ہاتھوں جہنم کی طرف ہانکے جانے کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔ غرضیکہ یہ تیرے احوال ہوں گے اور تجھے سب سے عظیم خطرہ کا احساس نہیں اور وہ پل صراط کا خطرہ ہے۔

پل صراط کی کیفیت

ان خوفناک مراحل میں تفکر کرنے کے بعد تم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں غور وفکر کرو:۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ (مریم)

''وہ دن جب ہم اکٹھا کریں گے پرہیز گاروں کو رحمٰن کے حضور میں (معزز و مکرم مہمان بنا کر) اور اس روز ہانک کر لائیں گے مجرموں کو''۔

اور اس ارشادِ خداوندی میں غور وفکر کرو:۔

فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوهُمْ ۖ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ ﴿٢٤﴾

''پس سیدھے لے چلو انہیں جہنم کی راہ کی طرف اور (اب ذرا) روک لو انہیں، ان سے باز پرس کی جائے گی''۔ (الصافات)

میدانِ حشر کے ان خوفناک مراحل کے بعد لوگوں کو پلِ صراط کی طرف ہانکا جائے گا۔ پل صراط جہنم کے اوپر بچھایا ہوا ایک پل ہے جو تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ جو آدمی اس عالم میں صراط مستقیم پر قائم رہا وہ پل صراط سے تیزی کے ساتھ گزر جائے گا اور نجات پائے گا۔ اور جو آدمی دنیا میں صراطِ مستقیم سے ادھر ادھر ہو گیا اور اس نے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ اپنی پیٹھ بوجھل کر لی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہا وہ پل صراط پر پہلا قدم رکھتے ہی پھسل جائے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔

اب تم اس بات میں خوب غور کرو۔ اس وقت تیری حالت کیا ہو گی جب تو پل صراط اور اس کی تیزی کو دیکھے گا پھر تیری نظر پل صراط کے نیچے موجود جہنم کی سیاہی پر پڑے گی۔ پھر تیرے کانوں میں جہنم کے چنگھاڑنے اور غضبناک ہونے کی آواز پڑے گی۔ اور تیری حالت انتہائی کمزور، دل مضطرب اور قدم متزلزل ہونے کے باوجود تجھے پل صراط پر چلنے کے لئے مجبور کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ تیری پیٹھ پر گناہوں کا ایسا بوجھ ہو گا جو ہموار زمین کی سطح پر چلنے سے بھی تیرے لئے رکاوٹ بنے گا۔ پلِ صراط کی تیز دھار پر چلنا تو دور کی بات ہے۔

اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو اپنا ایک پاؤں پل صراط پر رکھے گا اور اس کی تیزی کو محسوس کرے گا۔ لیکن اس کے باوجود تو اپنا دوسرا قدم اُٹھانے پر مجبور ہوگا۔ خلقِ خدا تیرے سامنے پھسل رہی ہوگی اور ٹھوکریں کھا رہی ہوگی اور جہنم کے فرشتے ان کو مُڑے ہوئے سروں والی سلاخوں اور میخوں کے ساتھ پکڑ رہے ہوں گے۔ تو ان کی طرف دیکھ رہا ہوگا کہ وہ کس طرح اوندھے کئے ہوئے ہیں، ان کے سر آگ کی طرف جا رہے ہیں اور پاؤں اوپر جا رہے ہیں۔

وہ منظر کس قدر خوفناک ہوگا، کتنی مشکل سیڑھی ہوگی اور کتنا تنگ راستہ ہوگا؟ اپنی حالت کے متعلق غور و فکر کرو جب تو پل صراط پر رینگ رہا ہوگا اور اس کی طرف چڑھ رہا ہوگا اور تیری پیٹھ گناہوں کے بوجھ سے بھاری ہوگی جب تو اپنے دائیں بائیں دوسری مخلوق کی طرف توجہ کرے گا۔ تو وہ آگ میں گر رہے ہوں گے اور رسول اللہ ﷺ دعائیں کر رہے ہوں گے۔

رَبِّ سَلِّم سَلِّم

''اے میرے پروردگار اسے بچالے اسے بچالے''۔

پل صراط سے بہت زیادہ مخلوق کے پھسل جانے کی وجہ سے جہنم کی گہرائیوں سے تجھے ہلاکت اور تباہی تباہی کی آوازیں سنائی دیں گی۔ اس وقت اگر تیرا قدم پھسل گیا اور ندامت و شرمندگی تیرے کسی کام نہ آئی تو پھر تیری کیا حالت ہوگی؟ دوسری مخلوق کی طرح تو بھی پکارے گا ہائے ہلاکت ہائے تباہی اور تو کہے گا یہ وہی ہے جس سے میں ڈرتا تھا۔ کاش میں اپنی اس زندگی کے لئے کچھ آگے بھیج دیتا، کاش میں رسولِ خدا ﷺ کے راستہ پر چلتا۔ ہائے بربادی۔ کاش میں فلاں آدمی کو اپنا دوست نہ بناتا، کاش میں مٹی ہو جاتا، کاش میں نسیاً منسیاً ہو جاتا اور کاش میری ماں مجھے جنم نہ دیتی۔ اور اسی کے ساتھ جہنم کی آگ تجھے اٹھا لے گی۔ العیاذ باللہ۔ اور ایک منادی ندا دے گا:۔

اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ (المومنون)

''پھنکارے ہوئے پڑے رہو اس میں اور مت بولو میرے ساتھ''۔

اب تیرے پاس چیخنے، کراہنے، آہیں بھرنے اور مدد مانگنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہو گا۔ اب آخرت کے متعلق سن کر تیرا کیا حال ہوتا ہے؟ اور جب یہ سارے خطرات تیرے سامنے ہوں گے تو پھر تیری عقل کی کیا حالت ہوگی؟ اگر تیرا ان سب خطرات پر ایمان نہیں تو پھر تجھے جہنم کی وادیوں میں بہت دیر تک کفار کے ساتھ رہنا پڑے گا اور اگر تو ان سب امور پر ایمان رکھتا ہے لیکن ان سے غافل ہے اور ان کے لئے تیاری کرنے میں سستی کر رہا ہے تو پھر تُو کس قدر خسارے میں ہے، تو کس قدر سرکش ہے۔ اگر تیرا ایمان تجھے عبادت کرنے پر اور ترکِ گناہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش پر برانگیختہ نہیں کرتا تو پھر تیرا ایمان تجھے کیا نفع دے رہا ہے؟ غرضیکہ اگر تیرے سامنے صرف پل صراط کا خوف ہو اور دل میں اس سے گزرنے کے خطرہ کا ڈر ہی ہو اگرچہ تم اس سے بحفاظت گزر جاؤ تو تیرے لئے یہی خوف، ڈر اور رعب کافی ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔

پل صراط کو جہنم کے درمیان بچھایا جائے گا اور تمام رسولوں میں سے سب سے پہلے میں اپنی امت کے ساتھ اس سے گزروں گا۔ اس دن رسولوں کے سوا کوئی بندہ بات نہیں کرے گا اور س دن رسولوں کی دعا ہوگی:۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ۔ اے اللہ! بچا لے اے اللہ بچا لے۔ دوزخ میں سعدان بوٹی کے کانٹوں کی مانند کانٹے ہیں۔ کیا آپ نے سعدان کا کانٹا دیکھا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وہ سعدان بوٹی کے کانٹوں کی مانند ہوں گے لیکن یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ کانٹے کتنے بڑے ہوں گے۔ وہ کانٹے لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے اچک لیں گے۔ کئی اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک ہی ہو جائیں گے اور بعض ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور پھر نجات پا جائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لوگ جہنم کے پل صراط سے گزریں گے جس پر گوکھرو، مڑے ہوئے سر والی سلاخیں اور کانٹے ہوں گے

جو لوگوں کو دائیں بائیں دونوں جانب سے اپنی طرف کھینچیں گے اور اس کی دونوں جانب فرشتے کھڑے ہوئے یہ دعا کر رہے ہوں گے:۔

اللّٰھُم سَلِّم اللّٰھُم سَلِّم

"اے اللہ! اسے بچا لے اے اللہ اسے بچا لے"۔

بعض لوگ بجلی کی مانند پل صراط سے گزر جائیں گے، بعض ہوا کی مانند گزریں گے، بعض سرپٹ دوڑنے والے گھوڑے کی مانند گزریں گے، بعض دوڑتے ہوئے اور بعض چلتے ہوئے گزریں گے جبکہ بعض بندے گھٹنوں کے بل گزریں گے اور بعض رینگ کر گزریں گے۔ جب کہ دوزخ کے حق دار دوزخی نہ مریں گے اور نہ جی سکیں گے۔ جن لوگوں کو گناہوں اور خطاؤں کی وجہ سے پکڑا جائے گا وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے اور پھر حضور ﷺ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ جیسا کہ آخر تک حدیث پاک مذکور ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک معلوم دن کو میدانِ محشر میں جمع فرمائے گا۔ لوگ چالیس سال تک کھڑے رہیں گے اور آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہوئے فیصلے کا انتظار کریں گے۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے مروی حدیث پاک بیان کی۔ حتیٰ کہ آپ نے مومنوں کے سجدہ کرنے کے وقت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو حکم فرمائے گا اپنے سر اُٹھالو اور وہ سر اٹھالیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے مطابق ان کو نور عطا فرمائے گا۔ بعض کو ایک بہت بڑے پہاڑ کے برابر نور عطا ہو گا جو ان کے آگے آگے دوڑے گا، بعض مومنوں کو اس سے چھوٹا نور عطا ہو گا، بعض کو کھجور کے درخت کے برابر نور عطا کیا جائے گا اور بعض کو اس سے بھی چھوٹا نور عطا ہو گا۔ حتیٰ کہ ان میں سب سے آخری آدمی وہ ہو گا جسے اس کے پاؤں کے انگوٹھے کے برابر نور عطا ہو گا۔ جو ایک بار چمکے گا پھر بجھ جائے گا۔ حتیٰ کہ اسی طرح چمکتا اور بجھتا رہے گا۔ جب نور چمکے گا تو وہ بندہ قدم اٹھا کر چلے گا اور جب بجھے گا تو وہ رک جائے گا"۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب لوگ اپنے اپنے نور کے مطابق پل صراط سے گزریں گے۔ بعض لوگ آنکھ جھپکنے کی مانند گزر جائیں گے، بعض بجلی کی مانند گزر جائیں گے، بعض بادل کی مانند گزریں گے، بعض ستاروں کے ٹوٹنے کی مانند گزریں گے، بعض گھوڑوں کے دوڑنے کی مانند گزریں گے اور بعض انسان کے دوڑنے کی مانند دوڑ کر گزریں گے۔ حتیٰ کہ جس آدمی کو پاؤں کے انگوٹھے کے برابر نور عطا ہوگا وہ اپنے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں پر گرتا ہوا گزرے گا۔ اس کا ایک ہاتھ آگے بڑھے گا تو دوسرا اٹک جائے گا اور ایک پاؤں الجھے گا تو دوسرا بڑھائے گا اور اس کے پہلوؤں کو آگ چھو رہی ہوگی۔

آپ ﷺ نے فرمایا وہ اس طرح گزرتا جائے گا حتیٰ کہ نجات پا جائے گا اور پل صراط سے پار نکل جائے گا اور دوسرے کنارے پر کھڑا ہو کر عرض کرے گا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو اس نے کسی کو نہیں دیا۔ میں نے اس جہنم کو دیکھ لیا ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے نجات بخشی ہے۔ پھر اسے جنت کے دروازے پر موجود ایک کنوئیں پر لے جا کر غسل دیا جائے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:۔

''پلِ صراط تلوار کی دھار کی مانند یا چھری کی مانند تیز ہے اور بے شک ملائکہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دوزخ میں گرنے سے بچائیں گے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے میری کمر سے میری چادر کو پکڑ رکھا ہوگا اور میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کر رہا ہوں گا یا رَبِّ سَلِّم سَلِّم۔ اے میرے پروردگار! اس کو بچا لے اس کو بچا لے۔ اس دن پھسلنے والے اور پھسلنے والیاں بہت زیادہ ہوں گی''۔

غرضیکہ یہ پل صراط کی ہولناکیاں اور مصائب ہیں تم ان میں طویل غور و فکر کرو۔ کیونکہ قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے سب سے زیادہ محفوظ وہی آدمی ہوگا جس نے دنیا میں رہ کر آخرت میں بہت زیادہ فکر کی ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی بندے پر دو خوف جمع نہیں

فرماتا۔ چنانچہ جو آدمی اس دنیا میں آخرت کی ہولناکیوں سے خوف زدہ رہا وہ آخرت میں ان سے مامون رہے گا۔ اور خوف سے میری مراد عورتوں کی طرح رقت اور خوف نہیں کہ بات سننے کے دوران تیری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں اور تیرا دل نرم ہو جائے اور پھر تو اسے فوراً بھول جائے اور اپنی لہو ولہب میں مشغول ہو جائے۔ اس مکر وفریب کا خوف سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ بلکہ جو آدمی کسی چیز سے خوف زدہ ہو وہ اس سے دور بھاگتا ہے اور جس آدمی کو کس چیز کی امید ہو وہ اس کی طلب کرتا ہے لہٰذا تجھے صرف وہی خوف نجات بخشے گا تجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے روکے اور تجھے اس کی اطاعت پر برانگیختہ کرے۔

عورتوں کے خوف اور رقت سے کم تر خوف احمقوں کا ہے کیونکہ جب وہ احوال اور مصائب کا تذکرہ سنتے ہیں تو ان کی زبان پر فوراً استعاذہ جاری ہو جاتا ہے ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اے اللہ مجھے بچالے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ان گناہوں پر مصر رہتے ہیں جو ان کی ہلاکت کا سبب ہوتے ہیں اور شیطان ان کے استعاذہ پر اس طرح ہنستا ہے جس طرح وہ اس آدمی پر ہنستا ہے جس کے پیچھے کسی صحرا میں کوئی چیر پھاڑ کرنے والا درندہ پڑ جائے اور اس کے پیچھے ایک مضبوط قلعہ ہو اور جب وہ دور سے درندے کی دھاڑ اور حملہ کرنے کا ارادہ دیکھے تو زبان سے کہنے لگے میں اس مضبوط قلعہ کی پناہ مانگتا ہوں اور اس کی مضبوط عمارت اور پختہ بنیادوں سے مدد مانگتا ہوں۔ وہ اپنی زبان کے ساتھ تو یہ کہہ رہا ہے لیکن بیٹھا ہوا اسی جگہ پر ہے تو وہ قلعہ اسے درندے سے کس طرح بچائے گا۔

اسی طرح آخرت کے احوال کا قلعہ صرف یہ ہے کہ انسان صدق دل سے لا الہ الا اللہ پڑھے صدق کا معنی یہ ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مقصود اور معبود نہ ہو اور جو آدمی اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لے وہ اپنی توحید میں صدق سے خالی ہے اس کا معاملہ فی نفسہ پر خطر ہے۔

اگر تم اس صدق سے عاجز ہو تو پھر تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا محب، ان کی سنت مبارک۔

کی تعظیم کرنے کا حریص، ان کی امت میں سے صلحاء کے دلوں کی رعایت کرنے کا عاشق اور ان کی دعاؤں سے برکت حاصل کرنے والے بن جاؤ؟ اور پھر تمہارے متعلق امید کی جاسکتی ہے کہ تم حضور ﷺ یا صالحین کی شفاعت سے حصہ پالو گے اور پھر اگر تمہارے پاس پونجی ومتاع کم بھی ہوا تو تم شفاعت کے ذریعے نجات پا جاؤ گے۔

شفاعت کی کیفیت

جان لو!

جب مومنین یعنی لوگوں میں سے ایک گروہ کے متعلق دوزخ میں جانے کا مسئلہ برحق اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کے حق میں انبیائے کرام علیہم السلام ورصدیقین بلکہ علمائے کرام اور صالحین کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ ہر وہ آدمی جس کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاہ ومرتبہ ہے اور وہ حسنِ معاملہ سے متصف ہے اسے اپنے اہلِ خانہ، رشتہ داروں، دوستوں اور جان پہچان رکھنے والوں کی شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی۔ لہٰذا تم اس چیز کے حریص بن جاؤ کہ تم ان لوگوں کے ہاں اپنے لئے شفاعت کا رتبہ حاصل کرلو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم کسی آدمی کو بھی قطعاً حقیر نہ جانو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت اپنے بندوں میں پوشیدہ رکھی ہوئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جس آدمی کو تیری نظریں حقارت سے دیکھ رہی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو۔ اور کسی گناہ کو بھی چھوٹا نہ سمجھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا غضب اپنی نافرمانیوں میں چھپا رکھا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اسی گناہ میں مضمر ہو۔ اور کسی عبادت کو بھی قطعاً معمولی نہ گمان کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اپنی اطاعت میں چھپا رکھی ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اسی عبادت میں پوشیدہ ہو اگرچہ وہ ایک عمدہ کلمہ یا کھانے کا ایک لقمہ یا اچھی نیت یا ان کی طرح کوئی دوسری معمولی سی نیکی ہو۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں شفاعت کے متعلق بہت زیادہ شواہد موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (الضحیٰ:5)

"اور عنقریب آپکا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے"۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عطا سے مراد شفاعت ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول مبارک تلاوت فرمایا جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۶ (ابراہیم)

"اے پروردگار! ان بتوں نے تو گمراہ کر دیا ہے بہت سے لوگوں کو پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی (تو اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے) بے شک تو غفور رحیم ہے"۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول مبارک تلاوت فرمایا جس طرح کہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ (المائدہ:118)

"اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے"۔

پھر آپ ﷺ نے ہاتھ مبارک اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا یا اللہ! امتی امتی اور آپ رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل! حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے دریافت کرو کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے رونیکی وجہ دریافت کی۔ آپ ﷺ نے ان کو رونے کی وجہ بتائی حالانکہ اللہ تعالیٰ خود اس وجہ کو بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل! حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کریں کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے معاملہ میں راضی کر دیں گے اور ناراض نہیں کریں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا

"مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی علیہ السلام کو نہیں دی گئیں میری ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے، میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی علیہ السلام کیلئے حلال نہیں تھا، میرے لئے زمین کو مسجد اور اس کی مٹی کو پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے میری امت کے آدمی پر جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے وہ وہاں ہی نماز پڑھ لے، مجھے شفاعت کا مرتبہ عطا کیا گیا ہے اور ہر نبی علیہ السلام اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف عام مبعوث کیا گیا ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا كَانَ يَومَ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ وَ صَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ مِنْ غَيْرِ فَخْرٍ

"جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمام انبیاء کرام کا امام، ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور میں اس پر کوئی فخر نہیں کر رہا"۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ عَنْهُ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَنَا اَوَّلُ مُشَفَّعٍ بِيَدِى لِوَاءُ الْحَمْدِ تَحْتَهُ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ

"میں حضرت آدم علیہ السلام کی پوری اولاد کا سردار ہوں اور میں کوئی فخر نہیں کرتا میں وہ نبی ہوں جس کی قبر سب لوگوں سے پہلے شق ہوگی، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا، سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی، حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ باقی سب انبیائے کرام علیہ السلام اسی کے نیچے ہوں گے"۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَأُرِيْدُ اَنْ اَخْتَبِئَ شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

"ہر نبی علیہ السلام کیلئے ایک مستجاب ومقبول دعا تھی۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کیلئے چھپا کر رکھوں"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تمام انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے سونے کے منبر بچھائے جائیں گے اور وہ ان پر بیٹھ جائیں گے جب کہ میرا منبر یونہی بچھا رہے گا میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ میں اس خوف سے اپنے پروردگار کے حضور کھڑا رہوں گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میری امت پیچھے رہ جائے میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار! میری امت؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد ﷺ! آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں آپ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ میں عرض کروں گا اے پروردگار! ان سے حساب جلدی جلدی لے لو! میں اسی طرح بار بار شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ مجھے ایسے لوگوں کے متعلق شفاعت کرنے کا اجازت نامہ مل جائے گا جن کو دوزخ میں بھیج دیا گیا ہوگا۔ حتیٰ کہ دوزخ کا داروغہ کہے گا اے محمد ﷺ! آپ نے اپنی امت میں سے اپنے پروردگار کے غضب کیلئے دوزخ کے واسطے کوئی بھی باقی نہیں رہنے دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اِنِّي لَاَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِاَكْثَرَ مِمَّا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مِنْ حَجَرٍ وَّ مَدَرٍ

"بے شک میں قیامت کے دن روئے زمین پر موجود پتھروں اور ڈھیلوں سے زیادہ تعداد میں بندوں کی شفاعت کروں گا"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا اور اس میں سے ایک شانہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ بکری کے گوشت میں سے شانہ آپ ﷺ زیادہ پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک بار اس سے

دانتوں کے ساتھ کچھ بوٹی اتاری اور پھر فرمایا میں تمام رسولوں کا سردار ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ میں کس وجہ سے سردار ہوں؟ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا اور ان کو ایک داعی کی آواز سنائے گا، اور ایک دیکھنے والا ان پر نگاہ رکھے گا، سورج سروں کے قریب ہوگا۔ لوگ اس قدر غم اور کرب و مشقت میں مبتلا ہوں گے جس کو برداشت کرنے کی ان میں طاقت نہیں ہوگی۔ جس وجہ سے وہ ایک دوسرے کو کہیں گے کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ تم کس قدر مصیبت میں مبتلا ہو؟ کیا تم ایسی ہستی کے متعلق غور و فکر نہیں کرتے جو تمہارے پروردگار کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے؟ لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے تم حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جاؤ؟ چنانچہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر ان کی خدمت میں عرض کریں گے آپ ابوالبشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا تھا، آپ میں اپنی روح پھونکی تھی اور فرشتوں کو حکم فرمایا تھا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا تھا آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں؟ کیا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ہم کس قدر کرب میں مبتلا ہیں اور کیا آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے آج میرا پروردگار اس قدر غیض و غضب میں ہے کہ اس طرح پہلے کبھی اسے غصہ نہیں آیا اور نہ پھر کبھی وہ اس طرح غصہ ہوگا۔ مجھے اس نے ایک درخت کا پھل کھانے سے منع فرمایا تھا لیکن میں نے اس کی حکم عدولی کی تھی۔ نفسی نفسی یعنی مجھے تو اپنی ذات کی فکر پڑی ہے۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے اے نوح! آپ اہل زمین کی طرف بھیجے جانے والے سب سے پہلے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام عبد شکور یعنی شکر گزار بندہ رکھا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے؟ کیا آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے میرا پروردگار اس قدر غیض و غضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اسے اس قدر غصہ نہیں آیا اور نہ پھر کبھی وہ

اس طرح غیض وغضب میں ہوگا میرے پاس ایک دعا کا اختیار تھا اور وہ میں نے اپنی قوم کیلئے بدعا کر دی تھی۔ نفسی نفسی یعنی مجھے تو اپنی فکر پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ؟

لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور زمین والوں میں سے اس کے خلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے آج میرا پروردگار اس قدر غیض وغضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اسے اس قدر غصہ نہیں آیا اور نہ پھر کبھی اس طرح غیض وغضب میں ہوگا میں نے تین بار جھوٹ بولا تھا۔ یعنی تین بار ظاہری حقیقت کے خلاف بات کی تھی اور آپ علیہ السلام ان تینوں باتوں کا ذکر فرمائیں گے نفسی نفسی یعنی مجھے تو اپنی فکر پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

چنانچہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے اے موسیٰ! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور ہمکلامی کے ذریعے باقی لوگوں پر فضیلت بخشی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے آج میرا پروردگار اس قدر غیض وغضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اسے اس قدر غصہ نہیں آیا اور نہ پھر کبھی اس طرح غیض وغضب میں ہوگا۔ میں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا جس کے قتل کا مجھے حکم نہیں تھا۔ نفسی نفسی یعنی مجھے تو اپنی فکر پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اس کا کلمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف القاء فرمایا تھا۔ آپ نے پنگھوڑے میں لوگوں کے ساتھ کلام فرمایا تھا۔ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے

ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے آج میرا پروردگار اس قدر غیظ و غضب میں ہے کہ اس طرح پہلے کبھی غضبناک نہیں ہوا اور نہ پھر کبھی اس طرح غضبناک ہوگا۔ آپ علیہ السلام اپنی کسی خطا کا ذکر نہیں فرمائیں گے اور فرمائیں گے نفسی نفسی یعنی مجھے تو اپنی فکر پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم لوگ حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔

پھر سب لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے یا محمد ﷺ! آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب تمام اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے؟ کیا آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں؟ چنانچہ میں انکے ساتھ چل پڑوں گا اور عرش کے نیچے آ کر اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی محامد اور حسن ثنا میں سے وہ کچھ کھول دے گا جو اس نے مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولا۔ پھر کہا جائے گا اے محمد ﷺ! اپنا سر مبارک اُٹھا لو۔ آپ مانگتے جائیں آپ کو عطا کیا جائے گا، آپ شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں فوراً سر اُٹھا کر عرض کروں گا اے میرے پروردگار! میری امت میری امت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد ﷺ! آپ کی امت میں سے جن لوگوں پر کوئی حساب و کتاب نہیں ہے ان کو آپ جنت کے دائیں دروازے سے جنت میں داخل فرما دیں۔ اور اس کے علاوہ باقی دروازوں میں آپ کی امت کے لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جنت کے دروازوں کے دونوں کواڑوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جتنا مکہ مکرمہ اور حمیر کے درمیان ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا مکہ مکرمہ اور بصرہ کے درمیان فاصلہ ہے۔

ایک دوسری حدیث پاک میں بعینہ یہی سیاق و سباق مروی ہے لیکن اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خطاؤں کا ذکر ہے۔ اور وہ یہ ہیں کہ ایک بار انہوں نے ستاروں کے متعلق فرمایا ھذا ربی یہ میرا رب ہے۔ دوسرا آپ علیہ السلام نے ان لوگوں کے معبود کے متعلق فرمایا تھا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا یعنی ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہے۔ اور تیسرا

آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا اِنِّی سَقِیم "یعنی میں بیمار ہوں۔ تو یہ حضور علیہ السلام کی شفاعت ہے اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے علمائے کرام اور صالحین کو بھی شفاعت کا اذن دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِي اَكْثَرُمِنْ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ

"میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ اور مضر کے لوگوں سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يُقَالُ لِلرَّجُلِ قُمْ يَافُلَانُ فَاشْفَعْ فَيَقُومُ الرَّجُلُ فَيَشْفَعُ لِلْقَبِيلَةِ وَلِاَهْلِ الْبَيْتِ وَلِلرَّجُلِ وَالرَّجُلَيْنِ عَلٰى قَدْرِ عَمَلِهٖ

"ایک آدمی سے کہا جائے گا اے فلاں اٹھو اور لوگوں کی شفاعت کرو؟ چنانچہ وہ آدمی کھڑا ہو کر اپنے عمل کے مطابق اپنے قبیلہ یا اپنے اہل خانہ یا ایک آدمی یا دو آدمیوں کی شفاعت کرے گا"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"قیامت کے دن اہل جنت میں سے ایک آدمی اہل جہنم کی طرف جھانکے گا تو اہل جہنم میں سے ایک آدمی اسے دیکھ کر آواز دے گا اور کہے گا اے فلاں! کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا اللہ کی قسم! نہیں میں نہیں جانتا کہ تو کون ہے؟ جہنمی کہے گا میں فلاں آدمی ہوں تو ایک دن دنیا میں میرے پاس سے گزرا تھا اور تو نے مجھ سے پانی کا گھونٹ مانگا تھا میں نے تجھے پانی پلایا تھا۔ وہ کہے گا اب میں نے پہچان لیا ہے وہ جہنمی کہے گا اس پانی کے گھونٹ کے بدلے آج اپنے پروردگار کی بارگاہ میں میری شفاعت کر دیں؟ چنانچہ وہ جنتی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے عرض کرے گا اے اللہ! میں نے دوزخیوں کو جھانک کر دیکھا ہے تو ان میں سے ایک آدمی نے مجھے آواز دے کر کہا ہے کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ اور میں نے اسے کہا ہے نہیں! تم خود ہی بتا دو تم کون ہو؟ اس نے کہا ہے میں وہ بندہ ہوں جس

سے آپ نے دنیا میں پانی مانگا تھا اور میں نے آپ کو پانی پلایا تھا لہٰذا اپنے رب کی بارگاہ میں میری شفاعت کریں۔ اے میرے مولا! اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما؟ اللہ تعالیٰ اس دوزخی کے حق میں اپنے بندے کی شفاعت قبول فرمائے گا اور پھر اس کی رہائی کا حکم دیا جائے گا اور اسے دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو سب سے پہلے میں اپنی قبر سے باہر نکلوں گا، جب لوگ گروہ در گروہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب لوگ مایوس ہو جائیں گے تو میں ان کو بشارت دینے والا ہوں گا اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے پروردگار کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد سے زیادہ مکرم ہوں گا اور میں فخر نہیں کرتا"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّی اَقُوْمُ بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فَاُکْسٰی حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ یَّمِیْنِ الْعَرْشِ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ یَقُوْمُ ذٰلِکَ الْمَقَامَ غَیْرِیْ

"بے شک میں اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوں گا اور جنت کے حلوں میں سے ایک حلہ زیب تن کروں گا پھر عرش کے دائیں جانب کھڑا ہو جاؤں گا جس مقام پر میرے سوا مخلوق میں سے کوئی آدمی کھڑا نہیں ہوگا"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے انتظار میں بیٹھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ اقدس سے باہر تشریف لائے حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بات چیت کرتے ہوئے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گفتگو سننے لگے۔ ان میں سے ایک صحابی نے کہا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں

سے ایک خلیل بنایا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بنایا ہے دوسرے نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام سے زیادہ تعجب خیز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا ہے ایک نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں اسی طرح ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا تھا۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو سلام کہنے کے بعد فرمایا میں نے تمہاری گفتگو سن لی ہے اور تمہارا اس بات پر تعجب کرنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں تو وہ اسی طرح ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صفی بنایا تو یہ بھی بجا ہے یاد رکھو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور میں فخر نہیں کرتا، قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میں نے اٹھا رکھا ہوگا اور میں فخر نہیں کرتا، قیامت کے دن سب سے پہلے میں لوگوں کی شفاعت کروں گا، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور میں فخر نہیں کرتا، جنت کے دروازے کا کنڈا سب سے پہلے میں ہلاؤں گا اللہ تعالیٰ میرے لئے دروازہ کھول دے گا اور میں جنت میں داخل ہوں گا اور میرے ساتھ فقرا مومنین ہوں گے اور میں فخر نہیں کرتا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولین اور آخرین سب مخلوق سے زیادہ مکرم ہوں اور میں فخر نہیں کرتا"۔

حوض کوثر کی کیفیت

جان لو!

حوض کوثر ایک بہت بڑا انعام اور بہت عظیم اعزاز ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا ہے احادیث مبارکہ میں اس کا وصف پوری تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں اس کے متعلق علم اور آخرت میں اس کا ذائقہ عطا فرمائے گا اس کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ جو آدمی اس حوض سے ایک مرتبہ پی لے گا اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہلکی سی اونگھ آئی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے سر مبارک اوپر اٹھایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ مسکرائے کیوں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی ابھی مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۔ اِنَّاۤ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ؕ‏ ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ ؕ‏ ﴿۲﴾ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ ﴿۳﴾ (الکوثر)

"اللہ کے نام شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے بے شک ہم نے آپ کو (جو کچھ عطا کیا) بے حد وحساب کیا۔ پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کیلئے اور قربانی دیں (اسی کی خاطر) یقیناً آپ کا جو دشمن ہے وہی بے نام (ونشان) ہوگا"۔

پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اس پر خیر کثیر ہے اور اس پر حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت آئے گی اور اس حوض کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"معراج کی رات میں جنت میں چلتا جا رہا تھا کہ اچانک میں ایک نہر کے کنارے پر پہنچ گیا جس کے دونوں کنارے اندر سے خالی موتیوں کے قبے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبریل! یہ کیا ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے پروردگار نے آپ کو عطا فرمائی ہے پھر فرشتے نے اس پر ہاتھ مارا تو اس کی مٹی مسک اذفر تھی"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

مَابَيْنَ لَابَتَي حَوضِي مِثْلَ مَابَيْنَ الْمَدِينَةِ وَصُنعَاءَ اَوْمِثْلَ مَابَيْنَ الْمَدِينَةِ وَعُمَّانَ۔

"میرے حوض کے دونوں کناروں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جس قدر مدینہ

منورہ اور صنعاء یا فرمایا مدینہ منورہ اور عمان کے مابین فاصلہ ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ ارشاد خداوندی نازل ہوا۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ② اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ③ (الکوثر)

''بے شک ہم نے آپ کو (جو کچھ عطا کیا) بے حد وحساب عطا کیا۔ پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کیلئے اور قربانی دیں (اس کی خاطر) یقیناً آپ کا جو دشمن ہے وہی بے نام (ونشان) ہوگا''۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور اس کا مشروب دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مسک سے زیادہ خوشبودار ہے جو لؤلؤ اور مرجان کی چٹانوں پر چل رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''میرا حوض کوثر عدن اور بلقائے شام کے شہر عمان کے مابین مسافت کے برابر چوڑا ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اس کے پیالوں کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہے جو آدمی اس سے ایک گھونٹ پی لے گا اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی اور اس پر سب سے پہلے فقرا مہاجرین آئیں گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود اور کپڑے میلے کچیلے ہیں یہ لوگ خوشحال عورتوں کیساتھ نکاح نہیں کرتے اور ان کیلئے برآمدوں اور بیٹھکوں کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے ایک خوشحال عورت فاطمہ بنت عبدالملک سے نکاح بھی کیا ہے اور میرے لئے برآمدوں کے دروازے بھی کھولے گئے ہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمادے۔ اب میں لازماً اپنے سر پر تیل نہیں لگاؤں حتیٰ کہ میرا سر غبار آلود ہو جائے اور اپنے جسم پر موجود کپڑے نہیں دھوؤں گا حتیٰ کہ یہ

بیلے کچیلے ہو جائیں اور میں ان لوگوں میں شامل ہو سکوں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! حوض کوثر کے برتن کیا ہوں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے حوض کوثر کے برتنوں کی تعداد تاریک اور گردوغبار سے پاک رات میں آسمان پر نظر آنے والے نجوم اور ستاروں سے زیادہ ہے جو آدمی ایک بار اس سے پی لے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی اس حوض میں جنت کی طرف سے دو پرنالے گرتے ہیں اور اس کی چوڑائی عمان اور ایلہ کے مابین فاصلہ کے برابر ہے اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

حضرت سمرہ بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوضًا وَّاِنَّھُمْ یَتَبَاھُوْنَ اَیُّھُمْ اَکْثَرُ وَارِدَۃً وَّاِنِّی اَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَھُمْ وَارِدَۃً

”بے شک قیامت کے دن ہر نبی کا ایک حوض ہو گا اور سب انبیائے کرام علیہم السلام ایک دوسرے پر فخر کریں گے کہ کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں اور میں پختہ امید رکھتا ہوں کہ میرے حوض پر سب سے زیادہ لوگ آئیں گے“۔

تو یہ رسول خدا ﷺ کی امید ہے اور ہم میں سے ہر بندے کو بھی یہ امید رکھنی چاہیے کہ وہ بھی حوض کوثر پر آنے والوں میں موجود ہو گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس بات سے بچے کہ دھوکہ میں مبتلا رہتے ہوئے صرف اس کی تمنا کرے اور گمان یہ کرے کہ میں بھی امید رکھنے والا ہوں۔ کیونکہ کھیتی کاٹنے کی امید وہی رکھتا ہے جو بیج ڈالتا ہے، زمین کو جڑی بوٹیوں سے صاف کرتا ہے اور اسے پانی سے سیراب کرتا ہے اور پھر یہ امید رکھ کر بیٹھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بیج کو اگائے گا اور کٹائی کا وقت آنے تک فصل کو آفات سے محفوظ رکھے گا لیکن جو آدمی زمین میں ہل نہیں چلاتا یا بیج نہیں ڈالتا اور زمین کو صاف نہیں کرتا اور اسے سیراب نہیں کرتا اور اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے غلہ اور پھل دے

گا تو وہ دھوکہ میں مبتلا ہے بلکہ صرف پھل کی تمنا کرنے والا ہے اس کا امید رکھنے والوں سے کوئی تعلق نہیں۔ زیادہ تر لوگوں کی امید اسی طرح ہے حالانکہ یہ احمقوں کا دھوکہ ہے۔

ہم غرور اور غفلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ میں مبتلا ہونا دنیا سے دھوکہ کھانے سے زیادہ بڑا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۗ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿٣٣﴾

"اور نہ دھوکہ دے تمہیں دنیوی زندگی اور نہ فریب میں مبتلا کرے تمہیں اللہ تعالیٰ سے وہ بڑا مکار دھوکا باز"۔ (لقمان)

جہنم، اس کی ہولناکیاں اور عذاب جہنم کی کیفیت

اے اپنی ذات سے غافل اور اس ختم ہونے والی زوال پذیر دنیا کے مشاغل سے دھوکہ کھانے والے انسان! جس مقام سے تو ایک نہ ایک دن کوچ کر جائے گا اس میں غور و فکر کرنا چھوڑ دو اور اپنے وارد ہونے کی جگہ کی طرف فکر کو موڑ لو کیونکہ تجھے یہ بات بتا دی گئی ہے کہ جہنم سب کے وارد ہونے کی جگہ ہے کیونکہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ (مریم)

"اور تم سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کا گزر دوزخ پر ہوگا یہ آپ کے رب پر لازم ہے (اور اس کا) فیصلہ ہو چکا ہے پھر ہم نجات دیں گے پرہیزگاروں کو اور رہنے دیں گے ظالموں کو دوزخ میں کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے"۔

غرضیکہ تیرا دوزخ پر جانا یقینی ہے لیکن وہاں سے نجات پانا مشکوک ہے۔ لہٰذا تم ہر لمحہ اپنے دل میں اس جائے نزول کا خوف محسوس کرتے رہو شاید تم اس سے نجات پانے کی تیاری کرنے کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور مخلوق کے حال میں غور و فکر کرو جو قیامت کی سختیاں جھیل رہے ہوں گے اور ان کے ساتھ ساتھ کرب و دکھ اور سختیوں میں کھڑے ہو کر قیامت کے معاملات اور خبروں کی حقیقت اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کا انتظار کر رہے

ہوں گے۔ حتیٰ کہ مجرموں کو تہہ در تہہ تاریکیاں گھیر لیں گی اور شعلوں بھری آگ ان پر سایہ کر لے گی اور وہ اس آگ کی چنگھاڑ اور بلبلاہٹ سنیں گے جو اس آگ کے غیض وغضب کی شدت کو ظاہر کر رہی ہوگی۔

اس وقت مجرموں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور لوگ گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے۔ حتیٰ کہ نیک لوگ بھی برے انجام سے ڈرنے لگیں گے۔ اور عذاب کے فرشتوں میں سے ایک منادی یہ کہتے ہوئے باہر آئے گا فلاں بن فلاں کہاں ہے جو دنیا میں لمبی امید کے سبب عمل کرنے کے معاملہ میں ٹال مٹول سے کام لیتا رہا اور برے اعمال میں اپنی عمر کو ضائع کر کے آیا ہے۔ چنانچہ فرشتے لوہے کے گرز لے کر اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔ سخت دھمکیاں دیتے ہوئے اس کی طرف آئیں گے اور اسے سخت عذاب کی طرف ہانک کر لے جائیں گے اور اسے جہنم کی گہرائیوں میں اوندھا پھینک کر اسے کہیں گے:۔

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ (الدخان)

''لو چکھو! تم بڑے معزز و مکرم (بنا کرتے تھے)''۔

پھر وہ اسے تنگ اطراف، تاریک راستوں اور ان دیکھی ہلاکتوں والے گھر میں قید کر دیں گے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیدی بن کر رہے گا۔ اس میں آگ کو خوب بھڑکایا جائے گا اور اس میں ان کے پینے کے لئے گرم کھولتا ہوا پانی ہوگا اور ان کا ٹھکانہ جحیم ہوگا۔ عذاب کے فرشتے ان کو گرزوں سے ماریں گے اور ہاویہ دوزخ نے ان سب کو اپنے اندر چھپا رکھا ہوگا۔ وہاں پر ان کی تمنائیں صرف ہلاکت ہلاکت ہوگی۔ لیکن ان کے لئے اس سے چھٹکارا نہیں ہوگا۔

ان کے پاؤں ان کی پیشانیوں کے ساتھ باندھ دیئے جائیں گے۔ گناہوں کی تاریکی کے سبب ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ اور وہ دوزخ کے اندر سے پکاریں گے اور دوزخ کے کونوں اور اطراف میں چیخ و پکار کرتے ہوئے کہیں گے اے مالک! ہم پر عذاب کی وعید پوری ہو چکی ہے اے مالک! یہ لوہے ہم پر بہت بھاری ہیں۔ اے مالک! ہماری کھالیں جل

چکی ہیں۔ اے مالک ہمیں اس سے نکال لے ہم پھر کبھی نافرمانی نہیں کریں گے۔

عذاب کے فرشتے ان سے کہیں گے دور ہو جاؤ یہ امان کا وقت نہیں۔ اس ذلت کے مقام سے نکلنے کے لئے تمہارے لئے کوئی سبیل نہیں۔ لہٰذا تم اسی میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور ہمارے ساتھ بات نہ کرو۔ اگر تمہیں اس سے نکالا گیا تو تم پھر وہی کرو گے جس سے تمہیں منع کیا گیا تھا۔ اس وقت وہ ناامید ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی پر افسوس کریں گے۔ لیکن اس وقت کی ندامت ان کو نجات نہیں دے گی اور نہ افسوس ان کو فائدہ دے گا۔ بلکہ ان کو زنجیروں میں جکڑ کر منہ کے بل آگ میں گرایا جائے گا۔ ان کے اوپر نیچے اور دائیں بائیں ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔ وہ آگ میں غرق ہوں گے۔ ان کا کھانا، پینا، لباس اور بچھونا آگ ہی ہوگی۔ وہ آگ کے بڑے بڑے شعلوں کے درمیان اور گندھک کے لباس میں ہوں گے۔ ان کو گرزوں کے ساتھ مارا جائے گا۔ اور ان کے بدنوں پر زنجیروں کا بوجھ ہوگا۔ نیز وہ دوزخ کے تنگ راستوں میں مضطرب ہوں گے، اس کی گہرائیوں میں ایک دوسرے پر بھڑکیں گے اور اس کی مصیبتوں میں مضطرب اور بے چین ہوں گے۔ آگ میں اس طرح ابلیں گے جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے۔ اور گریہ وزاری کرتے ہوئے فریاد کریں گے ہائے ہلاکت ہائے بربادی۔

جب وہ ہلاکت ہلاکت پکاریں گے تو ان کے سروں پر گرم پانی انڈیلا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کا اندر اور جلدیں پگھل جائیں گی۔ ان کے لئے لوہے کے کوڑے ہوں گے جن کے ساتھ ان کی پیشانیاں چور چور ہو جائیں گی۔ ان کے مونہوں سے پیپ بہتی ہو گی۔ پیاس سے ان کے جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہوں گے۔ رخساروں پر آنسو جاری ہوں گے اور ان آنسوؤں کی وجہ سے آنکھوں کا گوشت گر رہا ہوگا۔ اور آنکھوں کے بال بلکہ ان کی کھال بھی گر رہی ہوگی۔ جونہی ان کی کھال جل جائے گی تو ان کے بدن پر نئی کھال اگا دی جائے گی، ان کی ہڈیاں گوشت سے خالی ہوں گی اور ان کی روحیں رگوں اور پٹھوں کے ساتھ اٹکی ہوئی ہوں گی۔ اور وہ بھی آگ کے شعلوں میں کراہ رہی ہوگی اس کے ساتھ

ساتھ جب وہ موت کی تمنا کریں گے تو ان کو موت نہیں آئے گی۔ تم غور کرو اس وقت تیری کیا کیفیت ہوگی۔ جب تو ان کو دیکھے گا کہ ان کے چہرے کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ ہو چکے ہیں، آنکھیں اندھی ہوں گی، زبانیں گنگ ہوں گی، پشتیں ٹوٹ چکی ہوں گی، ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو چکی ہوں گی، کان کاٹے جا چکے ہوں گے، کھالیں چیتھڑے بن چکی ہوں گی، ان کے ہاتھ گردنوں کے ساتھ بندھے ہوں گے، پیشانیاں اور پاؤں باندھ کر یکجا کر دئے گئے ہوں گے اور وہ چہرہ کے بل آگ پر چل رہے ہوں گے۔ اپنی آنکھوں کے ساتھ لوہے کے کانٹوں کو روند رہے ہوں گے، آگ کے شعلے بدن کے تمام اجزاء میں جاری ہوں گے اور ہاویہ کے سانپ اور بچھو اعضاء کے بیرونی حصوں پر چمٹے ہوئے ہوں گے۔

غرضیکہ یہ جہنمیوں کے بعض حالات ہیں اور ان مصائب کی تفصیل میں تم خود غور کرلو۔ اسی طرح تم جہنم کی وادیوں اور گھاٹیوں کے متعلق غور و تفکر کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"بے شک جہنم میں ستر ہزار وادیاں ہیں، ہر وادی میں ستر ہزار گھاٹیاں ہیں، ہر گھاٹی میں ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو ہیں۔ ہر کافر و منافق جب تک ان تمام گھاٹیوں میں نہیں جائے گا اس وقت تک اس کی انتہا نہیں ہوگی"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا:۔

"جب الحزن یعنی غم کے گڑھے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا غم کی وادیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو! عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! غم کا گڑھا یا وادی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب الحزن جہنم میں ایک ایسی وادی ہے جس سے جہنم بھی ہر روز ستر بار پناہ مانگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ وادی ریاکاروں کے لئے بنا رکھی ہے"۔

تو یہ جہنم کی وسعت اور اس کی وادیوں کی شاخیں یعنی گھاٹیاں ہیں اور یہ وادیاں دنیا کی وادیوں اور خواہشات کی تعداد کے مطابق ہیں۔ اسی طرح جہنم کے دروازوں کی تعداد

انسانوں کے ان سات اعضاء کی تعداد کے مطابق سات ہے جن کے ساتھ بندہ گناہ کرتا ہے۔ جہنم کے درکات وطبقات میں سے بعض، بعض سے اوپر ہیں۔ سب سے اعلیٰ اور بلند جہنم، پھر سقر، پھر لظیٰ، پھر حطمہ، پھر سعیر، پھر جحیم اور پھر ہاویہ ہے۔

اب تم ذرا ہاویہ کی گہرائی میں غور وفکر کرو۔ جس طرح دنیا کی خواہشات کی گہرائی کی کوئی حد نہیں اسی طرح ہاویہ کی گہرائی کی بھی کوئی حد نہیں۔ اور جس طرح دنیا کی انتہا اُس انتہا یعنی نکتہ پر ہوتی ہے جو اس دنیا سے عظیم تر ہے۔ اسی طرح جہنم کے ہاویہ کی انتہا اس ہاویہ پر ہوتی ہے جو اس بھی زیادہ گہرا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے اور ہم نے اچانک کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیسی آواز ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک پتھر ہے جسے ستر سال قبل جہنم میں پھینکا گیا تھا وہ اب جہنم کی تہہ میں گرا ہے۔

جہنم کے طبقات

پھر تم جہنم کے طبقات کے مابین تفاوت میں غور وفکر کرو۔ کیونکہ آخرت کے درجات بہت بڑے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں عظیم تر ہیں۔ جس طرح لوگوں کا دنیا کی طرف جھکاؤ اور میلان متفاوت ہے۔ بعض لوگ مکمل طور پر دنیا میں منہمک ہیں گویا کہ وہ دنیا میں غرق ہیں اور بعض لوگ ایک محدود حد تک دنیا میں گھسے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ان پر آگ کی گرفت میں بھی تفاوت ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر بھی کسی پر ظلم نہیں فرماتا۔ لہٰذا دوزخ میں موجود سب دوزخیوں پر ایک جیسا عذاب نہیں ہوگا خواہ وہ کوئی عذاب بھی ہو بلکہ ہر ایک کی نافرمانی اور گناہوں کے مطابق اس کیلئے ایک مخصوص عذاب ہوگا۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ سب سے کم عذاب پانے والے پر اگر ساری دنیا پیش کر دی جائے تو وہ اس عذاب سے بچنے کیلئے ساری دنیا بھی فدیہ میں دے ڈالے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ اَدْنٰی اَھْلِ النَّارِ عَذَابًا یَّوْمَ الْقِیَامَۃِ یُنْتَعَلُ بِنَعْلَتَینِ مِنْ نَّارٍ یَغْلِی دِمَاغُہٗ مِنْ حَرَارَۃِ نَعْلَیْہِ

"قیامت کے دن دوزخیوں میں سے سب سے کم عذاب پانے والا وہ آدمی ہوگا جسے آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے جن کی حرارت سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا"۔

اب تم اس آدمی کے متعلق غور وفکر کرو جس پر سب سے ہلکا عذاب ہوگا اور اس آدمی سے عبرت حاصل کرو جس پر سختی کی جائے گی؟ جونہی تمہیں دوزخ کے عذاب کی شدت کے معاملہ میں شک پڑے تو تم فوراً اپنی انگلی آگ کے قریب کرو اور اس آگ پر دوزخ کی آگ کو قیاس کرلو۔ پھر تم یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ آپ نے قیاس کرنے میں خطا کی ہے کیونکہ دنیا کی آگ کو دوزخ کی آگ سے کوئی نسبت نہیں۔ لیکن چونکہ اس دنیا میں دنیوی آگ کا عذاب سب سے شدید ترین عذاب ہے اس لئے اس کے ذریعے جہنم کے عذاب کی کچھ نہ کچھ پہچان ہوجاتی ہے اگرچہ یہ قیاس بہت دور کی چیز پر کیا جارہا ہے بلکہ اگر دوزخیوں کو اس دنیوی آگ جیسی آگ مل گئی تو وہ اس آگ سے بھاگ کر بخوشی اس آگ میں چھلانگ لگا دیں گے اور بعض احادیث مبارکہ میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اِنَّ نَارَ الدُّنْیَا غُسِلَتْ بِسَبْعِیْنَ مَاءٍ مِّنْ مِّیَاہِ الرَّحْمَۃِ حَتّٰی اَطَاقَھَا اَھْلُ الدُّنْیَا

"بے شک دنیا کی آگ کو رحمت کے ستر پانیوں سے دھویا گیا ہے اور اس کے بعد اہل دنیا اس کو برداشت کر سکے ہیں"۔

بلکہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے دوزخ کی آگ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اور دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی پھر اسے ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہوگئی پھر وہ ایک ہزار سال تک

بھڑکائی گئی حتیٰ کہ وہ سیاہ ہوگئی اور اب دوزخ کی آگ سیاہ تاریک ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا

"دوزخ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہوئے عرض کیا اے میرے پروردگار! میرے بعض حصوں کو بعض نے کھالیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت فرمائی ایک موسم سرما میں اور ایک موسم گرما میں۔ موسم گرما میں سخت گرمی اس سانس کی حرارت کی وجہ سے ہوتی ہے جبکہ موسم سرما کی سخت سردی اس کے سرد سانس کی وجہ سے ہوتی ہے"۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دنیا میں سب سے زیادہ نعمتیں پانے والے کافر کو لایا جائے گا اور فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ اسے آگ میں ایک غوطہ دو؟ پھر اس کافر سے پوچھا جائے گا کیا تو نے کبھی کوئی آسائش دیکھی تھی؟ وہ جواب دے گا نہیں پھر دنیا میں سب سے زیادہ سختیاں اور تکالیف برداشت کرنے والے مسلمان کو لایا جائے گا اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے جنت میں ایک غوطہ دو؟ پھر اس سے پوچھا جائے گا کیا تو نے دنیا میں کوئی دکھ دیکھا تھا؟ وہ جواب دے گا نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک مسجد میں ایک لاکھ افراد یا اس سے زائد آدمی موجود ہوں اور کوئی ایک دوزخی ان لوگوں کے مابین سانس لے لے تو وہ سب مر جائیں گے۔

بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے فرمان تلفح وجوھھم النار (یعنی آگ ان کے چہروں کو جھلتی ہوگی) کے متعلق فرمایا کہ جب آگ انہیں ایک بار جھلسائے گی تو بدن کی کسی ہڈی پر گوشت باقی نہیں رہے گا بلکہ اسے ان کی ایڑیوں پر گرا دے گی۔

دوزخیوں کا مشروب

اس کے بعد تم اس پیپ کی بدبو میں غور وفکر کرو جو دوزخیوں کے جسموں سے اس قدر کثرت کے ساتھ بہہ رہی ہوگی کہ وہ اس میں غرق ہو جائیں گے اور یہی غساق ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَوْ اَنَّ دَلْوًا مِنْ غَسَّاقِ جَهَنَّمَ اُلْقِیَ فِی الدُّنْیَا لَاَنْتَنَ اَهْلَ الدُّنْیَا

"اگر دوزخیوں کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں انڈیل دیا جائے تو سب زمین والے بدبودار ہو جائیں"۔

جب دوزخی پیاس کی شدت سے آہ و فریاد کریں گے تو ان کو یہی غساق پینے کیلئے دیا جائے گا۔ ان میں سے ہر ایک دوزخی کو وہ کچھ پلایا جائے گا جس کے متعلق قرآن مجید نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ﴿۱۶﴾ یَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ وَ یَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَیِّتٍ (ابراہیم)

"(ہر ایک کو) گرم پیپ پلائی جائے گی جسے وہ گھونٹ گھونٹ پئے گا لیکن نگل نہیں سکے گا ہر طرف سے اس پر موت آئی ہو گی لیکن وہ مر نہیں سکے گا۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ (الکہف)

"اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی کی جائے گی ایسے پانی کے ساتھ جو پیپ کی طرح (غلیظ) ہے (اور اتنا گرم کہ) بھون ڈالتا ہے چہروں کو یہ مشروب بڑا ناگوار ہے اور یہ قرارگاہ بڑی تکلیف دہ ہے"۔

دوزخیوں کا کھانا

پھر تم دوزخیوں کے کھانے میں غور و فکر کرو اور وہ زقوم یعنی دوزخ کا ایک درخت ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ﴿۵۴﴾

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿٥٥﴾ (الواقعہ)

"پھر تمہیں اے گمراہ ہونے والو! اے جھٹلانے والو! حکما کھانا پڑے گا زقوم کے درخت سے پس تم بھرو گے اس سے (اپنے) پیٹوں کو پھر پینا پڑے گا اس پر کھولتا ہوا پانی اس طرح پیو گے جیسے پیاس کا مارا اونٹ پیتا ہے"۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾

"یہ ایک درخت ہے جو اگتا ہے جہنم کی تہہ میں اس کے شگوفے گویا شیطانوں کے سر ہیں پس انہیں ضرور کھانا ہو گا اس سے اور بھریں گے اس سے اپنے پیٹ پھر انہیں زقوم کھانے کے بعد کھولتا ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا پھر انہیں لوٹا دیا جائے گا جحیم کی طرف"۔ (الصافات)

ارشاد خداوندی ہے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿٥﴾ (الغاشیہ)

"داخل ہوں گے دہکتی ہوئی آگ میں انہیں پلایا جائے گا کھولتے ہوئے چشمہ سے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿١٢﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٣﴾

"ہمارے پاس ان کیلئے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے اور غذا جو گلے میں پھنس جانے والی ہے اور دردناک عذاب"۔ (المزمل)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں پر ان کی زندگی فاسد ہو جائے۔

تم غور کرو کہ اس آدمی کا کیا حال ہوگا جس کی یہی خوراک ہوگی۔؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''تم ہمیشہ اس چیز کی رغبت رکھو جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں رغبت دلائی ہے اور جس چیز پر اس نے تمہیں اپنے عذاب، سزا اور جہنم سے خوف دلایا ہے اس سے بچو اور ڈرتے رہو؟ کیونکہ اگر جنت کا ایک قطرہ تمہاری اس دنیا میں ہو تو وہ دنیا کو تمہارے لیے معطر بنا دے اور اگر دوزخ کا ایک قطرہ تمہاری اس دنیا میں تمہارے ساتھ ہو تو وہ اس دنیا کو تم لوگوں پر فاسد کر دے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا دوزخ میں دوزخیوں پر اس قدر بھوک مسلط کی جائے گی کہ وہ بھوک بھی عذاب کے برابر ہوگی جس کی وجہ سے دوزخی جونہی کھانے کی فریاد کریں گے تو انہیں ضریع (دوزخ کی ایک غذا جو ایلوا سے زیادہ کڑوی، مردار سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ گرم) کا کھانا دیا جائے گا۔ جو نہ ان کے جسم کو فربہ کرے گا اور نہ ان کی بھوک کو ختم کرے گا چنانچہ وہ دوبارہ کھانے کی فریاد کرنے لگیں تو ان کو گلے میں پھنس جانے والا کھانا دیا جائے گا۔ فوراً ان کو یاد آئے گا کہ وہ دنیا میں گلے میں پھنسی ہوئی اشیاء کو پانی کے ساتھ حلق سے نیچے اتار لیتے تھے چنانچہ وہ پانی کی فریاد کریں گے اور ان کو گرم پانی پیش کیا جائے گا جو لوہے کے راڈوں سے گرم کیا گیا ہوگا اور جب وہ اس پانی کو منہ کے قریب کریں گے تو ان کے چہرے جھلس جائیں گے اور جب وہ مشروب ان کے پیٹ میں داخل ہوگا تو وہ پیٹ کے اندر کی ہر چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور وہ فوراً کہیں گے دوزخ کے داروغہ کو بلاؤ؟

حضور ﷺ نے فرمایا وہ دوزخ کے داروغہ کو بلائیں گے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے

ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ (المومن)

''اپنے رب سے التجا کرو کہ کسی دن ہم سے یہ عذاب کم کر دے؟ وہ فرشتے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس رسل علیہم السلام معجزات لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ جواب دیں گے ہاں۔ فرشتے کہیں گے پھر پکارو، کافروں کی پکار بیکار رہے گی''۔

حضور ﷺ نے فرمایا پھر وہ کہیں گے مالک دوزخ کو بلاؤ؟ چنانچہ ان کو بلایا جائے گا اور دوزخی اسے کہیں گے اے مالک! آپ کا پروردگار ہمارا فیصلہ فرمادے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ فرشتہ ان کو جواب دے گا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ (الزخرف)

''تمہیں تو یہاں ہمیشہ (جلتے) رہنا ہے''۔

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر بتائی گئی ہے کہ دوزخیوں کی پکار اور ان کو مالک دوزخ کی طرف سے ملنے والے جواب کے درمیان ایک ہزار سال کا وقفہ ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مالک دوزخ کہیں گے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرو تمہارے پروردگار سے بہتر کوئی نہیں چنانچہ دوزخی کہیں گے۔

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ (المومنون)

''اے ہمارے رب! غالب آ گئی تھی ہم پر ہماری بدبختی اور ہم گم کردہ راہ لوگ تھے اے ہمارے مالک (ایک بار) ہمیں نکال اس سے پھر اگر ہم نافرمانی کی طرف رجوع کریں تو یقیناً پھر ہم ظالم ہوں گے''۔

آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا۔

اخْسَئُوْا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ (المومنون)

''پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مت بولو میرے ساتھ''۔

آپ ﷺ نے فرمایا یہ سن کر دوزخی ہر قسم کی بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور ساتھ ہی چیخ و پکار کرنے، افسوس کرنے اور ہلاکت ہلاکت پکارنے لگیں گے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا۔

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ (ابراہیم)

"پلایا جائے گا اسے خون اور پیپ کا پانی وہ بمشکل ایک ایک گھونٹ بھرے گا اور حلق سے نیچے اتار نہیں سکے گا"۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ خون اور پیپ کا پانی دوزخی انسان کے قریب کیا جائے گا لیکن وہ اسے ناپسند کرے گا جب وہ پانی اس کے بالکل قریب ہو جائے گا تو اسکی گرمی اور تپش سے اس کا چہرہ جھلس جائے گا اس کے سر کی چمڑی نیچے گر پڑے گی اور جب پانی پی لے گا تو اس کی انتڑیاں کٹ کر دبر یعنی پاخانہ کے راستے سے باہر نکل جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ (محمد)

"اور انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور وہ کاٹ دے گا ان کی آنتوں کو"۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ (الکہف:29)

"اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی کی جائے گی ایسے پانی کے ساتھ جو پیپ کی طرح (غلیظ) اور (اتنا گرم کہ) بھون ڈالتا ہے چہروں کو"۔

غرضیکہ بھوک اور پیاس میں جہنمیوں کا یہ کھانا اور مشروب ہوگا۔

جہنم کے سانپ اور بچھو

اب تم جہنم کے سانپوں، بچھوؤں، ان کی زہر کی شدت، ان کی بہت بڑی جسامت اور ان کی قبیح صورت و منظر میں غور و فکر کرو؟ جو دوزخیوں پر مسلط ہوں گے اور ان کو دوزخیوں پر شکار اجائے گا اور وہ ایک لحہ کیلئے بھی کاٹنے اور ڈسنے میں وقفہ نہیں کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوِّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتِهِ يَعْنِي اَشْدَاقِهِ فَيَقُولُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ

"جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کے لیے اسی مال کو ایک گنجا سانپ بنایا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے وہ سانپ اس بندے کی گردن کے ساتھ لپٹ جائے گا پھر اس کی باچھوں کو پکڑ کر اسے کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

"اور ہرگز نہ گمان کریں جو بخل کرتے ہیں اس میں جو دے رکھا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے"۔ (آل عمران: 180)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"بے شک دوزخ میں بختی اونٹوں کی گردن کے برابر موٹے سانپ ہیں جو ایک دفعہ ڈسیں گے تو انسان چالیس سال تک ان کا درد محسوس کرتا رہے گا اور دوزخ میں پالان ڈالے ہوئے خچر کی مانند بچھو ہیں جو ایک دفعہ ڈسیں گے تو انسان چالیس سال تک اس کا درد برداشت کرتا رہے گا یہ سانپ اور بچھو اس بندے پر مسلط کیے جائیں گے جس پر دنیا میں بخل، بد خلقی اور لوگوں کو تکلیف دینے کا جنون سوار ہے اور جو آدمی دنیا میں ان برے افعال سے محفوظ رہا وہ ان سانپوں اور بچھوؤں سے بھی محفوظ رہے گا اس کیلئے سانپ اور بچھو نہیں بنائے جائیں گے"۔

دوزخیوں کی جسامت

ان تمام مصائب کے بعد تم دوزخیوں کے جسموں کی بڑائی میں غور وفکر کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کے جسموں کو طول وعرض میں کئی گنا زیادہ کر دے گا تاکہ بڑے جسم کے سبب ان پہ

پڑنے والا عذاب زیادہ ہوجائے لہٰذا وہ ایک دم پے در پے جسم کے تمام اجزاء میں آگ کے جھلسانے کی اور بچھوؤں اور سانپوں کے کاٹنے وڈسنے کی تکالیف پائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

ضِرْسُ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مِثْلُ اُحُدٍ وَّغِلْظُ جِلْدِهٖ مَسِيْرَةُ ثَلَاثٍ

"دوزخ میں کافر کی داڑھی احد پہاڑ کے برابر اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی"۔

اور حضور ﷺ نے فرمایا

شَفَتُهُ السُّفْلٰى سَاقِطَةٌ عَلٰى صَدْرِهٖ وَالْعُلْيَا قَالِصَةٌ قَدْ غَطَّتْ وَجْهَهٗ

"اس کا نچلا ہونٹ سینے پر لٹک رہا ہوگا اور اوپر والے ہونٹ نے سکڑ کر پورے چہرے کو ڈھانپ رکھا ہوگا"۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الْكَافِرَ لَيَجُرُّ لِسَانَهٗ فِيْ سِجِّيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَتَوَاطَاهُ النَّاسُ

"بے شک قیامت کے دن کافر میدان قیامت میں اپنی زبان گھسیٹتا جا رہا ہوگا۔ جسے دوسرے لوگ پاؤں کے نیچے روندرہے ہوں گے"۔

دوزخیوں کے جسم اس قدر بڑے ہونے کے باوجود آگ ان کو بار بار جلائے گی اور ان کی کھالیں اور گوشت نئے پیدا ہوتے رہیں گے۔

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا (النساء:56)

"جب کبھی پک جائیں گی ان کی کھالیں تو بدل کردے دیں گے ہم انہیں کھالیں دوسری"۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان کو ہر

روز آگ ستر بار کھائے گی جونہی ایک بار ان کو کھالے گی تو انہیں حکم ہوگا اپنی پہلی حالت پر آجاؤ اور وہ اسی طرح ہوجائیں گے جس طرح پہلے تھے۔

دوزخیوں کی چیخ و پکار

اس کے بعد دوزخیوں کے رونے، چیخ و پکار کرنے اور ہلاکت ہلاکت و تباہی تباہی پکارنے میں غور و فکر کرو اور یہ سب کچھ ان کو دوزخ میں پھینکے جانے کے ساتھ ہی ان پر مسلط کردیا جائے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا

يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَّهَا سَبْعُوْنَ اَلْفِ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفِ مَلَكٍ

"اس دن دوزخ کو اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

"دوزخ میں دوزخیوں پر رونا مسلط کیا جائے گا اور وہ اس قدر روئیں گے کہ ان کے آنسو ختم ہوجائیں گے پھر وہ خون کے آنسو روئیں گے حتیٰ کہ ان کے رخساروں میں خندقوں کی مانند گہرے گڑھے نظر آنے لگیں گے اگر ان میں کشتیاں چھوڑی جائیں تو وہ چلنے لگیں اور جب تک ان کو رونے، چیخ و پکار کرنے اور ہلاکت و تباہی تباہی پکارنے کی اجازت ہوگی اس وقت ان کیلئے اس میں کچھ راحت ہوگی لیکن پھر ان کو اس پکار سے بھی روک دیا جائے گا"۔

حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوزخیوں کو پانچ دعائیں کرنے کی اجازت ہوگی جن میں سے چار دعاؤں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا جب وہ پانچویں دعا کریں گے تو اس کے بعد پھر کبھی بات نہیں کرسکیں گے چنانچہ وہ پہلی دعایوں کریں گے۔

رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى

خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ (المومن)

''اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا پس اب ہم اعتراف کرتے ہیں اپنے گناہوں کا۔ سو کیا (یہاں سے) نکلنے کی بھی کوئی صورت ہے''۔

اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیتے ہوئے فرمائے گا۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ (المومن)

''اس کی وجہ یہ تھی کہ جب پکارا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کو اکیلا تو تم انکار کر دیتے اور اگر شریک بنایا جاتا کسی کو اس کا تو تم مان لیتے پس حکم کا اختیار اللہ کیلئے ہے جو برتر اور بزرگ ہے''۔

پھر دوزخی دوسری دعا کریں گے۔

رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ

''اے ہمارے رب! ہمیں مہلت دے تھوڑی دیر کیلئے ہم تیری دعوت پر لبیک کہیں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے''۔ (ابراہیم:44)

اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا۔

اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ (ابراہیم)

''اے کافرو! کیا تم قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے اس سے پہلے کہ تمہیں یہاں سے کبھی جانا نہیں ہے''۔

دوزخی تیسری دعا کریں گے۔

رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ (فاطر:37)

''اے ہمارے رب! (ایک بار) ہمیں یہاں سے نکال ہم بڑے نیک کام کریں گے ایسے نہیں جیسے ہم پہلے کیا کرتے تھے''۔

اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا۔

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۖ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ (فاطر)

"کیا ہم نے تمہیں اتنی لمبی عمر نہیں دی تھی جس میں (بآسانی) نصیحت قبول کر سکتا جو نصیحت قبول کرنا چاہتا اور تشریف لے آیا تھا تمہارے پاس ڈرانے والا (تم نے اس کی بات نہ مانی) پس اب (اپنے کیے کا) مزہ چکھو ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہیں"۔

دوزخی چوتھی دعا کریں گے۔

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ (المومنون)

"اے ہمارے رب! غالب آگئی تھی ہم پر ہماری بدبختی اور ہم گم کردہ راہ لوگ تھے اے ہمارے مالک! (ایک بار) ہمیں نکال اس سے پھر اگر ہم نافرمانی کی طرف رجوع کریں تو یقیناً پھر ہم ظالم ہوں گے"۔

اور اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا۔

اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ (المومنون)

"پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اس میں اور مت بولو میرے ساتھ"۔

اس جواب کے بعد دوزخی پھر کبھی بات نہیں کریں گے اور یہ شدت عذاب کی انتہا ہوگی۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد خداوندی کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ (ابراہیم)

"یکساں ہے ہمارے لئے خواہ ہم گھبرائیں یا صبر کریں ہمارے لئے آج کوئی راہ فرار نہیں ہے"۔

جہنمی ایک سو سال تک دوزخ کے عذاب پر صبر کریں گے پھر ایک سو سال جزع وفزع

کریں گے پھر ایک سو سال صبر کریں گے پھر کہیں گے۔

سَوَآءٌ عَلَیۡنَاۤ اَجَزِعۡنَاۤ اَمۡ صَبَرۡنَا (ابراہیم: 21)

"یکساں ہے ہمارے لئے خواہ ہم گھبرائیں یا صبر کریں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

یُؤْتٰی بِالْمَوْتِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کَاَنَّهٗ کَبْشٌ اَمْلَحُ فَیُذْبَحُ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَیُقَالُ یَااَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ بِلَامَوْتٍ وَّیَااَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ بِلَامَوْتٍ

"قیامت کے دن موت کو لایا جائے گا گویا وہ ایک سیاہ و سفید رنگ کا مینڈھا ہوگا اور اسے جنت و دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا پھر لوگوں کو ندا دی جائے گی اے جنتیو! اب تمہارے لئے ہیشگی ہے موت نہیں ہوگی اور اے دوزخیو! اب تمہارے لئے ہیشگی ہے موت نہیں آئے گی"۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا دوزخ میں سے ایک آدمی کو ایک ہزار سال کے بعد نکالا جائے گا اور پھر فرمایا کاش میں ہی وہ آدمی ہوں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ایک کونے میں بیٹھ کر روتے ہوئے دیکھا گیا تو ان سے پوچھا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ میں ڈال دے اور پھر میری پرواہ نہ کرے۔

تو یہ عذاب جہنم کی مختصر اقسام ہیں جب کہ اس کے غم و حزن، مشقتوں اور حسرتوں کی تفصیل کی کوئی حد نہیں پھر عذاب دوزخ کی شدت جھیلنے کے ساتھ ساتھ دوزخیوں کیلئے سب سے بھاری امر یہ ہوگا کہ ان کو جنت کی نعمتوں، اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی رضا و خوشنودی سے محرومی کی حسرت کا سامنا کرنا پڑے گا مزید برآں ان کو یہ بات معلوم ہوگی کہ انہوں نے یہ ساری نعمتیں چند کھوٹے درہموں کے بدلے بیچ دی تھیں اور انہوں نے یہ سب کچھ دنیا میں چند دنوں کی حقیر خواہشات کے عوض بیچا تھا جو صاف نہیں تھیں بلکہ مکدر

اور تلخ تھیں وہ اپنے دلوں میں کہیں گے ہائے افسوس! ہم نے اپنے رب کی نافرمانی کر کے کس طرح اپنے آپ کو برباد کیا ہے؟ ہم نے کس طرح اپنے آپ کو چند دنوں کیلئے صبر کا پابند نہیں بنایا تھا اگر ہم دنیا میں صبر کرتے تو ہمارے وہ دن یقیناً گزر جاتے اور اب ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں رضا اور رضوان سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے۔

افسوس ان لوگوں پر جو چیز ان سے رہ گئی وہ رہ گئی اور جو مصیبت ان پر آنی تھی وہ آگئی دنیاوی نعمتوں اور لذتوں میں سے ان کے پاس کچھ بھی نہ رہا پھر اگر وہ جنت کی نعمتوں کا آنکھوں سے مشاہدہ نہ کرتے تو ان کی حسرت اس قدر زیادہ نہ ہوتی لیکن ان کی مشقت میں اضافہ کرنے کیلئے جنت کی نعمتیں ان کے سامنے کر کے ان کو دکھائی جائیں گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے دن دوزخ سے کچھ لوگوں کو نکال کر جنت کی طرف لایا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ جنت کے بالکل قریب پہنچ جائیں گے اور اس کی خوشبو سونگھنے لگیں گے اور اس کے محلات پر ان کی نظریں پڑنے لگے گی اور وہ ان نعمتوں کو دیکھنے لگیں گے جو اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کیلئے تیار فرما رکھی ہیں تو آواز آئے گی ان لوگوں کو جنت سے دور لے جاؤ ان کا جنت میں کوئی حصہ نہیں یہ آواز سن کر وہ اس قدر افسوس کرتے ہوئے وہاں سے واپس لوٹیں گے کہ اس قدر افسوس کرتے ہوئے اولین و آخرین نہیں لوٹے ہوں گے اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار! اگر تو ہمیں اپنا یہ ثواب و اجر اور اپنے دوستوں کیلئے تیار کردہ انعامات دکھانے سے پہلے ہی دوزخ میں بھیج دیتا تو ہمارے لئے زیادہ آسان ہوتا۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تمہارے ساتھ یہ اس لئے چاہا ہے کہ تم جب خلوت و تنہائی میں ہوتے تھے تو تم بڑے بڑے گناہوں کے ساتھ میرا مقابلہ کرتے تھے اور جب لوگوں سے ملتے تھے تو عاجزی سے ملتے تھے تم مجھے اپنے دلوں میں جو مقام دیتے تھے لوگوں کو اس کے برعکس دکھاتے تھے تم میری مخلوق اور لوگوں سے ڈرتے تھے مجھ سے نہیں ڈرتے تھے تم لوگوں کی تعظیم کرتے تھے میرے جلال کو نہیں مانتے تھے اور لوگوں کی خاطر برائی چھوڑ دیتے

تھے لیکن میری خاطر گناہ نہیں چھوڑتے تھے۔ آج میں تمہیں دائمی اجر وثواب سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ دردناک عذاب بھی چکھاؤں گا۔

حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی دھوپ پر سائے کو ترجیح دیتا ہے لیکن وہی آدمی دوزخ پر جنت کو ترجیح نہیں دیتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کتنے ہی تندرست بدن، خوبرو چہرے اور فصیح وبلیغ زبانیں کل جہنم کے طبقات میں چیخ رہی ہوں گی۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے میرے مولا! جب میں تیرے سورج کی گرمی برداشت نہیں کرسکتا تو دوزخ کی گرمی کیسے برداشت کروں گا اور جب میں تیری رحمت کی آواز یعنی بادل کی گرج برداشت نہیں کرسکتا تو تیرے عذاب کی آواز کو کیسے برداشت کروں گا؟

اے مسکین! تم ان ہولناکیوں میں غور وفکر کرو اور یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو ہولناکیوں کے ساتھ پیدا فرمایا ہے اور اس کے حقدار بھی پیدا فرمائے ہیں جن میں نہ اضافہ ہوگا اور نہ کمی ہوگی اور اس امر کا فیصلہ ہو چکا ہے اور وہ اس سے فارغ ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ (مریم)

"اور اے نبی کریم! آپ ڈرایئے انہیں حسرت وندامت کے دن سے جب ہر بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور آج یہ لوگ غفلت میں ہیں اور یہ ایمان نہیں لاتے"۔

مجھے اپنی زندگی کی قسم! اس آیت کریمہ میں قیامت کے دن کی طرف اشارہ ہے بلکہ ازل الازل کی طرف اشارہ ہے لیکن جو فیصلہ ہوا تھا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ظاہر فرمائے گا تجھ پر تعجب ہے کہ تو ہنستا ہے لہو ولعب میں مشغول ہے اور دنیا کے حقیر امور میں پڑا ہوا ہے اور تو یہ نہیں جانتا کہ تیرے حق میں کیا فیصلہ ہو چکا ہے؟

سوال

اگر تم یہ کہو کہ کاش مجھے یہ پتہ چل جائے کہ میرا جائے ورود کیا ہے، میرا ملجاء و ماوی کہاں ہے اور میرے حق میں کیا فیصلہ ہو چکا ہے؟

وضاحت

تو اس سلسلہ میں تمہارے لئے ایک ایسی علامت ہے جس سے تم مانوس بھی ہو اور اس کے سبب تمہاری امید سچ ثابت ہوگی اور وہ علامت یہ ہے کہ تم اپنے احوال اور اعمال میں غور و فکر کرو؟ کیونکہ ہر انسان کے لئے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کیلئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر تیرے لئے نیکی کا راستہ آسان بنایا گیا ہے تو تجھے خوشخبری ہو تو دوزخ سے دور ہے۔ اور اگر نیکی کا ارادہ کرتے ہی تجھے رکاوٹیں گھیر لیتی ہیں اور تو اس نیکی کو چھوڑ دیتا ہے اور جب تو کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب تیرے لئے آسان ہو جاتے ہیں تو تو جان لے کہ فیصلہ تیرے خلاف ہو چکا ہے کیونکہ یہ سب کچھ اسی طرح انجام پر دلالت کرتے ہیں جس طرح بارش نباتات پر اور دھواں آگ پر دلالت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿۱۴﴾ (الانفطار)

"بے شک نیک لوگ عیش و آرام میں ہوں گے اور یقیناً بدکار جہنم میں ہوں گے"۔

غرضیکہ اپنے آپ کو ان دو آیات پر پرکھو تو تم یقیناً دارین یعنی جنت و دوزخ میں سے اپنا ٹھکانہ پہچان لو گے۔ واللہ اعلم

جنت کی صفات اور اس کی نعمتوں کی اقسام کے متعلق بحث

جس گھر کے غم و اندوہ کا حال آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں اس گھر کے مقابلہ میں ایک دوسرا گھر یعنی جنت ہے اب تم اس دوسرے گھر کی نعمتوں اور خوشیوں میں غور و فکر کرو؟ کیونکہ جو آدمی ان میں سے کسی ایک گھر سے دور ہوگا وہ لامحالہ دوسرے گھر میں ہی قرار

پذیر ہوگا۔ چنانچہ تم دوزخ کی ہولناکیوں میں طویل غور وفکر کے ذریعے اپنے دل میں خوف پیدا کرو اور اہل جنت کے ساتھ وعدہ کی گئی ابدی نعمتوں میں طویل غور وفکر کے ذریعے امید کو برانگیختہ کرو، اپنے نفس کو خوف کے کوڑے کے ساتھ ہانکو اور اسے امید کی لگام کے ساتھ صراط مستقیم کی طرف کھینچو اور اس طریقہ سے تم آخرت میں عظیم ملک پالو گے اور دردناک عذاب سے محفوظ رہو گے۔

چنانچہ تم اہل جنت اور ان کے چہروں میں موجود جنتی نعمتوں کی شادابی میں غور وفکر کرو؟ انہیں سربمہر مشروب پلایا جائے گا وہ سفید نرم و نازک موتیوں کے خیموں میں سرخ یاقوت کے منبروں پر جلوہ فگن ہوں گے اور ان خیموں میں سبز عبقری قالین بچھائے گئے ہوں گے وہ پلنگوں پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے جو پلنگ شراب طہور اور شہد سے جاری نہروں کے کناروں پر بچھائے گئے ہوں گے ان کے اردگرد غلمان اور ولدان گردش کر رہے ہوں گے اور وہ نیک و حسین حورعین کے ساتھ مزین ہوں گے گویا کہ وہ حوریں یاقوت اور مرجان ہیں جنہیں اس سے پہلے کسی انسان اور جن نے نہیں چھوا ہوگا وہ حوریں جنت کے درجات میں ٹہل رہی ہوں گی اور جب ان میں سے کوئی ایک حور مٹک کر چلے گی تو ستر ہزار بچے اس کا لباس پکڑے ہوں گے، ان کے بدن پر انتہائی عمدہ سفید ریشم کا لباس ہوگا جسے دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی ان کے سروں پر ایسے تاج ہوں گے جو لولؤ و مرجان کے ساتھ مرصع اور مزین ہوں گے۔ ان کی آنکھیں سرخی مائل سفید ہوں گی اور وہ ناز ونخرہ والی ہوں گی نیز عمدہ خوشبو والی اور بڑھاپے و سختی سے پاک اور مامون ہوں گی اور وہ حوریں ایسے محلات میں جانشین ہوں گی جو سرخ یاقوت سے بنائے گئے ہوں گے اور وہ جنت کے باغات کے وسط میں بنائے گئے ہوں گے نیز وہ پاک دل اور پاک نظر اور موٹی موٹی آنکھوں والی ہوں گی۔

پھر ان جنتیوں اور حوروں کے سامنے گلاس، آفتابے اور شراب طہور کے چشموں سے بھرے ہوئے چھلکتے جام پیش کیے جائیں گے جو دودھ سے زیادہ سفید اور پینے والوں کیلئے بہت زیادہ لذیذ ہوں گے اور وہ جام جنتی خادم اور ولدان جنت ان کے سامنے پیش کریں

گے جو خادم اور ولدان گرد و غبار سے پاک موتیوں کی مانند ہوں گے یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا وہ امن والے مقام میں، جنتوں اور چشموں میں، باغات اور نہروں میں اور رب قدیر کے پاس سچائی کی مسند پر جلوہ فگن ہوں گے اور ان پر بیٹھ کر الملک الکریم کا دیدار کریں گے۔ ان کے چہروں میں نعمتوں کی شادابی چمک رہی ہوگی ان پر کوئی ذلت اور رسوائی نہیں ہوگی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف سے مختلف انواع کے تحائف پا رہے ہوں گے، ہمیشہ کیلئے من چاہی نعمتوں میں موجود رہیں گے جہاں پر نہ ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، موت کے ڈر سے مامون ہوں گے، وہاں ہر قسم کی نعمتیں پائیں گے اور جنت کے لذیذ کھانے کھائیں گے اور ان نہروں سے دودھ، شراب طہور اور شہد کے جام نوش کریں گے جن کی زمین چاندی کی اور کنکریاں مرجان کی ہوں گی اور ان کی مٹی خوشبودار مسک اور سبزہ زعفران کا ہوگا اور کافور کے ٹیلوں پر ان پر ان بادلوں سے بارش برسے گی جن میں گل سیوتی کا پانی ہوگا۔ ان کو موتیوں، یاقوت اور مرجان سے مرصع چاندی کے آنجورے دیئے جائیں گے ایک پیالے میں سر بمہر شراب ہوگی جس میں شیریں سبیل چشمہ کے پانی کی آمیزش ہوگی حتی کہ ایک پیالہ ایسا ہوگا کہ اس کے جوہر کی صفائی کی وجہ سے اس کا نور روشن ہوگا اور شراب کی نرمی اور سرخی باہر سے نظر آ رہی ہوگی جسے کسی آدمی نے نہیں بنایا ہوگا کہ اس کی بناوٹ اور خوبصورتی کی تکمیل میں اس نے کوئی قصر چھوڑی ہوگی۔

وہ پیالے ان خادموں کے ہاتھوں میں ہوں گے جن کے چہروں کی ضیاء کی سورج عکاسی کرتا ہے۔ لیکن سورج میں ان کی صورتوں کی حلاوت، زلفوں کا حسن اور آنکھوں کی ملاحت و خوبصورتی کہاں؟

پھر تعجب ہے اس انسان پر جو ان صفات کے حامل گھر پر ایمان رکھتا ہے اور اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اہل جنت کو موت نہیں آئے گی اور جو آدمی اس کے آنگن میں قدم رکھ لے گا اس پر دکھ نہیں آئیں گے اور حوادثات اس کے مکینوں کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھیں

گے تو پھر وہ ایک ایسے گھر یعنی دنیا کے ساتھ انس و محبت کیوں کرتا ہے جس کی بربادی کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرما رکھا ہے اور اس زندگی سے کم تر زندگی پر کیوں خوش رہتا ہے۔

اللہ کی قسم! اگر جنت میں موت، بھوک، پیاس، جملہ حوادثات اور بیماریوں سے امن کے ساتھ صرف بدنوں کی سلامتی ہی ہوتو پھر بھی جنت اس لائق ہے کہ اس کی خاطر دنیا کو چھوڑ دیا جائے اور ضرورت کی خاطر اس ختم ہو جانے والی اور بدمزہ دنیا کو اس پر ترجیح نہ دی جائے اور جب جنت والے مامون بادشاہ ہوں گے، ہر طرح کی مسرتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے، جس چیز کی خواہش کریں گے وہی پائیں گے، ہر روز عرش کے سامنے حاضر ہوں گے، اللہ کریم کا دیدار کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے دیدار سے وہ لطف پائیں گے جو جنت کی تمام نعمتوں کو دیکھنے سے اور ان کی طرف متوجہ ہونے سے ان کو حاصل نہیں ہوگا اور وہ ہمیشہ انہی نعمتوں میں گھومتے پھرتے رہیں گے اور ان کے چھن جانے اور زوال سے مامون ہوں گے تو پھر ایسی جنت کی خاطر دنیا کو کیوں نہ چھوڑا جائے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''ایک منادی ندا دے گا اے اہل جنت! تمہارے لئے یہ ہے کہ اب تم صحت مند رہو گے کبھی بھی بیمار نہیں ہو گے، تم ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی بھی تمہیں موت نہیں آئے گی تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور ہمیشہ نعمتیں پاؤ گے کبھی مایوسی نہیں ہوگی، اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَنُودُوٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾

''اور ان (خوش نصیبوں) کو آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے وارث بنائے گئے ہو تم جس کے بوجہ ان عملوں کے جو تم کیا کرتے تھے''۔ (الاعراف)

اگر تم جنت اور اس کی نعمتوں کی صفات اور کیفیت جاننا چاہتے ہو تو تم قرآن مجید پڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بیان سے بڑھ کر کوئی بیان نہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرمان وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ سے لے کر سورہ الرحمٰن کے آخر تک پڑھو، سورہ الواقعہ اور ان کے علاوہ دوسری

سورتیں پڑھو۔ اگر تم احادیث مبارکہ سے جنت کی صفات کی تفصیل جاننا چاہتے ہو تو اجمالی معلومات حاصل کرنے کے بعد اب تم ان کی تفصیل میں غور و فکر کرو۔

جنتوں کی تعداد

سب سے پہلے تم جنتوں کی تعداد میں غور و فکر کرو حضور ﷺ نے اس فرمان الٰہی وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ کی تفسیر میں فرمایا ہے:

جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَ جَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَافِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَ بَيْنَ اَنْ يَنْظُرُوا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءَ الْكِبْرِيَاءِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ

"دو جنتیں چاندی کی ہیں۔ ان کے برتن اور تمام اشیاء چاندی کی ہیں۔ دو جنتیں سونے کی ہیں اور ان کے برتن اور تمام اشیاء سونے کی ہیں۔ جنت عدن میں لوگوں کے اور ان کے دیدار کرنے کے مابین صرف کبریائی کی چادر حائل ہوگی۔

جنت کے دروازے

پھر تم جنت کے دروازوں میں غور و فکر کرو؟ عبادات کی اصل کے مطابق جنت کے دروازے بہت زیادہ اور بے شمار ہیں جس طرح گناہوں کی اصل کے مطابق دوزخ کے بے شمار دروازے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"جو آدمی اپنے مال سے دو جوڑے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے اسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ جو آدمی نمازیوں میں سے ہے اسے باب الصلوٰۃ سے اور جو آدمی جہاد کرنے والوں میں سے ہے اسے باب الجہاد سے دعوت دی جائے گی کہ ادھر سے آجاؤ"۔

یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ کی قسم! کسی کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اسے کس دروازے سے بلایا جائے۔ یارسول اللہ ﷺ! کیا کسی آدمی کو ان

تمام دروازوں سے بھی بلایا جائے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے ہی ہو۔

حضرت عاصم بن ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دوزخ کا ذکر فرمایا اور بہت خوفناک تذکرہ فرمایا جسے میں یاد نہیں رکھ سکا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (الزمر: 73)

"اور لے جایا جائے گا انہیں جو ڈرتے رہے تھے (عمر بھر) اپنے رب سے، جنت کی طرف گروہ در گروہ"۔

پھر ارشاد فرمایا کہ جب جنتی لوگ جنت کے ایک دروازے پر پہنچیں گے تو وہ اس کے پاس ایک درخت پائیں گے۔ جس کی جڑ کے نیچے سے دو چشمے جاری ہوں گے اور وہ حکم الٰہی کے مطابق ایک چشمے کی طرف جائیں گے اور اس سے مشروب پئیں گے اور وہ مشروب ان کے بطنوں میں موجود ہر قسم کی اذیت اور دکھ درد کو دور کر دے گا۔ پھر وہ دوسرے چشمے کی طرف رجوع کریں گے اور اس سے طہارت کریں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شادابی عیاں ہو جائے گی اس کے بعد پھر کبھی ان کی بالوں میں سفیدی اور تغیر نہیں آئے گا۔ اور ان کے سر کبھی پراگندہ نہیں ہوں گے گویا کہ ان کو تیل لگایا گیا ہے۔ اس کے بعد جب وہ جنت میں پہنچیں گے تو جنت کے دربان ان کو کہیں گے:۔

سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ ﴿۷۳﴾ (الزمر)

"تم پر سلام ہو تم خوب رہے پس اندر تشریف لے چلو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے"۔

پھر جنت کے اندر ولدان جنت ان کا استقبال کریں گے۔ اور ان کے اردگرد اس طرح گھومیں گے جس طرح اہل دنیا کے بچے دور سے آنے والے محبوب یعنی اپنے والدین کے آس پاس چکر لگاتے ہیں۔ اور اس بندے کو کہیں گے تمہارے لئے خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے فلاں عزت و کرامت تیار فرما رکھی ہے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ولدانِ جنت میں سے ایک بچہ حور عین میں سے ایک حور کے پاس آئے گا جو اس جنتی کی بیوی ہوگی اور اسے کہے گا فلاں بندہ آ گیا ہے اور وہ اس کا نام لے گا جس نام سے اسے دنیا میں بلایا جاتا تھا۔ حور پوچھے گی کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ وہ بچہ کہے گا میں نے اسے دیکھا ہے اور وہ میرے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ یہ سن کر حور اس قدر خوش ہوگی کہ فوراً دروازے کی دہلیز پر کھڑی ہو جائے گی۔

جب جنتی اپنی منزل پر پہنچے گا اور اپنے گھر کی دیواروں کو دیکھے گا تو وہ موتی کا ایک بہت بڑا مکان ہوگا جس کے اوپر سرخ، سبز، زرد اور ہر رنگ کے محلات ہونگے۔ پھر وہ سر اٹھا کر اس کی چھت کی طرف دیکھے گا تو وہ بجلی کی طرح چمکدار ہوگی اور اگر اللہ تعالیٰ نے اسے قدرت نہ دی ہو تو اسے اس کی روشنی و چمک سے اس قدر تکلیف ہو کہ اس کی بینائی ختم ہو جائے۔ پھر وہ سر نیچے کرے گا تو اس کے چاروں طرف اس کی بیویاں ہوں گی۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾

"اور ساغر (قرینے سے) رکھے ہوں گے اور گاؤ تکیے قطار در قطار لگے ہوں گے اور قیمتی قالین بچھے ہوں گے" (الغاشیہ)

پھر وہ تکیہ لگا کر بیٹھے گا تو وہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ (الاعراف:43)

"ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے راہ دکھائی ہمیں اس بہشت کی اور ہم ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے تھے اگر نہ ہدایت دیتا ہمیں اللہ تعالیٰ"۔

پھر ایک منادی ندا دے گا۔ تم زندہ رہو گے۔ تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی، تم یہیں اقامت گزین رہو گے، کبھی پریشان نہیں کئے جاؤ گے اور تم ہمیشہ صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

اٰتِی یَومَ الْقِیَامَةِ بَابَ الْجَنَّةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَیَقُولُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ؟
فَاَقُولُ مُحَمَّدٌ فَیَقُولُ بِکَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ

"قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آکر دروازہ کھولنے کے لئے کہوں گا تو خازن جنت پوچھے گا تم کون ہو؟ میں کہوں گا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کہے گا مجھے آپ کے متعلق ہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہ کھولوں"

جنت کے بالا خانے اور ان کی بلندی

اس کے بعد تم جنت کے بالا خانوں اور ان کی بلندی کے مختلف درجات میں غور وفکر کرو۔ کیونکہ آخرت کے درجات سب سے بڑے درجات اور سب سے بڑی فضیلت ہے۔ جس طرح ظاہری عبادات اور باطنی اخلاقِ حمیدہ کے سلسلہ میں لوگوں کے مابین واضح تفاوت پایا جاتا ہے اسی طرح جہاں پر لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اس میں بھی واضح تفاوت ہوگا۔ اگر تم سب سے اعلیٰ درجہ کے طالب ہو تو پھر کوشش کرو کہ کوئی ایک بندہ بھی عبادت الٰہی میں تجھ سے آگے بڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے عبادت میں مسابقت اور منافست کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (الحدید:21)

"تیزی سے آگے بڑھو اپنے رب کی مغفرت کی طرف"

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ (المطففین)

"اور اس کے لئے سبقت لے جانے کی کوشش کریں سبقت لے جانے والے"۔

تعجب کی بات ہے کہ اگر تمہارے ساتھی یا پڑوسی ایک درہم زیادہ جمع کرنے یا مکان بلند کرنے میں تجھ سے آگے نکل جائیں تو تجھ پر گراں گذرتا ہے اس ایک درہم کی وجہ سے تمہارا دل تنگ ہوتا ہے اور حسد کے سبب تیری زندگی مکدر ہو جاتی ہے حالانکہ تیری سب سے

احسن حالت یہ ہے کہ تو جنت میں اپنا ٹھکانہ پالے اور وہاں پر بھی تو ایسے لوگوں سے محفوظ نہیں ہوگا جو کئی ایسی نعمتوں میں تجھ سے آگے نکل جائیں گے جن کے برابر یہ ساری دنیا بھی نہیں ہو سکتی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

"اہل جنت اپنے اوپر بلند و بالا کمروں میں رہنے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم مشرق سے مغرب تک افق میں چمکدار ستارے دیکھتے ہو اور ستاروں کی طرح باریک اس لئے نظر آئیں گے کہ ان کے مابین بہت زیادہ فاصلہ ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی منازل ہوں گی جن پر کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی ہے"۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا

اِنَّ اَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى لَيَرَاهُم مَنْ تَحْتِهِمْ كَمَاتَرَوْنَ النَّجْمَ الطَّالِعَ فِي اُفُقٍ مِنْ آفَاقِ السَّمَاءِ وَاِنَّ اَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ مِنْهُمْ وَاَنْعَمَا

"بے شک بلند و بالا درجات پر فائز لوگوں کو نیچے والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے ایک افق میں طلوع ہونے والا ستارہ دیکھتے ہو اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما انہیں میں سے ہیں اور بہت خوب ہیں"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں فرمایا کیا میں تمہیں جنت کے بالا خانوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، ہمارے ماں باپ آپ پر نثار ہوں ضرور بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک جنت میں جواہرات کی ہر قسم کے بالا خانے ہیں جن کے اندر سے باہر اور باہر سے اندر نظر آتا ہے اور ان میں ایسی نعمتیں، لذتیں اور مسرتیں موجود ہیں جو نہ کسی آنکھ

نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ بالا خانے کس آدمی کے لیے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس آدمی کیلئے ہوں گے جو سلام عام کرے، بھوکے کو کھانا کھلائے، ہمیشہ روزہ رکھے اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو رات کو نماز پڑھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ کام کون کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کے ہر فرد میں ان افعال کو سرانجام دینے کی طاقت ہے اور میں تمہیں اس کے متعلق بتاتا ہوں جو آدمی اپنے بھائی سے ملے اور اسے سلام کرے یا اس کے سلام کا جواب دے تو اس نے سلام عام کر دیا ہے جو آدمی اپنے اہل و عیال کو کھانا کھلائے حتیٰ کہ ان کو خوب سیر کر دے تو اس نے کھانا کھلایا ہے جو آدمی رمضان کے مہینے میں روزے رکھے اور ہر ماہ تین روزے رکھے تو اس نے دائمی روزے رکھے ہیں اور جو آدمی عشاء اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لے تو اس نے رات بھر عبادت کی ہے جبکہ دوسرے لوگ سوئے ہوئے ہیں۔

یعنی یہودی، نصرانی اور مجوسی سوئے ہوئے ہیں۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ سے ارشاد خداوندی ہے ومساکن طیبة فی جنت عدن کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ موتی کے محلات ہیں ہر محل میں سرخ یاقوت کے ستر گھر ہیں، ہر گھر میں سبز زمرد کے ستر ستر کمرے ہیں، ہر کمرے میں ایک پلنگ ہے، ہر پلنگ پر ہر رنگ کے ستر بچھونے ہے اور ہر بچھونے پر حورعین میں سے ایک بیوی ہوگی، ہر کمرے میں ستر دسترخواں ہیں اور ہر دسترخوان پر ستر رنگوں کے کھانے ہیں۔ ہر کمرے میں ستر خدمت گار ہوں گے اور مومن کو ہر صبح اتنی قوت دی جائے گی کہ وہ ان سب بیویوں کے پاس آنے پر قادر ہوگا۔

جنت کی دیواروں، زمین درختوں اور نہروں کی کیفیت

تم جنت کی ہیئت وصورت میں تامل کرو نیز اس کے ساکنین پر رشک کرو اور اس کے بدلے فانی دنیا پر قناعت کرنے کی وجہ سے اس سے محروم ہونے والے انسان کی حسرت و افسوس میں غور وفکر کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ حَائِطَ الْجَنَّةِ لَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ تُرَابُهَا زَعْفَرَانٌ وَطِينُهَا مِسْكٌ

"بے شک جنت کی دیواروں میں ایک اینٹ چاندی کی اور ایک اینٹ سونے کی ہے، اس کی مٹی زعفران اور گارا کستوری کا ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت کی مٹی کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

دَرْمَكَةٌ بَيْضَاءُ مِسْكٌ خَالِصٌ

"سفید نرم وملائم خالص کستوری"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"جس آدمی کیلئے یہ بات خوش کن ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں شراب طہور پلائے تو وہ دنیا میں شراب چھوڑ دے۔ اور جس آدمی کیلئے یہ بات خوش کن ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں ریشم پہنائے تو وہ آدمی دنیا میں ریشم نہ پہنے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَنْهَارُ الْجَنَّةِ تَتَفَجَّرُ مِنْ تَحْتِ تِلَالِ أَوْ تَحْتِ جِبَالِ الْمِسْكِ

"جنت کی نہریں کستوری کے ٹیلوں کے نیچے سے (یا فرمایا) کستوری کے پہاڑوں کے نیچے سے پھوٹتی ہیں"۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر سب سے ادنیٰ زیور پانے والے جنتی کا زیور تمام اہل دنیا کے زیورات کے برابر ہو۔ تو پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں جو زیور پہنائے گا وہ دنیا کے تمام زیورات سے افضل ہوگا''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

''بے شک جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سائے میں ایک گھوڑ سوار سو سال تک دوڑتا رہے گا لیکن وہ اس سائے کو طے نہیں کر سکے گا۔ اگر تم چاہو تو یہ ارشاد خداوندی پڑھ لو۔

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝۳۰ (الواقعہ)

''اور لمبے لمبے سایوں میں''۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اعرابیوں اور ان کے سوال و جواب سے بہت زیادہ نفع دیا ہے ایک اعرابی نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک اذیت دینے والے درخت کا ذکر فرمایا ہے کیا جنت میں کوئی ایسا درخت بھی ہو سکتا ہے جو اپنے مالک کو اذیت پہنچائے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا وہ کون سا درخت ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! سدر یعنی بیری کا درخت کیونکہ بیری کے کانٹے ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝۲۸ (الواقعہ)

''بے خار بیریوں میں''۔

اللہ تعالیٰ اس کے کانٹے اتار دے گا اور ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دے گا پھر وہ پھل مختلف کھانوں کے بہتر (72) رنگوں کے ساتھ نکلے گا جن میں سے کوئی رنگ بھی دوسرے کے مشابہ نہیں ہوگا۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک مرتبہ سفر کے دوران مقام

صفاح پر اترے تو ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی درخت کے نیچے سویا ہوا ہے جس پر دھوپ آنے والی تھی۔ میں نے اپنے غلام سے کہا یہ چمڑے کا ٹکڑا لے جاؤ اور اس پر سایا کر دو؟ اس نے فوراً آگے بڑھ کر اس پر سایہ کر دیا۔ جب وہ آدمی بیدار ہوا تو ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں میں فوراً آگے بڑھا تا کہ ان کی خدمت میں سلام عرض کروں۔ انہوں نے فرمایا اے جریر! اللہ تعالیٰ کیلئے تواضع کرو کیونکہ جو آدمی دنیا میں تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے رفعت و بلندی عطا فرمائے گا۔ کیا تم جانتے ہو قیامت کے دن اندھیرے کیا ہوں گے؟ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا انہوں نے فرمایا لوگوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک بالکل چھوٹی سی لکڑی اٹھائی جو اس قدر چھوٹی تھی کہ مجھے دکھائی نہیں دے رہی تھی اور فرمایا اے جریر! اگر تم جنت میں اتنی سی لکڑی تلاش کرو گے تو تمہیں وہ بھی نہیں مل سکے گی۔ میں نے عرض کیا اے ابو عبداللہ! کھجور اور درخت کہاں ہوں گے؟ آپؓ نے فرمایا ان کی جڑیں موتی اور سونے کی ہوں گی اور اوپر پھل ہی پھل ہونگے۔

جنتیوں کے لباس، بچھونوں، تختوں، پلنگوں اور خیموں کی شان وشوکت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿۲۳﴾

"انہیں پہنائے جائیں گے جنت میں سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار اور ان کی پوشاک وہاں ریشمی ہوگی"۔ (الحج)

اس معنی میں بہت زیادہ آیات مبارکہ ہیں جب کہ ان کی تفصیل احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُ فِي الْجَنَّةِ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ

"جو آدمی جنت میں داخل ہوگا وہ وہاں ہمیشہ خوشحال رہے گا کبھی محتاج و مفلس نہیں

ہوگا، نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے نہ جوانی ختم ہوگی جنت میں ایسی نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال گذرا ہے"۔

ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں جنتیوں کے لباس کے متعلق آگاہ فرمایئے کیا وہ مخلوق ہوگا جسے تخلیق کیا جائے گا یا بنا ہوا ہوگا جسے بنایا جائے گا؟ حضور ﷺ خاموش ہوگئے اور کچھ صحابہ کرام ہنس پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کس بات پر ہنستے ہو ایک بے علم آدمی نے علم والی ہستی سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا۔

بَلْ يُنْشَقُّ عَنْهَا ثَمَرُ الْجَنَّةِ

"بلکہ وہ جنت کے پھلوں سے نکلے گا"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا:۔

جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والی جماعت کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن ہوں گی۔ وہ جنت میں نہ تھوک پھینکیں گے، نہ ناک صاف کریں گے اور نہ پاخانہ کریں گے۔ ان کے برتن اور کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کا پسینہ کستوری ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی اور ان کے حسن وخوبصورتی کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے نیچے سے نظر آئے گا اور ان جنتیوں کے مابین کوئی اختلاف اور باہم بغض نہیں ہوگا ان سب کے دل ایک دل کی مانند ہوں اور وہ صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح وحمد بیان کریں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر ایک بیوی کے بدن پر ستر لباس ہوں گے"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (الحج:23)

"انہیں پہنائے جائیں گے جنت میں سونے کے کنگن"

حضور ﷺ نے درج بالا ارشاد مبارک کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ" ان کے سروں پر

تاج ہونگے اور ان میں سے سب سے ادنیٰ موتی کی اتنی چمک ہوگی کہ وہ مشرق و مغرب کے مابین فاصلہ میں روشنی کر دے گا"۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"جنت کا خیمہ اندر سے خالی ایک موتی ہوگا جس کی آسمانوں کی طرف لمبائی ساٹھ میل ہوگی اور اس کے ہر کونے میں مومن کی ایک بیوی ہوگی جس کو دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے"۔

یہ حدیث پاک حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت کا خیمہ اندر سے خالی ایک موتی نما ہوگا اس کی لمبائی و چوڑائی ایک ایک فرسخ یعنی تقریباً تین میل ہوگی اور اس کے سونے کے چار ہزار کواڑ ہوں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادِ خداوندی وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (اور بستر بچھے ہوں گے اونچے اونچے پلنگوں پر) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ دو بستروں کے درمیان آسمان و زمین کے مابین مسافت کے برابر مسافت ہوگی۔

جنتیوں کے کھانے کی کیفیت

جنتیوں کے کھانے کا بیان قرآن مجید میں مختلف پیرایہ میں مذکور ہے۔ مثلاً پھل، موٹے موٹے پرندے، من و سلویٰ، شہد، دودھ اور بہت زیادہ اقسام کے بے شمار کھانے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا (البقرہ:25)

"اور جب کھلایا جائے گا انہیں ان باغوں سے کوئی پھل (تو صورت دیکھ کر) وہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے کھلایا گیا تھا اور دیا گیا انہیں پھل (صورت) میں ملتا جلتا"۔

اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اہلِ جنت کی شراب کا ذکر فرمایا ہے۔

حضور ﷺ کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے پاس کھڑا تھا کہ یہودیوں کے علماء میں سے ایک عالم آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کئی سوالات پوچھے حتیٰ کہ اس نے یہ بھی پوچھا پل صراط سے سب سے پہلے کون گزرے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا فقراء، مہاجرین۔ یہودی نے پوچھا جب وہ جنت میں داخل ہونگے تو ان کیلئے سب سے پہلا تحفہ کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا مچھلی کی بہت زیادہ کلیجی۔ اس نے پوچھا اس کے بعد ان کی غذا کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے لئے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کی اطراف واکناف میں چرا کرتا تھا۔ اس نے پوچھا اس کے بعد ان کا مشروب کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جنتی اس چشمہ سے پئیں گے جس کو سلسبیل کہا جاتا ہے۔ یہودیوں کے عالم نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا اے ابوالقاسم! کیا آپ یہ گمان نہیں رکھتے کہ اہلِ جنت، جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے؟ اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر حضرت محمد ﷺ نے اس چیز کا میرے سامنے اقرار کرلیا تو میں اس دلیل کے ذریعے ان پر غلبہ پالوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں! اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بے شک ہر ایک جنتی کو سو آدمی کے برابر کھانے، پینے اور جماع کرنے کی قوت عطا کی جائے گی، یہودیوں کے عالم نے کہا جو آدمی کھاتا پیتا ہے اسے لازماً حاجت بھی ہوتی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ان کی رفع حاجت پسینہ ہی ہوگی جو کستوری کی طرح ان کی جلدوں سے نکل جائے گا اور ان کا پیٹ فوراً سکڑ جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اِنَّکَ لَتَنْظُرُ اِلَی الطَّیرِ فِی الْجَنَّۃِ فَتَشْتَھِیہِ فَیَخِرُّ بَیْنَ یَدَیْکَ مَشْوِیًا

"بے شک تم جنت میں ایک اڑتے ہوتے پرندے کو دیکھ کر اس کی خواہش کرو گے تو وہ بھن کے تمہارے سامنے گر پڑے گا"۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں بختی اونٹوں کے برابر پرندے ہوں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ یقیناً بہت عمدہ ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ ان کو کھائیں گے وہ ان سے بھی زیادہ عمدہ اور اچھے ہیں اور اے ابو بکر! تم ان لوگوں میں سے ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشادِ خداوندی یطاف علیھم بصحاب (گردش میں ہوں گے ان پر سونے کے تھال) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان جنتیوں پر سونے کے ستر تھال گردش کریں گے اور ہر تھال میں موجود رنگ کی مانند دوسرے تھال میں نہیں ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشادِ خداوندی ومزاجه من تسنيم (اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اصحاب یمین کے لئے آمیزش ہوگی جب کہ مقربین اسے خالص پئیں گے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ارشادِ خداوندی ختامه مسک (اس کی مہر کستوری کی ہوگی) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ چاندی کی مانند سفید شراب ہوگی جنتیوں کو سب سے آخری مشروب یہی دیا جائے گا۔ اگر دنیا والوں میں سے کوئی آدمی ایک دفعہ اپنا ہاتھ اس میں ڈال کر نکال لے تو ہر ذی روح جاندار اس کی خوشبو کو محسوس کرے گا۔

حور عین اور ولدانِ جنت کی کیفیت

قرآن مجید میں ان کا وصف بار بار بیان ہوا ہے۔ اور احادیث مبارکہ میں ان کی زیادہ وضاحت کے ساتھ تشریح بیان ہوئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور تم میں سے ایک آدمی

کا اپنی کمان کے کونہ سے لے کر اس کے دستہ تک لمبائی کے برابر یا اپنے ایک قدم کے برابر جنت میں جگہ پا لینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اگر جنتیوں کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو ساری زمین روشن ہو جائے، زمین و آسمان کے مابین ساری جگہ خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کی ایک اوڑنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے"۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشادِ خداوندی كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (یہ گویا یاقوت اور مرجان ہیں) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ جنتی آدمی آئینہ سے زیادہ شفاف پردے میں حور عین کے چہرے کو دیکھے گا اور اس پردے پر سب سے ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے مابین خلا کو روشن کر دے گا۔ اور اس کے بدن پر ستر کپڑے ہوں گے جو نگاہوں کے سامنے رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ حتیٰ کہ وہ ان کپڑوں کے اوپر سے ہی اس کی پنڈلی کے گودے کو بھی دیکھ لے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب مجھے معراج کرایا گیا تو میں جنت میں ایک جگہ پر گیا جس کا نام بیدخ ہے۔ وہاں پر موتیوں، سبز زبرجد اور سرخ یاقوت کے خیمے ہیں۔ وہاں پر موجود حوروں نے مجھے کہا:۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

میں نے پوچھا اے جبریل! یہ آواز کیسی ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ خیموں میں پردہ دار حوریں ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے آپ پر سلام پیش کرنے کی اجازت مانگی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت فرمائی ہے۔ انہوں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہم راضی ہونے والی ہیں ہم کبھی ناراض نہیں ہوں گی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی کوچ نہیں کریں گی۔

پھر حضور ﷺ نے یہ ارشادِ خداوندی تلاوت فرمایا:۔

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ (الرحمٰن)

"یہ حوریں پردہ دار خیموں میں ہوں گی"

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ارشادِ خداوندی وازواج مطھرۃ (پاکیزہ بیویاں) کی تفسیر

میں فرماتے ہیں کہ وہ بیویاں حیض، پاخانہ، پیشاب، تھوک، رینٹھ، منی اور اولاد کو جنم دینے سے پاک ہوں گی۔

حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ارشادِ خداوندی فی شغل فاکھون (اپنے اپنے شغل سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ پردہ بکارت کو زائل کرنے میں مشغول ہوں گے۔

ایک آدمی نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا جنتی جماع کر سکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے ایک آدمی کو ایک دن میں اتنی قوت دی جائے گی جو تمہارے ستر آدمیوں کی قوت سے زیادہ ہوگی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے ادنیٰ منزل والا جنتی وہ ہوگا جس کی ایک ہزار خادم نوکری چاکری کریں گے اور ان میں سے ہر خادم ایک الگ خدمت میں مصروف ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"بے شک اہلِ جنت میں سے ایک آدمی پانچ سو حوروں، چار ہزار کنواریوں اور آٹھ ہزار شادی شدہ عورتوں کی مانند عورتوں سے شادی کرے گا اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اپنی دنیوی زندگی کے برابر معانقہ کرے گا"

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"بے شک جنت میں ایک بازار ہے جس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہوگی۔ بلکہ اس میں مردوں اور عورتوں کی تصویریں ہوں گی۔ جب ایک جنتی آدمی کو کسی صورت کی خواہش ہوگی تو وہ اس بازار میں چلا جائے گا۔ اس بازار میں حور عین کا جم گھٹا ہوگا۔ وہ اپنی آوازیں بلند کریں گی اور ایسی آواز مخلوق نے کبھی نہیں سنی ہوگی اور وہ کہیں گی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ کبھی ہلاک نہیں ہوں گی اور ہم ہمیشہ ناز و نعمت میں رہنے والی ہیں کبھی محتاج نہیں ہوں گی۔ اور ہم راضی رہنے والی ہیں کبھی ناراض نہیں ہوں گی۔ وہ انسان خوش بخت ہے جو

ہمارے لیے ہے اور ہم اس کے لیے ہیں"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا بے شک جنت میں حور عین یہ نغمہ گائیں گی:۔

نَحْنُ الْحُورُ الْحِسَانُ خُبِئْنَا لِأَزْوَاجٍ كِرَامٍ

"ہم خوبصورت حوریں معزز خاوندوں کے لئے چھپا کر رکھی گئی ہیں"

حضرت یحییٰ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ارشادِ خداوندی فی روضۃ یحبرون (باغ جنت میں مسرور ہوں گے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جنت میں سماع سننا ہے۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"جونہی ایک آدمی جنت میں داخل ہوگا تو اس کے سر اور پاؤں کے پاس دو دو حور عین بیٹھ جائیں گی اور وہ انتہائی خوبصورت آواز میں اسکے پاس بیٹھ کر گائیں گی جسے انسان اور جنات سب سنیں گے۔ اور وہ نغمہ شیطانی آلہ کے ساتھ نہیں ہوگا بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور پاکیزگی بیان ہوگی"۔

احادیث مبارکہ میں واردِ اہلِ جنت کے متفرق اوصاف

حضرت اسامہ بن زید بن شرجیل رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کیا تم میں سے کوئی آدمی جنت کے لئے تیاری کرنے والا ہے؟ بے شک جنت کی کوئی مثل نہیں۔ ربِ کعبہ کی قسم! وہ ایک چمکتا ہوا نور، لہلہاتے ہوئے پھولوں کا گلدستہ، پختہ محل، جاری نہر، پکے ہوئے بہت زیادہ پھل، مقامِ ابد میں خوشیوں اور نعمتوں میں مقیم حسین و جمیل بیویاں نیز محفوظ اور پر رونق بلند و بالا گھروں میں امیری و بادشاہت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس کے لئے تیاری کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ساتھ یہ بھی کہو انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر آپ ﷺ نے جہاد کا ذکر فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی ترغیب دی۔

حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک آدمی حاضر ہوا اور اس نے دریافت کیا یا

رسول اللہ! کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ مجھے گھوڑے بہت پسند ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم پسند کرو گے تو تمہیں سرخ یاقوت کا گھوڑا دیا جائے گا۔ جو تیری منشاء کے مطابق تجھے اپنے اوپر بٹھا کر جنت میں اُڑے گا۔ ایک دوسرے آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اونٹ بہت پسند ہیں کیا جنت میں اونٹ ہونگے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ کے بندے! اگر تجھے جنت مل گئی تو وہاں پر تجھے ہر وہ چیز ملے گی جس کی تیرا نفس خواہش کرے گا اور تیری آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اِنَّ الرَّجُلَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّةِ لَيُوْلَدُلَهُ الْوَلَدُ كَمَا يَشْتَهِي يَكُوْنُ حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ وَشَبَابُهُ فِي سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ

"بے شک اہلِ جنت میں سے ایک آدمی کے ہاں اس طرح بچہ پیدا ہوگا جس طرح وہ چاہے گا۔ اس کا حمل، دودھ چھڑانا اور جوان ہونا سب کچھ صرف ایک ساعت میں ہوگا"۔

حضور ﷺ نے فرمایا جب جنتی لوگ جنت میں قرار پذیر ہو جائیں گے اور پھر ان کے دلوں میں اپنے بھائیوں سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوگا تو ایک بھائی کا تخت دوسرے بھائی کے تخت کی طرف چلنے لگے گا اور ان دونوں کے مابین ملاقات ہوگی وہ آپس میں وہی باتیں کریں گے جو دنیا میں کیا کرتے تھے۔ ایک بھائی کہے گا اے بھائی! کیا تجھے فلاں مجلس میں فلاں دن یاد ہے؟ ہم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی اور اس نے ہمیں بخش دیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"بے شک جنتی لوگوں کے بدن پر نہ بال ہوں گے اور نہ چہرے پر داڑھی ہوگی، ایک دوسرے کے قریب قریب ہوں گے، ان کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوگا، تینتیس تینتیس سال عمریں ہوں گی اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرح قد کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی سات

ہاتھ ہوگی"۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"سب سے ادنیٰ وکم درجہ جنتی وہ ہوگا جس کے پاس اسی ہزار خادم اور بہتر جنتی بیویاں ہونگی اور اس کے لیے موتیوں، زبرجد اور یاقوت کا خیمہ نصب کیا جائے گا جو جابیہ اور ضعاء کے مابین مسافت کے برابر ہوگا۔ اور ان کے سروں پر تاج ہوں گے جن کا سب سے ادنیٰ موتی مشرق ومغرب کے مابین کو روشن کردے گا"۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"معراج کی رات میں نے جنت کی طرف دیکھا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے اناروں میں سے ایک انار کجاوہ ڈالے ہوئے اونٹ کے پورے بدن کی مانند بڑا اور اس کے پرندے بختی اونٹوں کے برابر ہیں۔ اس میں ایک لونڈی موجود تھی۔ میں نے اس پوچھا اے لونڈی تو کس کے لئے ہے؟ اس نے کہا میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہوں۔ جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں کھٹکی ہیں"۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا، تورات کو اپنے دستِ قدرت سے لکھا اور جنت کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ پھر اسے حکم فرمایا بات کرو! جنت نے عرض کیا:۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ (المومنون)

"بے شک ایمان والے مراد پاگئے"۔

تو یہ جنت کی صفات ہیں جو ہم نے اجمالاً ذکر کی ہیں اور پھر ہم نے ان کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جنت کی نعمتوں کا اجمالی طور پر ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جنت کے انار ڈول کے برابر ہیں، اس کی نہریں ایسے پانی سے جاری ہیں جو

کبھی متغیر نہیں ہوگا، دودھ کی نہریں ہیں جن کا ذائقہ نہیں بدلے گا، کئی صاف شہد کی نہریں ہیں انسان ان کا وصف بیان نہیں کر سکتے اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے باعثِ لذت ہوگی جو نہ عقلوں کو زائل کرے گی اور نہ اس سے دردِ سر لاحق ہوگا۔ جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں کھٹکی ہیں۔ نعمتوں سے نوازے ہوئے لوگ بادشاہ ہوں گے جن کی عمریں تینتیس تینتیس سال ہوں گی، سب ایک ہی عمر میں ہوں گے، قد کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی، آنکھیں سرمئی ہوں گی، بدن پر بال اور چہرے پر داڑھی نہیں ہوگی۔ سب جنتی عذاب سے مامون اور اس گھر پر مطمئن ہوں گے۔

جنت کی نہریں یاقوت اور زبرجد کی کنکریوں پر جاری ہوں گی اور اس کے درختوں کی جڑیں، تنا، پورا درخت اور بیلیں موتیوں کی ہوں گی اور ان کے پھلوں کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں۔ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے محسوس ہونے لگے گی اور اس میں جنتیوں کے لئے سرپٹ دوڑنے والے گھوڑے اور اونٹ ہوں گے جن کے کجاوے، زین اور لگامیں یاقوت کی ہیں۔ جنتی جنت میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور ان کی بیویاں حور عین ہوں گی گویا کہ وہ گرد وغبار سے پاک شتر مرغ کے انڈے ہوں گے۔ ایک عورت اپنی دو انگلیوں کے ساتھ ستر لباس پکڑے گی اور ان کو زیب تن کرے گی اور ان ستر لباسوں کے اندر سے اس کی پنڈلی کا گودا نظر آرہا ہوگا۔

وہاں پر اللہ تعالیٰ اخلاق کو ہر قسم کی برائی سے اور جسموں کو موت سے پاک فرمادے گا، جنتی جنت میں نہ ناک صاف کریں گے، نہ پیشاب اور نہ پاخانہ کریں گے۔ بلکہ وہاں صرف ڈکار اور کستوری کا پسینہ آئے گا۔ وہاں پر ان کو صبح وشام رزق ملے گا لیکن وہاں پر شام کے بعد صبح اور صبح کے بعد شام نہیں آئے گی۔ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے اور سب سے کم درجہ پانے والے جنتی کے لئے حدِ نگاہ تک جنت اور منزل ہوگی اور اس کی سلطنت پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہوگی اور وہ سونے، چاندی اور موتی کے

خیموں میں ہوگا۔ اس کے لئے حدِ نظر تک جگہ ظاہری کر دی جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ دور کو بھی اسی طرح دیکھے گا جس طرح قریب کو دیکھتا ہوگا۔ صبح و شام اس پر سونے کے ستر ہزار تھال پیش کیے جائیں گے اور ہر تھال میں موجود رنگ کی مثل دوسرے تھال میں نہیں ہوگی۔ اور وہ آخری تھال کے ذائقے کو بھی پہلے تھال کے ذائقے کی مانند پائے گا۔ جنت میں ایسا یاقوت ہے جس میں ستر ہزار گھر ہوں گے۔ ہر گھر میں ستر ہزار کمرے ہوں گے جن میں کوئی دراڑ اور سوراخ نہیں ہوگا۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے کم درجہ جنتی کو اس قدر منزل ملے گی کہ وہ اس میں ایک ہزار سال تک چلتا رہے گا اور اس کے دور کو بھی اسی طرح دیکھے گا جس طرح اس کے نزدیک کو دیکھے گا۔ جبکہ سب سے بلند درجہ جنتی وہ ہوگا جو صبح و شام اپنے رب کا دیدار کرے گا۔

حضرت سعید ابن میسّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت میں ہر جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے۔ ایک کنگن سونے کا، ایک کنگن موتیوں کا اور ایک کنگن چاندی کا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک حور ہے جسے عیناء کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جب وہ چلے گی تو اس کے ساتھ ساتھ دائیں بائیں سات ہزار خادمائیں چلیں گی اور وہ حور کہے گی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے لوگ کہاں ہیں؟

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا کو چھوڑنا بہت مشکل ہے لیکن جنت سے محروم رہنا اس سے بھی زیادہ سخت ہے اور دنیا کو چھوڑنا آخرت کا حق مہر ہے۔ نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا کی طلب میں نفسوں کی ذلت ہے اور آخرت کی طلب میں ان کی عزت ہے۔ اس آدمی پر تعجب ہے جو فنا ہونے والی چیز کی طلب میں ذلت کو اختیار کرتا ہے اور باقی رہنے والی چیز کی طلب میں عزت کو ترک کر دیتا ہے۔

رؤیت باری تعالیٰ اور اس کے دیدار کی کیفیت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ (یونس:26)

"ان کیلئے جنہوں نے نیک عمل کئے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے"۔

اس آیت کریمہ میں لفظِ زیادۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور یہی لذت کبریٰ ہے جس میں جنت والوں کو جنت کی ساری نعمتیں بھول جائیں گی۔ ہم اس کی حقیقت اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں محبت کے بیان کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔ اہلِ بدعت رؤیت باری تعالیٰ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اس پر قرآن وحدیث کے شواہد موجود ہیں۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم چودھویں رات کو حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا۔ اور ارشاد فرمایا بے شک تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح تم چاند کو دیکھتے ہو۔ اس کو دیکھتے ہوئے تم ایک دوسرے پر نہیں گرتے۔ لہٰذا اگر تم سے ہو سکے کہ تم طلوع آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے کی نماز یعنی نماز عصر سے مغلوب نہ ہو تو یہ نمازیں ضرور ادا کرو۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی:۔

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا

"اور پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے کے بعد" (طٰہٰ:130)

یہ حدیثِ پاک صحیحین میں بیان ہوئی ہے اور حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ (یونس:26)

"ان کیلئے جنہوں نے نیک عمل کئے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے"۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو ایک منادی ندا دے گا اے جنت والو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ ایک وعدہ فرمایا تھا اور وہ

اسے پورا فرمانا چاہتا ہے۔ جنتی پوچھیں گے وہ کیا وعدہ ہے؟ کیا ہماری نیکیوں کے اوزان کو وزنی نہیں کیا گیا، ہمارے چہرے روشن و سفید نہیں کیے گئے اور اس نے ہمیں جنت میں داخل فرما کر دوزخ سے بچا نہیں لیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ حجاب اُٹھا دے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ اور جنتیوں کو جنت میں کوئی ایسی چیز نہیں ملے گی جو ان کے نزدیک دیدارِ الٰہی سے زیادہ محبوب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق مروی حدیثِ پاک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک پوری جماعت نے روایت کی ہے اور یہی دیدارِ الٰہی ساری کامیابیوں کی غایت اور نعمتوں کی نہایت ہے۔ اور ہم نے جنت کی جنتی نعمتوں کا ذکر کیا ہے وہ ساری نعمتیں دیدارِ الٰہی کی نعمت ملنے کے بعد جنتیوں کو بھول جائیں گی۔ جب اہلِ جنت کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوگی تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی بلکہ جنت کی لذتوں کی ملاقاتِ الٰہی کی لذت سے کوئی نسبت ہی نہیں ہوگی۔ یہاں پر ہم نے اس بحث کو اسلئے مختصر کر دیا ہے کہ ہم اپنی کتاب احیاء العلوم میں محبت و شوق اور رضا کے بیان میں اس کی تفصیل بیان کر چکے ہیں۔

غرضیکہ ہر بندے کو چاہیے کہ اس کا جنت سے مقصود و مراد اللہ تعالیٰ کے دیدار کے علاوہ کوئی چیز نہ ہو۔ کیونکہ جنت کی باقی ساری نعمتوں کی طلب میں چراگاہوں میں چرنے والے جانور بھی انسان کے ساتھ شریک ہیں۔

خاتمہ کتاب

ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نیک فال لیتے ہوئے رحمت الٰہی کی وسعت کے متعلق ایک باب پر اپنی کتاب کا اختتام کرتے ہیں۔ کیونکہ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لینے والے کو پسند فرماتے تھے۔

ہمارے نامہ اعمال میں ایسا کوئی عمل نہیں جس کی وجہ سے ہم بخشش کی امید رکھیں۔ لہٰذا ہم نیک فال لینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہیں اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ہماری عاقبت کا بھلائی کے ساتھ اختتام فرمائے گا۔ جس طرح ہم نے اس

کتاب کا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بیان کے ساتھ اختتام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

"بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشا اس بات کو کہ شرک کیا جائے اس کے ساتھ۔ اور بخش دیتا ہے جو اس کے علاوہ جس کو چاہتا ہے"۔ (النساء:48)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

"آپ فرمایئے اے میرے بندو! جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر، مایوس نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو۔ بلا شبہ وہی بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔ (الزمر)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ (النساء)

"اور جو شخص کر بیٹھے برا کام یا ظلم کرے اپنے آپ پر پھر مغفرت مانگے اللہ تعالیٰ سے تو پائے گا اللہ تعالیٰ کو بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا"۔

ہم اپنے قدم کی ہر لغزش اور اپنی اس کتاب اور اس کے علاوہ باقی ساری تصنیفات میں قلم کی ہر سرکشی سے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں، ہم اپنے ان اقوال سے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں جو ہمارے اعمال کے موافق نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی تقصیر کے باوجود ہم نے علم اور بصیرت کا جو دعویٰ اور اظہار کیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں، ہم ہر اس علم اور عمل سے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں جس کے ساتھ ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا قصد کیا تھا اور پھر اسے پورا کرنے میں ہم نے کوتاہی کی ہے، ہم ہر اس نعمت کی اس سے بخشش مانگتے ہیں جو اس نے ہم کو عطا فرمائی تھی اور ہم نے اسے

اس کی نافرمانی میں استعمال کیا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے ہر اس تصریح اور اشارہ سے بخشش مانگتے ہیں جو ہم نے کسی ناقص کے نقصان اور کسی کوتاہی کرنے والے کی تقصیر کی طرف کیا ہے جبکہ ہم خود اس کوتاہی اور نقص میں مبتلا رہے ہیں، ہم ہر اس خطرہ سے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں جس نے ہمیں تصنع اور تکلف کی طرف دعوت دی ہے اور ہم نے لوگوں کی خاطر اپنی تحریر کردہ کتاب، نظم کردہ کلام اور تعلیم و تعلم میں بناوٹی زینت کی ہے۔

ان تمام امور سے بخشش مانگنے کے بعد ہم اپنے لئے اور ان لوگوں کے لئے یہ امید رکھتے ہیں جنہوں نے ہماری اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے، اسے لکھا ہے یا اسے سنا ہے کہ ہماری مغفرت و رحمت کے ساتھ تکریم کی جائے گی اور ہماری ظاہری و باطنی ساری برائیوں سے درگزر کیا جائے گا۔ کیونکہ اس کا کرم عام ہے، رحمت بہت وسیع ہے اور جود و سخا مخلوق کی ہر صنف پر جاری و ساری ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں ایک مخلوق ہیں جن کے پاس اس کے فضل و کرم اور رحمت کے سوا کوئی وسیلہ نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"بے شک اللہ تعالیٰ کی ایک سو رحمتیں ہیں جن میں سے صرف ایک رحمت اللہ تعالیٰ نے جنوں، انسانوں، پرندوں، جانوروں اور کیڑوں کے لئے زمین پر اتاری ہے۔ اسی کے سبب وہ سب ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں اور رحم کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں اپنے پاس رکھی ہیں جن کے ساتھ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا"۔

روایت کیا جاتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا جس میں لکھا ہوا ہے:۔

اِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي وَ اَنَا اَرْحَمُ الرّٰحِمِينَ

"بے شک میری رحمت میرے غضب سے آگے نکل گئی ہے اور میں ارحم الراحمین ہوں"۔ پھر اللہ تعالیٰ کل جنتیوں کی دو مثل لوگوں کو دوزخ سے نکال لے گا۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہنستے ہوئے ہمارے سامنے تجلی فرمائے گا اور فرمائے گا اے مسلمانوں کے گروہ! تمہیں خوشخبری ہو۔ میں نے تم میں سے ہر ایک آدمی کی جگہ ایک یہودی یا نصرانی دوزخ میں ڈال دیا ہے"

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صرف اپنے ایک نبی حضرت آدم علیہ السلام کی شفاعت اپنی اولاد میں سے ایک لاکھ اور ایک کروڑ آدمیوں کے حق میں قبول فرمائے گا"۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرمائے گا کیا تم میری ملاقات پسند کرتے ہو؟ وہ عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں؟ وہ عرض کریں گے ہمیں تیرے عفو و کرم اور بخشش کی امید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تمہارے لئے بخشش واجب کر دی ہے"۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرمائے گا اس آدمی کو دوزخ سے نکال لو جس نے مجھے کسی دن یاد کیا تھا یا کسی جگہ مجھ سے خوف زدہ ہوا تھا"۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"جب اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو دوزخ میں جمع کر دے گا اور اللہ تعالیٰ اہلِ قبلہ میں سے جن کو چاہے گا وہ بھی ان کے ساتھ ہونگے تو کفار و مشرکین مسلمانوں سے پوچھیں گے کیا تم مسلمان نہیں تھے؟۔ وہ کہیں گے ہاں! کفار پوچھیں گے کیا تمہارے اسلام نے تم کو فائدہ نہیں دیا آج تم بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں ہو؟ مسلمان کہیں گے ہمارے نامہ اعمال میں گناہ تھے جن کی وجہ سے ہم پکڑے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی یہ بات سن کر فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ دوزخ میں موجود سب اہلِ قبلہ کو نکال لو۔ چنانچہ سب مسلمانوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ کفار یہ رحمتِ خداوندی دیکھ کر کہیں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے اور

جس طرح ان کو دوزخ سے نکالا گیا ہے ہمیں بھی نکال لیا جاتا"۔

پھر حضور ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:۔

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ۝۲ (الحجر)

"بہت آرزو کریں گے کفار کہ کاش وہ مسلمان ہوتے"۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْوَالِدَةِ الشَّفِيقَةِ بِوَلَدِهَا

"اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے پر اس سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے جس قدر ایک شفیق ماں اپنے بچے پر مہربان ہوتی ہے"۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جس آدمی کی نیکیاں اس کے گناہوں سے زیادہ ہوں گی وہ آدمی حساب وکتاب کے بغیر جنت میں جائے گا۔ جس آدمی کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔ اور پھر وہ بھی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ حضور ﷺ کی شفاعت اس آدمی کے لئے ہوگی جس نے اپنے نفس کو ہلاک کیا ہے اور اپنی پیٹھ کو گناہوں سے بوجھل کر رکھا ہے"۔

روایت کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ! قارون نے آپ سے مدد مانگی تھی اور آپ نے اس کی مدد نہیں کی تھی۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر قارون مجھ سے مدد مانگتا تو میں ضرور اس کی مدد فرماتا اور اسے معاف کر دیتا۔

حضرت سعد بن بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دو آدمیوں کے متعلق حکم دیا جائے گا کہ ان کو دوزخ سے نکال لو۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا یہ عذاب دوزخ تمہارے اپنے اعمال کا بدلہ ہے اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے متعلق حکم فرمائے گا کہ ان کو دوزخ میں ہی لے جاؤ۔ ان میں سے ایک آدمی اپنی بیڑیوں میں خوب تیزی کے ساتھ دوڑ لگائے گا حتیٰ کہ وہ جہنم میں چھلانگ لگا دے گا۔ جب کہ دوسرا آدمی بے دلی کے ساتھ قدم رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو واپس لانے کا حکم فرمائے گا اور

ان دونوں سے ان کے فعل کے متعلق دریافت فرمائے گا۔ تیزی کے ساتھ دوڑ کر دوزخ کی طرف جانے والا آدمی عرض کرے گا میں نافرمانی کے وبال سے ڈرا ہوا ہوں اسلئے اب میں دوبارہ آپ کی ناراضگی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا اسلئے میں نے دوڑ لگا دی تھی۔ جب کہ بے دلی کے ساتھ قدم رکھنے والا عرض کرے گا آپ کے متعلق میرے حسنِ ظن نے مجھے باور کروایا ہے کہ تو مجھے دوزخ سے ایک بار نکالنے کے بعد پھر دوزخ میں نہیں پھینکے گا۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا ان دونوں کو جنت میں لے جاؤ۔

حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن عرش کے نیچے سے ایک منادی ندا دے گا اے محمد ﷺ کی امت! میرے جس قدر حقوق تمہارے ذمہ ہیں میں نے وہ سب حقوق تمہیں بخش دیے ہیں۔ باقی تمہارے آپس میں ایک دوسرے کے ذمہ حقوق ہیں وہ تم خود ایک دوسرے کو بخش دو اور میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

روایت کیا جاتا ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ ارشادِ خداوندی وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا تلاوت کرتے ہوئے سنا تو اس اعرابی نے کہا اللہ کی قسم! جب وہ تمہیں اس میں ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ تمہیں اس سے نہیں بچائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا غیر فقیہ کی حکمت اور دانائی سنو!

حضرت صنابحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مرض الموت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو دیکھ کر رونے لگا۔ انہوں نے فرمایا ٹھہر جاؤ روتے کیوں ہو؟ اللہ کی قسم میں نے حضور ﷺ سے جو حدیث پاک بھی سنی ہے اور اس میں تمہاری بھلائی تھی تو میں نے وہ تمہارے سامنے بیان کر دی ہے۔ صرف ایک حدیث پاک تمہارے سامنے بیان نہیں کی۔ آج جب مجھے گھیر لیا گیا ہے تو میں وہ حدیث پاک بھی تمہارے سامنے بیان کر دیتا ہوں۔ میں نے رسولِ خدا ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:۔

مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ النَّارَ عَلَيْهِ

''جو آدمی اس بات کی شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام فرمادی ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

''بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میری امت کے ایک آدمی کو میزانِ عدل کے پاس مخلوق کے سامنے لائے گا اور اس کے سامنے اس کے اعمال کے ننانوے رجسٹر کھولے گا جن میں سے ہر رجسٹر حدِ نگاہ تک لمبا چوڑا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کیا تو ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے، کیا میرے محافظ فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار نہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے اور آج تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالے گا جس میں یہ تحریر ہوگی۔ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ النَّارَ عَلَيْهِ وہ بندہ عرض کرے گا اے میرے رب! ان رجسٹروں کے مقابلہ میں اس کاغذ کی کیا حیثیت ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر ان رجسٹروں کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور اس کاغذ کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ سب رجسٹر ہلکے ہو جائیں گے جبکہ دوسرے پلڑے کا ایک کاغذ اکیلا بھاری ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے سامنے کوئی چیز وزنی نہیں ہوگی''۔

حضور ﷺ نے قیامت اور پلِ صراط کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اسی حدیث پاک کے آخر میں فرمایا:۔

''بے شک اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ تم جس آدمی کے دل میں ایک دینار کے برابر بھلائی پاؤ اسے دوزخ سے نکال لو۔ فرشتے بہت زیادہ مخلوق کو دوزخ سے نکال لیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار! تو نے جن بندوں کو دوزخ سے نکالنے کا حکم فرمایا ہے ہم نے ان میں سے ایک آدمی بھی دوزخ میں نہیں رہنے دیا۔ پھر اللہ

تعالیٰ حکم فرمائے گا اے فرشتو دوبارہ جاؤ اور جس آدمی کے دل میں نصف دینار کے برابر بھلائی پاؤ اسے بھی دوزخ سے نکال لو۔ فرشتے بہت زیادہ مخلوق کو دوزخ سے نکال لیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار! تو نے جن بندوں کو دوزخ سے نکالنے کا حکم فرمایا ہے ہم نے ان میں سے ایک آدمی بھی دوزخ میں نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب پھر جاؤ اور جس آدمی کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی بھلائی پاؤ اسے دوزخ سے نکال لو۔ فرشتے بہت زیادہ مخلوق کو دوزخ سے نکال لیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار! تو نے جن بندوں کو دوزخ سے نکالنے کا حکم فرمایا ہے ہم نے ان میں سے ایک آدمی بھی دوزخ میں نہیں رہنے دیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا حدیث کے متعلق فرمایا کرتے تھے اگر تم اس حدیث پاک میں مجھے سچا نہیں سمجھتے تو تم اس کی تصدیق کرنے کے لئے یہ ارشادِ خداوندی پڑھ لو:۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿﴾ (النساء)

"بے شک اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا ذرہ برابر بھی (بلکہ) اگر ہو معمولی سی نیکی تو دوگنا کر دیتا ہے اسے اور دیتا ہے اپنے پاس سے اجر عظیم"۔

حضور ﷺ نے فرمایا شفاعت کرنے والوں کی شفاعت قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتوں نے شفاعت کر دی ہے، سب نبیوں نے شفاعت کر دی ہے اور مومنوں نے بھی شفاعت کر دی ہے اب صرف ارحم الراحمین ذات رہ گئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے دستِ قدرت کے ساتھ ایک مٹھی بھرے گا اور جہنم سے ایسے لوگوں کی ایک پوری جماعت نکال لے گا جنہوں نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی ہوگی اور وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے بالمقابل موجود نہر میں پھینکے گا جسے نہرِ حیات کہا جاتا ہے۔ اور وہ اس نہر سے اس طرح باہر نکلیں گے جس طرح سیلاب کے لائے ہوئے کوڑے کرکٹ میں گندم کا

دانہ اگتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو پودے پتھروں اور درختوں کے ساتھ متصل دھوپ کی طرف ہوں وہ زرد اور سبز ہوتے ہیں اور جو سائے کی طرف ہوں وہ سفید ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنگل میں بکریاں چراتے رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ موتیوں کی مانند چمکتے ہوئے باہر نکلیں گے، ان کی گردنوں میں لاکٹ ہوں گے اور ان کو اہلِ جنت پہچان لیں گے اور کہیں گے یہ رحمٰن کے آزاد کردہ بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی عمل اور کسی بھلائی کے بغیر جنت میں داخل فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو حکم فرمائے گا جنت میں چلے جاؤ، وہاں جو کچھ تمہیں نظر آئے وہ تمہارے لئے ہے۔ وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو تو نے عالمین میں سے کسی آدمی کو عطا نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پاس تمہارے لئے وہ کچھ ہے جو اس سے بھی افضل ہے۔ وہ عرض کریں گے۔ اے ہمارے پروردگار! اس سے افضل چیز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے راضی ہو گیا ہوں اب کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔

یہ حدیث پاک امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا میرے سامنے ساری امتیں پیش کی گئی ہیں۔ کوئی نبی علیہ السلام گزرا تو اس کے ساتھ ایک آدمی تھا، کسی نبی علیہ السلام کے ساتھ دو آدمی تھے، کسی نبی علیہ السلام کے ساتھ کوئی آدمی نہیں تھا اور کسی نبی علیہ السلام کے ساتھ چھوٹی سی جماعت تھی۔ پھر میں نے ایک بڑا گروہ دیکھا تو میں نے امید کی کہ یہ میری امت ہو گی۔ لیکن مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔ پھر مجھے کہا گیا اب دیکھیں؟ جوں ہی میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو مجھے ایک جمِ غفیر نظر آیا جس نے پورے افق کو بھر رکھا تھا۔ پھر مجھے کہا گیا اِدھر دیکھیں اُدھر دیکھیں۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو مجھے ایک جمِ غفیر نظر

آیا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار وہ افراد ہیں جو حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اِدھر اُدھر چلے گئے اور حضور ﷺ نے ان کے سامنے اس کی وضاحت نہ فرمائی۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اس بات کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے کہا ہم لوگ شرک میں پیدا ہوئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں۔ حساب و کتاب کے بغیر جنت میں جانے والے لوگ ہماری اولاد ہو گی۔ جب حضور ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے، جھاڑ پھونک نہیں کرواتے اور فال نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ فوراً کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے فرما دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی ان میں سے ہو گئے۔ پھر ایک دوسرا آدمی اُٹھا اور اس نے بھی حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی طرح ہی عرض کیا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا عکاشہ آپ سے سبقت لے گئے ہیں۔

حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ہم سے تین دن تک غائب رہے۔ آپ ﷺ صرف فرض نماز کے لئے اپنے حجرۂ اقدس سے باہر تشریف لاتے اور پھر واپس چلے جاتے تھے۔ جب چوتھا دن ہوا اور آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنے آپ کو ہم سے روک لیا ہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا ہے کہ کوئی بہت بڑا واقعہ پیش آ گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک اچھا واقعہ پیش آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ستر ہزار آدمیوں کو حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور میں نے ان تین دنوں میں ستر ہزار میں اضافہ کا سوال کیا ہے اور میں نے اپنے پروردگار کو بزرگی والا، عظمت والا اور کریم پایا ہے اور اس نے مجھے ان

ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار عطا فرمایا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! کیا میری امت اتنی تعداد تک پہنچ جائے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں آپ کے لئے یہ تعداد اعرابیوں سے پوری کردوں گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

''ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام حرہ کی جانب سے مجھ پر ظاہر ہوئے اور انہوں نے مجھے کہا اپنی امت کو یہ خوشخبری سنا دیں کہ جو آدمی اس حال میں مرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرا رہا ہوگا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے پوچھا اے جبریل! اگرچہ وہ چوری کرے اگرچہ وہ زنا کرے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں اگرچہ وہ چوری کرے اور زنا کرے۔ میں نے پھر پوچھا اگرچہ وہ چوری اور زنا کرے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں اگرچہ وہ چوری اور زنا کرے۔ میں نے تیسری بار پھر پوچھا اگرچہ وہ چوری اور زنا کرے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا اگرچہ وہ چوری اور زنا کرے اور شراب پیئے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی:۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ (الرحمٰن)

''اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے''

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ وہ چوری اور زنا کرے۔ حضور ﷺ نے پھر پڑھا

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ (الرحمٰن)

''اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے''۔

میں نے پھر عرض کیا اگرچہ وہ چوری اور زنا کرے؟ حضور ﷺ نے فرمایا

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ (الرحمٰن)

"اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے"۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر چہ وہ چوری اور زنا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر چہ ابودرداء کی مرضی نہ بھی ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر صاحبِ ایمان بندے کو کسی دوسری ملت کے لوگوں میں سے ایک آدمی دیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا یہ تیرا دوزخ کے لئے فدیہ ہے۔ اسے دوزخ میں ڈال دو۔

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت ابو بردہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حدیث پاک بیان کی جو انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سنی تھی اور انہوں نے حضور ﷺ سے روایت کی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"جب بھی کوئی مسلمان آدمی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی یہودی یا نصرانی کو جہنم میں ڈال دیتا ہے"۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو بردہ رحمۃ اللہ علیہ سے تین بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے کلمہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قسم لی کہ ان کے والد گرامی نے واقعی حضور ﷺ سے یہ حدیثِ پاک بیان کی ہے۔ اور انہوں نے تین بار قسم کھائی۔

صحیح روایت میں ہے کہ ایک بچہ کسی معرکۂ جہاد میں کھڑا تھا اور اس کے متعلق آواز دی جا رہی تھی کہ کون آدمی ہے جو اس کی سب سے زیادہ قیمت دیتا ہے۔ وہ موسمِ گرما کا ایک سخت گرم دن تھا۔ اچانک لوگوں کے خیمہ میں موجود ایک عورت کی اس بچے پر نظر پڑی تو وہ عورت بڑی تیزی کے ساتھ دوڑتی ہوئی آئی اور اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے پیچھے آ گئے۔ حتیٰ کہ اس عورت نے وہ بچہ لے کر اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا۔ پھر اپنی پیٹھ گرم زمین پر رکھ دی اور بچے کو اپنے پیٹ پر رکھ کر اسے گرمی سے بچانے لگی اور کہنے لگی میرا بیٹا، میرا بیٹا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ رونے لگے اور انہوں نے اپنا اپنا کام چھوڑ دیا۔ اسی دوران حضور ﷺ

تشریف لائے اور ان کے پاس کھڑے ہو گئے۔ جب صحابہ کرم رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کو سارا واقعہ سنایا تو آپ ﷺ کو اس عورت کے فعل پر بہت خوشی ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:۔

''کیا تم اپنے بچے پر اس عورت کے رحم کھانے سے تعجب کر رہے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تم سب لوگوں پر اس سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے جس قدر یہ عورت اپنے بیٹے کے ساتھ مہربان ہے''۔

یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم افضل ترین خوشی اور عظیم تر بشارت کے ساتھ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔

تو یہ احادیث مبارکہ اور ہماری کتاب احیاء علوم الدین کے باب الرجا میں بیان کردہ تمام احادیث مبارکہ ہمیں رحمتِ الٰہی کی وسعت کی خوشخبری سناتی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ وہ معاملہ نہیں فرمائے گا جس کے ہم مستحق ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے احسان اور جود و رحمت کی وسعت کے سبب ہم پر وہ فضل و کرم فرمائے گا جو اس کے شایانِ شان ہے۔

الحمد للہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کتاب سکرات الموت کا ترجمہ آج مورخہ 04 اپریل 2005 دن دس بجکر پندرہ منٹ پر مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی قبرِ انور پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ آمین۔

ضروری یادداشت

ضروری یادداشت

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا

اللہ تم سے اس لئے بیان فرماتا ہے کہ بھٹکتے نہ پھرو

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور کراچی پاکستان

داتا گنج بخش روڈ، لاہور۔ فون:۔ 042-37221953
9۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔ فون:۔ 042-37225085
14۔ انفال سنٹر اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32212011-32630411
E.mail: info@zia-ul-quran.com www.zia-ul-quran.com
https://www.facebook.com/ziaulquranpublications